

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیہیاگری

میر تقی میر

پہلا جلد

وہ اپنی منزل کی تلاش میں انگلیس سے روانہ ہوا، لیکن افریقہ کے ساحل پر اپنی تلخ پیمائش سے محروم ہو گیا۔ یہ اس کی ملاقات ایک کیہیاگری سے ہوئی جس نے اس کی رہنمائی دنیا کے سب سے جتنی خرابے رنگ کی دنیا کی پچاس زبانون میں ۴ کروڑ سے زیادہ تعداد میں فروخت ہونے والی کتاب "الکیمسٹ" کا ترجمہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ذات کام

انتساب

اپنی اس کوشش کو عین ایسی شخصیات سے منسوب کروں گا جن کا میری زندگی میں بہت اہم مقام ہے:

والد محترم "حاجی غلام حسین"
جن سے میرے ہاں مقصد زندگی کا شعور حاصل کیا۔

"لیٹینٹ جنرل زاہد حسین خان"
جن کی مدد سے میں نے اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بچاٹا۔

"منیر لدھا"
جن کی مدد سے میں نے خرابوں کی آماجگاہ بننے کی ہمت پائی۔

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کیاگری	نام کتاب
عمر الغزالی	محقق و ترتیب
سینئر لائبریریئن ایکسی لینس	ناشر
ٹاپا پبلشنگ پریس	مطبع
رائیل جہا	سرورق
محمد اکرم شاہد	پرندہ پرنٹنگ
دسمبر 2009ء	سہ ماہیت
راؤ محمد اسلم ایڈووکیٹ	قانونی مشیر
	بیت



کیسیاگری

اس کتاب کے عنوان سے لگتا ہے جیسے یہ کوئی مہماتی قسم کا ناول ہوگا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں خوبیاں ہیں مگر اس کے باوجود یہ اپنی طرز کی ایک بہت مختلف، شاندار اور غیر معمولی کتاب ہے۔ یہ دنیا کی چالیس سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو کر کروڑوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہے۔ جن میں اس کے اردو ترجمہ کی چند کتابیں بھی شامل کر لیں:

یہاں کچھ ہے ساقی ستار فقیر

تلفظ برطرف یہ انسانی فکر، خواہش، طبع، جوش، ہمت اور نیرنگی زمانہ کی ایک عجیب و غریب اور انتہائی دلچسپ داستان ہے اور ذرا نظر ترجمہ میں بیان کو آسان اور مؤثر بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ جو یقیناً قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرے گی۔

اس ترجمے کا مقصد معاشی فائدے کا حصول یا اپنی ادبی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ نئی نسل کو وہ اہم پیغام دینا ہے جو زندگی کی حقیقت سے انہیں روشناس کروانا ہے اور مقصد کی اہمیت، اس کے حصول کی لگن اور اس کے لیے قربانی دینے کی ہمت پیدا کرتا ہے۔

برادر م عمر الغزالی درد مند دل رکھتے ہیں اور معاشرے کی اصلاح اور ترقی کے لیے ہر وقت نئے نئے طریقے سوچتے اور ان کو عملی شکل دینے میں کوشاں رہتے ہیں مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ کوشش رازیاں نہیں نہیں جائے گی اور اس کے مطالعے سے ننگہ بلند، سخن و نواز، جاں پر سوز کا ایک ایسا منظر کھلے گا جس سے ہماری نئی نسل کے قارئین بالخصوص استفادہ کریں گے۔

اعجاز اسلم امجد

لاہور

خواب بننے کی خواہش

شہر کرنے پہ آؤں تو شاید چند نام ایسے ملیں کہ جنہوں نے خون جگر میں انگلیاں ڈبو کر صرف اور صرف اپنی نسل یا آئندہ آنے والی نسل کے لوہاؤں کے لیے تحریریں رقم کی ہوں۔ اوروں کا دامن اس گوہر سے بہت عیاشی ہے اور اس کے دشت کی بیاس بہت زیادہ ہے۔ آپ اس تحریر کی جاننداری دیکھئے کہ آپ ایک کہانی کے سر میں بھی رہے ہیں اور گلارے وقت کے زخم کی داستان بھی بنتے جاتے ہیں۔ یہی تو وہ سحر ہے جو مادہ ہے جو میری آنے والی نسل کو زندہ رکھے گا، ماضی سے پیوستہ رکھے گا اور مستقبل کے خواب بننے کی خواہش پیدا کرے گا۔

بلاشبہ پانڈو کوئیٹو کا طرز بیان اور تحریر کی جامعیت اور کہانی کا پلاٹ اپنی جگہ مگر اور مہر افزائی نے کتاب کا تعارف اور پھر آخر میں اہم نکتہ کو زہن نشین کرانے کے لیے جو سوال نامہ مرتب کیا ہے وہ اس کتاب کی اہمیت کو بڑھا رہا ہے۔

مستند و مقبول جان
لاہور

حرف آغاز

"Every few decades a book is Published which changes lives of its readers for even the Alchemist is such a book"

وی اے کیپریس کا یہ تیسرا برازیلی مصنف پانڈو کوئیٹو کی کتاب کے بارے میں ہے جس کی اب تک دنیا کی 40 سے زیادہ زبانوں میں چار کروڑ سے زائد کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔

کتاب کی اس بے مثال مقبولیت کی وجہ اس کا موضوع اور مصنف کا انداز تحریر ہے۔ کتاب کا موضوع ہر انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ مصنف نے اس موضوع کو انتہائی سادہ اور دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے کہ قاری پر اس کا سحر طاری ہو جاتا ہے اور کتاب کے اختتام پر وہ اپنے آپ کو ایک الگ دنیا میں پاتا ہے۔

اس کتاب کو ترجمہ کرنے کی بنیادی وجہ اس کی مقبولیت اور اس میں پیش کیے جانے والے موضوع کی اہمیت نہیں ہے بلکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ:

- ☆ مصنف نے انسانی زندگی کے چند بہت ہی اہم امور سے حلق پائی جانے والی کم علمی بلکہ غلط فہمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہا ہے اس کا اندازہ کتاب کی مقبولیت سے لگا جا سکتا ہے۔
- ☆ ان امور سے متعلق مصنف کا نقطہ نظر کم و بیش وہی ہے جو اسلام کا ہے دراصل یہ بہت حد تک اسلام کے فلسفہ حیات سے ہی اخذ شدہ ہے۔

ہم بالعموم اپنے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہیں۔ مغرب کی صنعتی ترقی کی چکاچوند ہماری نظروں پر اسلام کے کاموں تک بھی نہیں جانے دیتی۔ ہمارے ہاں تیار ہونے والی اشیاء جب بین الاقوامی لیبل کے ساتھ واپس ہمارے ہاں فروخت ہوتی ہیں تو ہمارے احساس پر پوری اتارنی ہیں۔ اسی طرح ہمارے اپنے نظریات جب مغربی لبارہ اوردہ کہ ہمارے پاس آتے ہیں تو ہمارے لیے معتبر اور قابل عمل بن جاتے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ:

- ☆ مغرب کی کامیابی کے پیچھے وہ نظریات اور اصول ہیں جو حضرت محمد ﷺ آج سے چودہ سو سال قبل لائے تھے۔
- ☆ کیا اس دنیا میں کامیاب زندگی کیلئے اس نظریہ حیات پر صرف ایمان لانا ہی کافی ہے یا ایمان کے بعد عمل بنیادی شرط ہے۔

☆ اسلام کے فلسفہ حیات پر ایمان لانے بغیر اس کے اصولوں پر عمل تو اس دنیا میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس کی مثال میں مغرب سے مل سکتی ہے۔ جبکہ ان لازوال اصولوں پر محض ایمان جو کہ عمل سے خالی ہو، ایمان لانے والے کو اس دنیا میں کامیابی کی ضمانت نہیں دیتا۔ اس کی کوئی ہماری ہے سکون معاشرتی زندگی دیتی ہے۔

اس کاوش کا مقصد یہ ہے کہ ہم زندگی کی حقیقت کو جانیں اور ایک با مقصد زندگی گزارنے اور اس مقصد کے حصول کے لیے درکار محنت کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھیں۔

کتاب سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس کتاب کو محض ایک کہانی سمجھ کر نہ پڑھیں۔ مطالعے کا آغاز کتاب کے تعارف سے کریں۔ اس میں اٹھائے جانے والے نقاط کو لیکر کتاب کا مطالعہ کریں۔ اور ان کا جواب تلاش کریں۔

کتاب کے آخر میں ایک سوال نامہ لکھ کر کیا گیا ہے تاکہ وہ اہم نقاط جو مصنف نے اٹھائے ہیں اور جو اس کتاب کی عالیشان شہرت ہے، ہر قاری ان کا زیادہ سے زیادہ ادراک حاصل کر سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا آنے والا کل ہمارے آج سے بہتر بنانے کا شہود اور نعمت عطا فرمائے۔ (آمین)

عمر الفزلی

تعارف

ہاؤلو نے ہر انسان کی زندگی میں پیش آنے والے درجہ ذیل پانچ اہم امور کو بہت ہی دلچسپ کہانی کے اعجاز میں پیش کیا ہے:

- ۱- مقصد کا تعین اور اس کے حصول کی جدوجہد انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔
- ۲- انسان مقصد کا احساس ہونے کے باوجود اس کے حصول کی حیرت نہیں کر پاتا کیونکہ:
 - ☆ وہ ناکامی سے خوفزدہ ہوتا ہے۔
 - ☆ مقصد کی صداقت پر اس کا اعتقاد متزلزل ہوتا ہے۔
 - ☆ مقصد کے حصول کے لیے درکار محنت سے گھبراتا ہے۔
 - ☆ وہ ریسک لینے سے ڈرتا ہے۔

- ۳- اپنی موجودہ حالت کو قسمت کا لکھا سمجھ کر اپنے دل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
- ۴- انسان کو باطنی ماضی کی کتابچوں پریشان کرتی ہیں یا پھر مستقبل کی گھڑتاتی ہے۔ اس گھڑ اور پریشانی میں وہ اپنے حال سے غافل رہتا ہے۔
- ۵- انسان کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہوتا۔

مغربی معاشرے میں ایک فرد کی انفرادی اور لازوال زندگی جتنی بھی اہم اتفرقی کا شکار ہو، (ہمارے مطابق) ان کی معاشرتی زندگی کی کامیابی ہمیں بہت کچھ سوچنے کی دعوت دیتی ہے۔ ان کی کامیابی معاشرتی اور سماجی زندگی کی بنیاد ہے اسلام کے لازوال اصولوں پر عمل ہے۔ ہمارے لیے کونسا لگ رہا ہے کہ نکل مغرب اس پیغام پر ایمان تو نہیں لائے مگر اس پر صدقہ دل سے عمل کر کے ایک پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔

جب کہ ہم لوگ اللہ کی وحدانیت اور اس کے دہے ہوئے فلسفہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں مگر ہماری سماجی زندگی میں پائی جانے والی اتفرقی، نفسانسی ارتعاشات، مائتربا پروری، سفارش اور لچے معاشرتی فرائض سے غفلت ہمیں دعوت فکر دیتی ہے کہ آیا اس دنیا میں کامیابی زندگی گزارنے کے لیے صرف اسلام کے درہنما اصولوں پر ایمان لانا ہی کافی ہے یا اس پر عمل بھی ضروری ہے۔

ہمارے تمام مسائل کی اصل وجہ و نظام تعلیم ہے جو ایک سادہ سادہ تحت پر مبنی اور میں ترتیب دیا گیا تھا۔ مقصد تھا کہ نوجوان نسل سے اس کی پہچان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور اپنی عقل کو استعمال کرنے کی اہلیت سمجھ لی جائے تاکہ وہ وفادار غلاموں کی طرح نہ صرف برطانوی اقتدار کو قبول کر لیں بلکہ اس کے لیے نکل پر لوں کا کام بھی کریں۔ یہی اس نظام تعلیم کا ہی کرشمہ تھا کہ صرف چند سو ماہرین دو سو سال تک کروڑوں لوگوں پر حکومت کرتے رہے۔
یہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہماری نسلیں بے مقصدیت کا بدترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔ اس نظام تعلیم سے تربیت پا کر تیار ہونے والی نسل کی تصویر کشی اکبر الہ آبادی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

لڑچر کو جھوڑ اپنی ہنری کو بھول جا
شیخ و کتب سے ناطہ رک کر سکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کما ڈنل روٹی کھری کر خوشی سے بھول جا

یہ ہمیں منزل کا پتہ ہے اور نہ راستے کا علم۔ ہم یہ بھی بھول گئے کہ آج یارپ ترقی کے جس عروج پر ہیں نظر آتا ہے اس کی پیڑھی ہمارے آباؤ اجداد نے ہی تعمیر کی تھی۔ اقبل ہماری نسل کو خواب غفلت سے جگاتے ہوئے کہتے ہیں:
کبھی اے نوجوان مسلم! تدبیر بھی کیا تو لے
وہ کیا کردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
اپنی اہلیوں کا مقام ہے کہ ہم خواب غمگوش سے نکل کر اپنی اس گم شدہ میراث کو دوبارہ پانے کی جدوجہد کرنے کی بجائے بے عملی کا شکار ہیں۔ ہم اپنی شاندار تاریخ پر غرور کرتے ہیں مگر اس کو دوبارہ حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اقبل کہتے ہیں:

تھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گلزار وہ کردار، تو ثابت وہ سیما
.....
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہنر فردا ہو!

ہم اپنے بارے میں شدید احساس کمتری کا شکار ہیں۔ ہمارے ہاں تیار ہونے والے گارمنٹس اور سپورٹس کا سامان ہم اپنے Addidas اور Nike کے لیبل کے ساتھ ہماری دکالوں میں داپس آتے ہیں تو یہ ہمارے لیے کوالٹی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ اور کئی گنا مہنگے بکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح مغرب سے نکلنے والا ہر نگرہ، چاہے اس کی اساس اس اہلی بیٹھاس ہی کیوں نہ ہو جو رسول نبی کریم ﷺ آج سے چودہ سو سال قبل گئے تھے ہمارے لیے زیادہ قابل قبول ہو جاتا ہے۔ اگر ہم جب بھی ان

ہاتھ پر عمل پیرا ہوں تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ حکمت سومن کی گم شدہ میراث ہے وہ اسے جہاں سے ملتی ہے وہ اسے حاصل کر لیتا ہے۔

معنی اس کتاب میں ہر انسان کی زندگی میں پیش آنے والے پانچ اہم امور کو بہت خوبصورتی کے ساتھ واضح کرتا ہے۔

مقصدیت

جن لوگوں کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا ان کی مثال، بیٹروں کی سی ہے جن کی زندگی کا مطلع نظر صرف اور صرف چارے اور پانی کا حصول ہوتا ہے۔

دن اور رات کا آنا جانا، موسموں کا بدلتا پھر جی ہر گاہ میں آدھ فرض کسی بات سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگرچہ دلہا انہیں ایک ایک کر کے ذبح بھی کرنا شروع کر دے تو انہیں معلوم تک نہیں ہوگا۔

جب کہ ان انسانوں کی مثال، جن کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے، ایک چروہے کی سی ہے۔ جو بیٹروں کے ریوڑ کو موسموں کی شدت اور بیٹروں کے خطرے سے محفوظ رکھتا ہے اور ان کی رہنمائی بری بھری چراگا ہوں کی طرف کرتا ہے۔

مقصد ہی انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتا ہے۔ مقصد کے حصول کی لگن انسان کو آگے بڑھنے کا حوصلہ اور مشکلات کو جھیلنے کی جرأت دیتی ہے۔ یہ مقصد کے حصول کی لگن ہی ہے جو انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ ہر ناممکن کام کو ممکن بنا سکتا ہے۔

یہ واضح مقصد ہی تھا کہ انسان نے جان کر کھڑا کیا اور اب اس کے قدموں کی گونج مرنے پر سنائی دے رہی ہے۔ چاند کو سمیٹنے والے لوگ بھی ہماری طرح گوشت پوست کے انسان ہی تھے۔ ان میں اگر کوئی خاصیت تھی تو صرف یہ کہ انہیں اپنے مقصد کا علم تھا اور ان میں اس کے حصول کی لگن تھی۔ مقصد بتاتا ہے کہ اس کا حصول اتنا ہی آسان۔

مقصد کے حصول کی لگن اور ہمت

مقصد کے تعین کے بعد، کامیابی کی دوسری شرط مقصد کے حصول کی تڑپ اور لگن ہے۔ یہ لگن اتنی شدید ہو کہ انسان اس کے حصول کی تک و دو دردمیان میں ترک نہ کر دے۔ اکثر لوگوں کی زندگی کا مقصد تو ہوتا ہے لیکن وہ اس کے حصول کے لیے مسلسل تذبذب کا شکار رہتے ہیں کیونکہ وہ:

- ☆ ناکامی سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔
- ☆ مقصد کے حصول کے لیے درکار محنت سے بچی جاتے ہیں۔
- ☆ مقصد کی صداقت پر غیر محکم یقین کا فقدان ہوتا ہے۔

سبب ساری

☆ ناکامی کا خوف اور اپنی مسامحتوں پر اعتقاد کی کمی انسان کو مقصد کے حصول کی کوشش سے روک سکتی ہے۔

کامیابی صرف یہی نہیں ہے کہ آپ منزل پر پہنچ جائیں اگر منزل سے کچھ پیچھے بھی رہ جائیں اور آپ اگر بغور جائزہ لیں تو آپ اس سفر کے دوران کئی اور منازل حاصل کر چکے ہوتے ہیں جو بنائے خود کامیابی کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہر انسان یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ ہر اس چیز کو حاصل کر لے جس کا وہ ارادہ کر لے۔

دسمبر 1956ء میں روس کے سنگری پر قبضے کے بعد ایڈریو فریڈ ہوک آسٹریا گیا اور وہاں سے نیو یارک۔ اس کا باپ گولا اور ماں کلرک تھی۔ غربت کی وجہ سے وہ تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہا تھا۔ اور مردوری کر کے گذر لوگات چلاتا تھا۔ اپنی شہر میں بے چارگی اور بے بسی کی حالت میں چار دن بنیہ کھائے پتے گذر گئے۔ اور ایک مہینے کے بچے اس کا لسانہ تھا۔ اسی فائدہ مستحق میں سات ماہ گذر گئے۔ 1957ء کے وسط میں اسے ایک بس کنڈکٹر کی نوکری ملی گئی۔

جب جیب بکھ پیسے اور پیٹ میں روٹی آئی تو ذہن نے بھی کام شروع کیا۔ اس نے سوچا "کیا میں نے زندگی بھر مسافروں کی گاڑیاں سنی ہیں؟"

دل نے گواہی دی کہ زندگی بھر روٹی اور پانی کی بھر سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس نے سوچا کہ کیا کیا جائے۔ جواب آیا کہ ترقی اور کامیابی کے راستے طم سے نکلتے ہیں۔ پھر سوچا کہ تعلیم کے لیے تو کافی رقم درکار تھی جبکہ وہ مشکل سے پیسے کا اندھن پورا کر پاتا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ دن میں ایک پارکھا کھائے گا اور ریل یا بس کی بجائے پیدل سفر کرے گا۔ چہ ماہ میں اس نے اسے پیسے جمع کر لیے کہ کئی کالج نیو یارک میں داخلہ لے سکے۔

ایڈریو فریڈ ہوک کی انگریزی بہت ہی داہجی اور سائنس کا طم نہ ہونے کے برابر تھا لیکن وہ بھر بھی پڑھائی میں "ڈارن سائنس" رکھنے پر مصر تھا۔ جب اس کا امرار منہ میں بدلنے لگا تو پرنسپل ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا:

"اگر کوئی چارٹ کا پوائنٹ اوپنٹی چھلا گنگ لگتا ہے تو ہم اسے روکنے والے کون ہوتے ہیں۔"

پرنسپل کا یہ فقرہ اس کے دماغ میں اٹک کر رہ گیا اور آنے والے دنوں میں اس کے لیے ہمیشہ کا کام ہوتا رہا۔

1964ء کی ایک رات جب اس نے اپنی کرنل فریڈ ایول سے اپنے مقصد کا تذکرہ کیا کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا انسان بنا چاہتا ہے تو اس کا وہ ہاتھ ریلوے کے لیے خلا تعلق تھا۔

"ایڈریو ہاؤنٹ ایورسٹ یقیناً بہت اونچی ہے لیکن انسان کے حوصلوں کے سامنے بہت چھوٹی ہے۔ اس کو سر کرنے والے بھی انسان ہی تھے ڈیڑھ سو پونڈ وزنی، دو آنکھوں، دو ہاتھ اور ایک پاؤں دماغ والے انسان۔ آخر تم ان میں سے ایک کیوں نہیں ہو سکتے۔" ہوا نے جواب دیا۔

"ہاں اب اس وقت عمل اور محنت لوگوں کو بڑا خیال ہے اور میرے پاس دلوں ہیں۔"

1967ء میں اس کی زندگی نے ایک اور کڑھ لی۔ اس نے گاڈون سورا اور رابرٹ ٹائس کے ساتھ مل کر "انٹل (Intel) کی بنیاد رکھی۔ اس کے چھوٹے سے دفتر کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ صرف آٹھ برس بعد اصل

سبب ساری

(Intel) امریکہ میں ہڈس کے ریکارڈ تو روڈے کی لیکن ایڈریو کو اس کا یقین تھا اور یہی یقین اس کا اصل سرمایہ تھا۔

ایڈریو گرو کا نام آج دنیا کی ساتویں بڑی فرم کے ساتھ آتا ہے۔ اس کمپنی کے اثاثے 30 بلین ڈالر سے زیادہ ہیں (پاکستان کے کل برڈنی قرضے 32 بلین ڈالر ہیں) اور ہر سال 5.1 بلین ڈالر سے زیادہ کا منافع کما تی ہے۔ ایڈریو کے مالیاتی اثاثے 300 بلین ڈالر ہیں۔

1997ء میں ایڈریو کو "مین آف دی ایئر" قرار دیا گیا۔ ٹائم میگزین کی ٹیم نے ایڈریو کے دوران اس سے سوال کیا "کیا آپ دنیا کے بے روزگار لوگوں کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں؟" اس نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں لمبا سانس لیا اور پھر صحافیوں سے مخاطب ہوا:

"میرے خیال میں دنیا میں کوئی بے روزگار نہیں۔ قدرت نے جسے عقل سے نوازا ہو وہ ہاتھ دے دے ہوں آ کر وہ بے روزگار کیسے ہو سکتا ہے؟"

"لیکن دنیا میں تو اس وقت بے روزگار لوگوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔" صحافی نے سوال کیا۔

"آپ فائنڈسٹ جو صلہ اور ہڈس لوگوں کو بے روزگار کہہ رہے ہیں۔" ایڈریو نے جواب دیا۔

قرآن اس بات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿كَيْفَ يُلَاقِيهِ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُمْ﴾ (سورہ الحج: آیت ۳۹)

انسان کے لیے کچھ نہیں سوائے اس کے جس کی اس نے کوشش کی۔ پانا مشرق کے الفاظ میں:

Exploration
actually
(Home work)
یعنی خاکی اپنی فطرت میں نہ لوری ہے نہ ناری ہے
کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم کوشش تو کرتے ہیں مگر نتائج الٹ نکلتے ہیں۔

کامیابی آپ کا احسان تھی ہے جو اس احسان پر پورا اترتا ہے وہ کامیابی سے سرفراز ہوتا ہے ایک یقینی کہادت ہے کہ:

"رات کے تاریک ترین لمحات صبح سے نوسویں ڈیڑھ گھنٹے آتے ہیں۔"

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ پر یقین رکھیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور پھر ناکامی کی وجوہات ڈھونڈنے کا انسان کی صلاحیتوں پر منفی اثر ہوتا ہے۔ ماہرین نفسیات کے مطابق جب تک آپ اپنی ناکامی کی وجوہات ڈھونڈتے رہتے ہیں آپ کا ذہن آپ کو کوشش کرنے سے روکتا رہتا ہے اگر آپ ان وجوہات کو بول کرنے سے انکار کریں تو آپ کا ذہن آپ کی جدوجہد میں آپ کے ساتھ مصروف ہو جاتا ہے۔

جب ہم ہا مقصد زندگی نہیں گزار رہے ہوتے تو ہماری توجہ اس بات پر ہوتی ہے کہ کام میں صرف اتنی محنت کی جائے کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے مگر جب ہم ہا مقصد زندگی گزارتے ہیں تو ہم کام صرف وقت گزارنے کے لیے یا محض کام لٹانے کے لیے نہیں کر رہے ہوتے بلکہ اس کام سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جب آپ کام میں لطف محسوس کرتے ہیں تو آپ کی کارکردگی بھی بہتر ہوتی ہے اور لوگ آپ کے ساتھ کام کر کے، آپ کے ساتھ کاروبار کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

قسمت

ہم زندگی کے بارے میں بہت ہی عجیب و غریب اور بعید از حقیقت نظریات رکھتے ہیں۔ جن میں ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ ہماری زندگی و موت اور ذوق غرض سب کچھ قدرت کے تابع ہے اور ہمارا اس پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ اور اس مثبت نظریے کے ہماری زندگی پر بہت ہی مثالی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ قسمت پر یقین کا یہ مثالی پہلو ہمیں محنت سے جی چرانے کی ترغیب دیتا ہے۔ بے شک خدا نے سب کچھ ہمارے لیے طے کیا ہے اور ہمارے لیے ایک راہ بھی چھین کی ہے۔ اس کی رحمت سے یہ بہت ہے کہ جو کچھ اس نے انسان کے لیے متعین کیا ہے وہ اس کے فائدے کے لیے نہیں ہے؟ خدا نے انسان کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے اس کے حصول کے لیے محنت کو وسیلہ بنایا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک روز ایک صحابی نے شکایت کی کہ آپ نے تو کہا تھا کہ ہماری ہر چیز خدا کی حفاظت میں ہے لیکن آج میں اپنی اونٹنی کو چھوڑ کر نماز پڑھ رہا تھا صاحب میں نماز سے فارغ ہوا تو میری اونٹنی وہاں نہیں تھی۔ آپ نے ان صحابی سے پوچھا تم نے اونٹنی کو کون سے کون سے ساتھ ہا نہ رکھا تھا؟

انہوں نے جواب دیا کہ جب ہر شے خدا کی حفاظت میں تو میری اونٹنی کو ہا نہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟
"اونٹنی کی حفاظت تو خدا نے کرنی تھی مگر اس کام کے لیے اس نے کون سے کون سے مقرر کیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا۔

اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ انسان کی قسمت میں پہلے سے کچھ لکھا ہوا ہے، تو اس کے حصول کا وسیلہ تو بہر حال انسان کی محنت ہی ہے نا

حدیث قدسی ہے:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان میں رہتا ہوں۔ وہ میرے بارے میں جیسا سوچتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔"

اگر انسان یہ سوچے کہ قدرت اس کے خلاف عمل ہی ہے تو ناکامی اس کا مقدر ہوگی لیکن اس کا مقدر کوئی اور نہیں وہ خود ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہے۔
پاؤلو کے مطابق "جب کوئی انسان کسی کام کو کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کائنات کی ہر شے اس کی مدد کے لیے مصروف ہو جاتی ہے۔"

"If somebody wishes to do something the whole universe conspires to make it come true."

اس امر کی دلیل میں قرآن سے من الفاظ میں ملتی ہے:

﴿وَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۵۹)

"اور جب کسی کام کا مقصد ارادہ کر لو تو مجھ پر بھروسہ کرو۔"

اس بات کی صداقت کی گواہی ہمیں اپنی روزمرہ زندگی میں ضرور نظر آئے گی۔ دوسروں کی مثال چھوڑے خود آپ کی اپنی زندگی میں یہ ضرور ہوا ہوگا کہ آپ کسی بات کا مقصد ارادہ کر لیں تو پھر ہر ناممکن کام بھی مکمل ہو جاتا ہے۔

اگر انسان وہ کام کرے جو اس کی میدان طبع کے مطابق ہو، تو وہ اس کام سے لطف اندوز ہوتا اور اس میں کمال حاصل کرتا ہے۔ جب کہ اگر وہ کوئی کام محض مجبوراً کر رہا ہو تو اس کے ساتھ اتنا انصاف نہیں کر سکتا۔ ہمارا نظام تعلیم اس طرح سے ڈھب ہی نہیں دیا گیا کہ طالب علموں میں سوچنے اور اپنے ذہن کو استعمال کرنے کی استعداد پیدا کی جائے۔ ایک مشہور انگریزی مثل ہے:

"Who has no courage to lose sight of the shore can never discover new horizons."

مستقبل کی فکر

انسان یا تو اپنے ماضی کی کتا پیٹوں پر پریشان رہتا ہے یا مستقبل کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ اس فکر پر پریشانی میں وہ اپنے حال سے ناخوش ہو جاتا ہے۔ زندگی میں ماضی اور مستقبل کوئی مفہوم نہیں رکھتے۔ ماضی اس لیے نہیں کہا آپ اسے بدل نہیں سکتے۔ ہر پریشانی آپ کی صلاحیتوں کو ہلاتی ہے اگر اس سے ہمکارا پالیں تو آپ زیادہ بہتر انداز سے حال میں محنت کر سکتے ہیں۔ ہم مستقبل کا حال اس لیے جانا چاہتے ہیں کہ آئندہ آنے والے حالات کے بارے میں پیش بندی کر لیں۔ ہم کسی آگے والے واقعے کو پہلے سے معلوم کر لیں ایسا کوئی علم غیب کسی انسان کو اللہ نے نہیں دیا۔ علم غیب صرف اللہ کے پاس ہے اور کبھی کسی کسی انسان کو ضرورت کے مطابق یہ علم کسی بھی ذریعے سے عطا کر سکتا ہے۔

﴿وَمَا تَكُنَّ إِلَّا لِيُحْكَمْ عَلَيْكَ عَنِ الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخْتَبِرُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ مَن يَشَاءُ﴾ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۷۹)

"اللہ کا طریقہ نہیں کہ تم کو غیب کے بارے میں مطلع کر دے غیب کی باتیں جاننے کے لیے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔"

اور پھر اگر آپ نے دانے دانے کو بدل نہیں تو پھر اس کا مطلب ہے کہ یہ اتنے بولے والی نہیں تھا کہ جو اللہ نے کرنا ہے وہ کسی بھی مخلوق کی طاقت سے باہر ہے کاسے بدل سکے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی شے کو بدلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو پھر اللہ تعالیٰ انسان کو کبھی کبھار بھی ہمیں اس کے بارے میں چٹکی علم کیوں دیتا ہے۔ ہاؤلو کے مطابق اللہ تعالیٰ انسان کو مستقبل کے اس واقعے کے بارے میں آگاہی دیتا ہے جس کو اس نے کھائی اس ارادے سے تھا کہ اس کو جلد دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے مستقبل میں آنے والے واقعات کے نشان ہمارے حال میں رکھ دیئے ہیں۔ اگر ہم صحت کریں تو ہمارا حال بدلے گا اور پھر یہ نشانیاں بھی بدلیں گی اور اس طرح مستقبل خود بخود بہتر ہو جائے گا۔

﴿كَيْسَ لِبَشَرٍ إِذَا مَا تُنْصَحُ﴾ (سورۃ النجم: آیت ۳۹)

یعنی برا صرف اور صرف ماں میں ہے۔

اپنی صلاحیتوں پر اعتماد

انسان کے اندر خدا نے کتنی صلاحیت رکھی ہے اگر انسان کو اس کا صحیح ادراک ہو جائے تو ہر انسان غیر معقول کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ یہ ہمارے نظام تعلیم کی خامی ہے۔ بہت کم لوگ اس سے گذر لے کے بعد اپنی صلاحیت کا احساس حاصل کر پاتے ہیں۔

THE POWER OF POSITIVE THINKING 10,000 SUCCESSFUL THINGS THAT DO NOT WORK.

لیس براؤن کو پیدائشی وہی معزوری کی وجہ سے والدین نے قہم خانے میں داخل کر دیا۔ اس کے استاد نے اسے صحت دلائی اور اس میں آگے بڑھنے کی لگن پیدا کی۔ اس نے براؤن سے کہا "کسی اور کی تمہارے بارے میں مائے تمہاری صلاحیتوں کو متنبہ نہیں کر سکتی۔ تم نے خود اپنی راہ متنبہ کرنی ہے اور لوگوں کی اپنے بارے میں مائے کو غلط ثابت کرنا ہے۔" استاد کی صحت افزائی سے براؤن میں آگے بڑھنے کی لگن پیدا ہوئی اور اس نے اپنی تعلیم حاصل کی اور ماہر تعلیم اور لریٹر بن گیا۔ آج امریکہ میں اس کے پائے کا پھر تعلیم کوئی اور نہیں ہے۔ وہ ہزاروں امریکی گھنٹہ ماہرہ وصول کرتا ہے۔

اگر آپ ان کامیاب افراد، جو کسی بھی استطاعت میں دنیا کی تاریخ پر اثر انداز ہوئے، کی زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ کو احساس ہوگا کہ ان میں سے ہر شخص کا ہے وہ کما کما علم ہوں یا کوئی اور مشہور عالمی رہنما، یا پھر نبی کریم ﷺ کی مثال لے لیں۔ ان میں سے ہر شخص نے جب جد جہد شروع کی تو وہ جن تہا ہی تھا۔ اور ہر وہ شخص جو کوئی نئی ایجاد کرنے میں کامیاب ہوا آواز میں اسے بھی لوگوں کے استہزا کا نشانہ بننا پڑا۔ من کو بھی اس وقت کے لوگوں نے وقت اور پیسے کے فیض کا مرکب قرار دیا۔ لیکن ان میں سے ہر شخص نے صرف اور صرف اپنی صحت اور لگن سے نہ صرف لوگوں کے التزام کو غلط ثابت کیا بلکہ وہی لوگ بعد میں ان کی حمایت پر بھی مجبور ہوئے۔ انسان اگر حالات کی ناسازگاری اور مواقع کی کمی کی شکایت کرنے کی بجائے صحت اور حوصلے کے ساتھ کسی مقصد کے حصول کے لیے جد جہد کرے تو بالآخر کامیابی اس کے قدم چومتی

ہے۔ جبکہ ناسازگار حالات کا رد کارونے والے سازگار حالات میں بھی کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں دے پاتے۔

یادان میز گام نے عمل کو جانیا

نور ہم محو جہد جس کارواں رہے

ایک انگریزی کہاوت ہے: "تنانوے نئی صدی کا کامی ان لوگوں کے سبب ہوئی ہے جو کام نہ ہونے کی ناراضیاں دہے کے عادی ہوتے ہیں۔"

مصلحت اتفاق

پاولو کے بقول دنیا میں مصلحت اتفاق نام کی کسی شے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سب کچھ خالق کائنات کی طرف کی منصوبہ بندی کے مطابق انجام پاتا ہے۔ بعض اوقات آپ کو اپنی صحت کا صلہ نہیں ملتا اور آپ مایوسی اور توجہت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن کسی آپ نے غور کیا ہے کہ آپ جس واقعے کو مصلحت اتفاق قرار دے کر نظر انداز کر دیتے ہیں وہ شاید آپ کی اس صحت کے صلے میں واقع ہوا ہے جس کا نتیجہ اس وقت نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ رحمن الرحیم اور عالم الغیب ہے۔ اسے معلوم ہے کہ آپ کے لیے کیا چیز کس وقت درست ہے اس لیے وہ آپ کی صحت کا صلہ تھوڑی دیر کے لیے مزید کر دیتا ہے اور آپ کو اپنی صحت کا صلہ چاہے دیر سے ملے بلکہ ضرور ہے۔ یاد رکھو کہ ہم بھی آپ کے معیار کے مطابق ہے جب کہ اس کے مطابق ہی صحیح وقت تھا۔

شہرہ آفاق کتاب "The Power of Positive Thinking" کے مصنف کے مطابق "قدرت ہمیشہ مساوات کے حصول پر عمل کرتی ہے۔ کسی انسان کو اس کی صحت کا صلہ تھوڑی دیر نہیں ملتا اور کسی اس کو اس کی صحت سے زیادہ مل جاتا ہے۔"

صحت

- ☆ پاولو کے مطابق اکثر انسان مقصد کا ادراک حاصل کر لینے کے باوجود اس کے حصول کی جدوجہد نہیں کرتے کیونکہ وہ ناکامی سے غرور ہوتے ہیں۔
- ☆ مقصد کے حصول کے لیے درکار صحت سے محروم ہوتے ہیں۔
- ☆ مقصد کی صداقت پر غیر حکم یقین کا فقدان ہوتا ہے۔
- ☆ ناکامی کا خوف اور اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کی کمی انسان کو مقصد کے حصول کی کوشش سے دور رکھتی ہے۔
- ☆ صحت کا مہیا ہونے کے لیے بیماری شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی مدد اس وقت کرتا ہے جب وہ پہلے اپنی استطاعت کے مطابق بھر و صحت کر لے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿لَا يَخْبِرُ مَا يَقُولُ حَتَّىٰ يَنْفِرَ وَفَا مَا يَأْتِيهِمْ﴾ (سورۃ الرعد: آیت ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدل جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔

جہاں اس کے سامنے دنیا میں کیے جانے والے اس کے اعمال رکھے جائیں گے۔ اور ان اعمال کی بنیاد پر اس بات کا فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہوگا یا جہنم میں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں انسان کا عارضی ٹھکانہ اور مقام آزمائش ہے۔ اور کوئی بھی ذی شعور انسان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ کسی بھی ایسی جگہ جہاں وہ بہت تھوڑے وقت کے لیے آیا ہے وہاں وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے یہ احساس ہو کہ وہ یہاں ہمیشہ رہے گا، یا پھر جس سے اس کے وہاں آنے کا مقصد ہی خطرے میں پڑ جائے۔

مثلاً پہاڑوں پر سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اگر پڑھائی کی غرض سے لاہور جائے گا تو وہاں تعلیم حاصل کر کے اپنا مستقل سہارا لے گا۔ لاہور میں وہ صرف اتنا سامان جمع کرے گا جتنا کہ اسے اپنے مقصد قیام کے لیے ضروری ہے۔ اور اپنے لاہور میں قیام کے دوران وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اس کے مقصد پر زور پڑے اور نہ ہی وہ لاہور میں مستقل جائے اور بنانے میں لگن ہو جائے گا۔ کوئی بھی ایسا اقدام جو مستقل نوعیت کا ہو وہ اس جگہ پر کرے گا جہاں اس کا مستقل قیام ہے۔

تو پھر عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس دنیا کے لیے بھی اتنی ہی محنت کریں جتنا کہ ہم نے اس دنیا میں رہنا ہے۔ اس دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں اتنی مختصر ہے کہ اس کی آخرت کی زندگی سے کوئی نسبت تناسب ہی نہیں ہے۔ اس زندگی میں انسان کی اوسط عمر چارپان میں دنیا میں سب سے زیادہ یعنی ۹۰ سال ہے۔ جبکہ آخرت کی زندگی کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ عقل کا تقاضا ہے انسان اخروی زندگی کو زیادہ اہمیت دے اور دنیا کی عارضی زندگی میں وہ کام کرے جو اخروی زندگی میں کامیابی کا باعث ہوں۔ انسان کے عارضی مقاصد اس کی اصل کامیابی میں مددگار ہونے چاہئیں۔



کامیابی صرف یہی نہیں ہے کہ آپ منزل پر پہنچ جائیں اگر منزل سے کچھ پیچھے بھی رہ جائیں اور آپ بغور جائزہ لیں تو آپ اس سفر کے دوران کئی اور منازل حاصل کر چکے ہوتے ہیں جو بنائے خود ایک کامیابی کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہر انسان یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ ہر اس چیز کو حاصل کر لے جس کا وہ ارادہ کر لے۔ اللہ نے کسی بھی کامیابی کے حصول کے لیے محنت کو سیدھا سفر قرار دیا ہے۔

اور پھر رسول نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی جو تمام انسانوں کے لیے کھل موند ہے اس بات پر شاہد ہے۔ غزوہ بدر کے بعد نازل ہونے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کس طرح اللہ نے آپ ﷺ کی مدد کے لیے فرشتے نازل کیے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اللہ نے مسلمانوں کو فرشتوں کی نصرت سے نوازا تو پھر آپ ﷺ کو اتنی سختیاں بھییلنے کی کیا ضرورت تھی۔

ایک غزوے کے دوران پانی ختم ہو گیا۔ کئی روز سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے پانی کے کنوئیں خشک ہو چکے تھے۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے لشکر میں موجود پانی کے تمام برتن لانے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ تمام برتن خشک ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پھر بھی پانی کے تمام برتن لادو۔ مشکیں آپ کے سامنے لائی جائیں۔ جب برتن اور مشکیں لائی گئی تو آپ نے ان مشکوں کو ایک پیالے میں نچڑنے کا حکم دیا۔ خالی مشکوں کو جب نچڑا گیا تو آدھا پیالہ پانی نکلا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ انسانوں کی دعا اس وقت قبول کرتا ہے جب بندہ پہلے اپنی استطاعت کے مطابق پوری کوشش کرے اور پھر اللہ سے مدد کی دعا کرے۔" تب آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور موسلا دھار بارش ہوئی۔

انسان کی زندگی کا مقصد زندگی کا مقصد جسے عقل زندگی کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے۔

کیا ہماری زندگی اس کے ہیئت سے جنم لینے سے شروع ہوتی ہے اور موت کے بعد ختم ہو جاتی ہے؟ کسی بھی مذہب کے ماننے والا باخدا کی ذات کا انکار کرنے والا کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ انسان اس دنیا میں محدود وقت لے کر آیا ہے۔ اور ہر مذہب میں اس دنیا میں کیے گئے اعمال کی جواب دہی کا تصور بھی موجود ہے۔ چاہے آپ ہندو ازم کے آواگون کے نظریے کو ہی لیں۔ انسان اپنے اعمیہ یا برے اعمال کی جزا ہزما کے طور پر اپنی موجودہ حالت سے اعلیٰ یا برے روپ میں دوبارہ جنم لے گا۔ اسلام میں اس دنیا کی اصل حقیقت سے آگاہی دیتا ہے۔ دنیا میں ہر انسان کو ایک محدود زندگی عطا کی گئی ہے۔ جس کے اختتام پر ہر انسان اپنے خالق کے سامنے حاضر ہوگا

لا کے کا نام سن گیا گویا۔ جب وہ سترک چرچ کے پاس پہنچا تو شام داخل ہو چکی تھی۔ اس چرچ کی چھت عرصہ ہوا اگر نکلی تھی اور جہاں کئی پادری کا منبر ہوتا ہوگا۔ وہ جگہ انجیر کے ایک بہت بڑے درخت نے لے لی تھی۔

لا کے نے وہ رات اسی جگہ پر گزارنے کا فیصلہ کیا۔ جب تمام بھیریں شکستہ دروازے سے گزر گئیں تو وہیں نے دروازہ بند کر کے اس کے آگے ایک تخت لگا دیا تاکہ رات کے وقت بھیریں باہر نہ نکل سکیں۔ اس علاقے میں بھیروں کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ پورے پچھڑی ہوئی بھیر کو اصولاً بذات خود تھکا دینے والا کام تھا۔

لا کے نے اپنی جیکٹ سے فرش صاف کیا اور کتاب کا کلیہ بنا کر لیٹ گیا۔ اس نے آج یہ کتاب ختم کرنی تھی۔ وہیں نے سوچا کہ اب اسے اس کتاب کے بدلے میں زیادہ ضخیم کتاب لٹنی چاہیے تاکہ اس کو پڑھنے میں زیادہ وقت گزرے اور اس کا بھی بھربھریں سکے گا۔

جب وہ صبح کے وقت جاگ اٹھا تو ابھی تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ٹوٹی ہوئی چھت میں سے ستارے جمنا تک رہے تھے۔

”مجھے تو لگا اور سونا چاہیے تھا۔ اس نے دل میں سوچا۔ آج رات پھر اس نے وہی خواب دیکھا تھا جو اسے ایک ہفتہ قبل نظر آیا تھا مگر خواب آج بھی اچھوڑا تھا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان بھیروں کو اٹھانا شروع کر دیا جو ابھی تک نہیں اٹھی تھیں۔ جب بھی وہ جاگتا تھا اس کی زیادہ تر بھیریں بھی جاگ جاتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی غیر مرئی قوت سے وہ اور وہیں کی بھیریں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ آخر کیوں نہ ہو اس نے ان بھیروں کے ساتھ دو سال گزارے تھے۔ اور ان کے ساتھ جنگوں بیابانوں میں چارے اور پانی کی تلاش میں ملامت مارا پھرا تھا۔ بھیریں اب اس کے ساتھ اتنی مانوس ہو گئی تھیں کہ اس کے لوہات کار کا بھی انہیں اندازہ ہو گیا تھا۔

”یاد پھر میں ان کے اوقات کار کا عادی ہو گیا ہوں۔ اس نے سوچا۔

کچھ ایسی بھیریں بھی تھیں جو جاگنے میں ذرا وقت لگاتی تھیں۔ انہیں جگانا پڑتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ بھیریں اس کی زبان سمجھتی تھیں۔ اس لیے وہ کبھی کبھی کتاب میں سے کچھ تحریریں پڑھ کر سناتا تھا اور انہیں اپنے دکھ درد بھی سناتا تھا اور انہیں اپنی تنہائی میں شریک کرتا۔ وہ ان کے سامنے اس گاؤں پر کبھی تبصرہ کرتا جہاں سے وہ گزرتے تھے۔

لیکن پچھلے چند دنوں سے وہ اپنی بھیروں کے ساتھ صرف ایک موضوع پر بات کر رہا تھا۔ ایک ”دو شیزہ“ جو ایک تاجر کی بیٹی تھی جو اس گاؤں میں رہتا تھا جس تک پہنچنے کے لیے انہیں حربہ چارون درکار تھے۔

اس گاؤں میں اس سے پہلے وہ ایک دفعہ ایک سال لگ آیا تھا۔ تاجروں کا کاروبار بھی کرتا تھا۔ وہ انتہائی نکلی حراج تھا۔ اس کا مطالبہ ہوتا تھا کہ بھیر کی لون اس کی نظروں کے سامنے آزاری جائے۔ وہ اس تاجر کے پاس اپنے ایک دوست کے توسط سے پہنچا تھا۔ اس روز وہ کان پرش تھا۔ اس لیے لاکے کا انتظار کرنا پڑا۔ وہ دکان کی بیڑھیوں پر بیٹھ گیا اور اپنے قبیلے میں سے کتاب نکال کر پڑھنے لگا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ چرواہے بھی پڑھنا جانتے ہیں۔“ مقب سے لڑکی کی مترنم آواز آئی۔

لڑکی اندر اس کی بے مثال خوبصورتی کا مکمل موندھی رہا اور اسے ہال۔ اور گہری خوبصورت آنکھوں میں عرب نقوش کی جھلک تھی۔

”تمی ہاں ایجن میں نے کتاب کی بہت اپنی بھیروں سے لیا اور سیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا۔

انگے دو گھنٹے تک وہ ایک دوسرے کو اپنے حالات سناتے رہے۔

”تم نے پڑھنا کیسے سیکھا؟“ لڑکی نے احتیاط کیا۔

”جیسے سب پڑھنے والے سیکھتے ہیں۔ سکول میں۔“

”اگر تم پڑھنا جانتے ہو تو تم بھیریں کیوں چھوڑے ہو؟“ لڑکا کچھ بڑبڑایا تاکہ لڑکی تک نہ سمجھ سکے۔

وہ لڑکی کو اپنے سفر کی کہانیاں سناتا رہا۔ جنہیں سن کر لڑکی کی گہری آنکھوں میں حیرت اور خوف کا ماحول پھیل گیا تھا۔ لڑکا دعا مانگ رہا تھا کہ وقت ختم جائے یا پھر لڑکی کا باپ حربہ مصروف ہو جائے اور اسے لڑکی کے ساتھ کچھ حربہ وقت گزارنے کا موقع مل جائے لیکن اس کی دونوں دعائیں قبول نہ ہوئیں اور تاجر نے اسے چار بھیروں کی اون اتارنے کو کہا۔ جب وہ فارغ ہوا تو وہ پارٹی نے اسے پیسے دے دیے اور لڑکا کہہ کر وہ اگلے سال لہرا لے۔



اور اب چارون بعد وہ وہاں گاؤں میں ہوگا۔ وہ اس بات پر مسرور بھی تھا لیکن اس کے دل کے کسی خانے میں خوف بھی چھپا ہوا تھا کہ کبھی لڑکی اسے بھول ہی نہ جی ہو۔ اس کے علاوہ وہ بھی بہت سے چرواہے ہیں سے گزرتے ہوں گے۔

”مجھے اس کی زیادہ فکر بھی نہیں ہے۔ اس نے اپنی بھیروں سے کہا۔

”میں تو بھی کئی لڑکیوں کو چھوڑا ہوں۔“

لیکن اس کا دل اس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ ابھی تک تاجر کی دکان کی بیڑھیوں پر لگا ہوا تھا۔ چرواہوں، پھیری والوں اور ملاحوں کے دل کہیں نہ کہیں ضرور اٹکے ہوتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جس کے ساتھ ان کا دل ہوتا ہے

جہاں سے ان کی خوشیاں اور سیاحت کا لطف ہمیں لینا ہے۔

سورج نکلے والا تھا اس نے اپنے ریوڈ کو شرقی کی طرف سوزا۔ انہیں کبھی فیصلہ کرنے کی دقت نہیں اٹھانا پڑی۔ اسی لیے یہ میرے اتنا نزدیک رہتی ہیں۔ اس نے دل میں ہوا۔

”صرف چارے اور پانی کا حصول ہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ جب تک میں انہیں انڈس کی بہترین چرائیوں میں لے جاتا رہوں گا، یہ میرے ساتھ رہیں گی۔ ان کے دن ہمیشہ ایک جیسے ہوتے ہیں، طویل اور نہ ختم ہونے والے۔ انہیں صرف چارے اور پانی سے مطلب ہے اور بد لے میں وہ نہایت سخاوت سے ہر سال اولیٰ دیتی ہیں اور زندگی میں انہیں بارگوشٹ بھی ساگر میں ان کو ایک ایک کر کے ذبح کرنا شروع کر دوں تو ان کو اس وقت احساس ہوگا جب میں آدھے سے زیادہ ریوڈ کو ذبح کر چکا ہوں گا۔ یہ اپنی جبلت پر انحصار کرنا بھول گئی ہیں۔ وہ جبلت جو انہیں خطرے سے آگاہ کرتی ہے، مجھ پر اس لیے بھروسہ کرتی ہیں کیونکہ میں انہیں کھلاتا اور پلاتا ہوں۔“ لڑکے کو اپنی سوچ پر حیرت ہوئی۔

شاید یہ جاننا چرچ کا اثر تھا کہ اس کی سوچ میں اس قدر قوت طبع آگئی تھی۔

اس چرچ کے قریب اس نے دوبارہ وہ خواب بھی تو دیکھا تھا، شاید یہ اسی چرچ کا ہی اثر تھا کہ اسے بھیڑوں پر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی۔

اس نے جھنجھلاہٹ دور کرنے کے لیے پانی پیا اور اپنی جیکٹ کو جسم کے گرد کس کر لپیٹ لیا۔ لیکن اسے یہ جیکٹ بھی بوجھ لگ رہی تھی۔

”اس بوجھ کو اس وقت تک اٹھانا پڑے گا جب تک سورج اپنے عروج پر نہ پہنچ جائے۔ پھر گرمی اتنی بڑھ جائے گی کہ مزید سبز جاری رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔“ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب تمام سین ٹیلر کہتا ہے۔ گرمی کی شدت شاہاٹلے تک جاری رہتی تھی۔ سنا سے اس جیکٹ کی افادیت کا خیال آیا۔ اس کی وجہ سے وہ صبح کی تنگی کا سامنا کر پایا تھا۔

”جیکٹ کا بھی ایک مقصد تھا۔ جیسا کہ اس کی زندگی کا مقصد تھا۔“

اس کی زندگی کا مقصد تھا سیاحت۔ سین میں دو سال تک ادارہ گردی کرنے کے بعد اسے تمام شہروں اور قصبوں کا مددوار بوجھ معلوم ہو گیا تھا۔ اس دفتر اس کا ارادہ تھا کہ وہ تاجر کی بیٹی کو تائے گا کہ ایک چھوٹے لکھنچا ہٹا کیسے لیکھا۔ سولہ سال کی عمر تک اس نے مدرسے میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ باوری بنے تاکہ پورا خاندان اس پر فخر کر سکے۔

وہ خود سخت محنت کرتے تھے، صرف دو وقت کی روٹی کے لیے بالکل اس کی بھیڑوں کی طرح۔ اس نے مذہبی تعلیم کے ساتھ ہسپالوی اور لائسنس زبان سیکھی لیکن پھرین سے ہی اس کی خواہش تھی کہ وہ دنیا کی سیر کرے۔

یہ مقصد اس کی نزدیک خدا کو جاننے اور باوری بننے سے زیادہ اہم تھا۔ ایک دوپہر اس نے اپنی تمام زجرات جمع کر کے اپنے باپ کو اپنی اس خواہش سے آگاہ کیا۔

”ہمارے گاؤں میں پوری دنیا کے سیاح آتے ہیں۔ وہ کسی نئی چیز کی تلاش میں آتے ہیں اور جب انہیں پاتے ہیں تو بالکل ویسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ وہ یہاں آنے سے پہلے تھے۔“ اس کے باپ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”وہ اس پہاڑ پر چڑھنے کی مشقت صرف اس لیے جھیلتے ہیں۔“ اس کے باپ نے پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

”تاکہ وہ جھیل کا نظارہ کر سکیں اور جب وہ یہاں سے جا رہے ہوتے ہیں تو ان کا خیال ہوتا ہے کہ ماضی حال سے کتنا بہتر تھا۔ ان کے چاہے سنہرے بال ہوں یا وہ گندمی رنگت کے ہوں، ہوتے وہ ہمارے جیسے انسان ہی ہیں اور جہاں وہ رہتے ہیں وہ جگہ بھی ہماری اس زمین جیسی ہی ہے۔“

”لیکن میں پھر بھی ان کے شہروں کو دیکھنا چاہتا ہوں جہاں وہ رہتے ہیں۔“ لڑکے نے اصرار کیا۔

”ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کاش وہ ہمارے خوبصورت علاقے میں ہمیشہ رہ سکتے۔“ باپ نے کہا۔

”مگر میں ان کا علاقہ اور ان کی بودوباش دیکھنا چاہتا ہوں۔“ لڑکے نے جواب دیا۔

”مگر سیاحت کے لیے تو کافی پیسہ رکھنا ہوتا ہے۔۔۔ اور ہمارے پاس صرف دو وقت کی روٹی ہے۔ ہمارے پاس تو صرف چھوٹے ہی ہڑا کا ہوں کی تلاش میں سیاحت کر سکتے ہیں۔“ باپ نے بیٹے کو سمجھانے کی آخری کوشش کی۔

”تو پھر میں چھوٹا ہوں گا تاکہ اپنے ریوڈ کو پورے سین میں لے لے لے پھروں۔“ لڑکے نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ باپ نے بھی مزید بحث کرنا منسوخ سمجھا۔

اگلے دن اس کے باپ نے اس کے سامنے سونے کے چین سکے رکھے۔

”یہ مجھے کسی سال قبل مائے سے ملے تھے میں نے اس لیے سنبھال کر رکھ دیے کہ ایک دن تمہارے کام آئیں گے۔ اب تم ان سے بھیڑیں خرید لو اور اپنا شوق پورا کر دو مگر ایک دن تمہیں احساس ہوگا کہ تم جس علاقے کو چھوڑ کر جا رہے ہو وہ دنیا کا سب سے خوبصورت علاقہ ہے۔“

جب اس کا باپ اسے اپنی دعاؤں سے رخصت کر رہا تھا تو اسے اپنے باپ کی آنکھوں میں بھی ایک دہلی ہوئی خواہش نظر آئی۔۔۔ دنیا دیکھنے کی خواہش۔

اس نے اس خواہش کو دبانے میں عمر گزار دی تھی مگر وہ خواہش اب بھی اس کی آنکھوں سے جہاں تھی۔ یہ خواہش دو وقت کی روٹی کی تلاش کے لیے دہلی ہوئی ضرور تھی مگر ابھی تک زندہ تھی۔

فلک پر سچ کی سرفی کے پیچھے سے سورج آہستہ آہستہ نکلا رہا تھا۔ لڑکا اپنے اور باپ کے درمیان ہونے والی بحث کو یاد کر رہا تھا۔ وہ اپنے فیصلے پر مطمئن تھا۔ اب تک وہ کئی خوبصورت مقامات سے گزرا تھا اور اس کی ملاقات کئی لوگوں سے ہوئی جن سے اس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ وہ بہت سی عورتوں سے بھی ملا۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اس جیسی نہیں تھی جس سے اس نے چند دن بعد ملنا تھا۔

اس کے پاس بھیزوں کا ریز تھا۔ ایک کتاب تھی جس کے بدلے میں وہ ایک اور کتاب خرید سکتا تھا اور ایک جیکٹ تھی جو اسے سردی کی شدت میں راحت بخلتی تھی لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہر روز اپنے خواب کی تعبیر میں گزارتا تھا۔ یہ اس کا خواب۔

یہ خواب اس کے لیے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی تھا۔ اگر تعبیر کی سیاحت سے اس کا دل بھر گیا تو وہ اپنا کلمہ سچ کر سمندروں کے سفر پر نکل جائے گا۔ جب تک اس کا دل سمندر کی دستوں سے بھرے گا تو اس وقت تک وہ کئی مزید شہر دیکھ چکا ہوگا۔ بے شمار لوگوں سے مل چکا ہوگا اور اس کے پاس کئی عیسائی یاروں کا ٹرانڈ ہوگا۔

اس کی کوشش ہوتی تھی۔ کہ وہ اس راہ پر نہ چلے جہاں سے ایک بار گزر چکا ہو۔ اس مترک چرچ سے اس کا گزر اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔ دنیا بہت وسیع تھی۔ ہر بار اس کا گزر کئی نئی جگہ سے ہوتا تھا جو اس سے قبل آنے والی جگہوں سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھیں۔

بھیزوں کو آج تک اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ نئی جگہ سے گزر رہی ہیں یا وہی پرانا راستہ ہے۔ انہیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ چراگاہ نئی ہے، یا بہار نے خزاں کی جگہ لے لی ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف چارے اور پانی کا حصول ہے۔

”شائد میں بھی ان بھیزوں سے متعلق نہیں ہوں۔“ لڑکے نے سوچا۔

”جب سے میں تاجر کی بیٹی سے ملا ہوں، مجھے بھی کس اور لڑکی کا خیال اچھا نہیں لگا۔“

سورج کو دیکھ کر اس نے اندازہ کیا کہ وہ پہر تک وہ طرف پہنچ جائے گا۔ طرف میں وہ اپنی پرانی کتاب کے بدلے مزید ضخیم کتاب لے گا۔ بوگل تازہ پانی سے بھرے گا اور جیامت بھی ہونے کا تا کہ تاجر کی بیٹی سے ملاقات کے لیے تیار ہو سکے۔ وہ اس خیال کو دل میں جگدینے کے لیے تیار ہی نہیں تھا کہ تاجر نے اب تک اس کی شادی کر دی ہوگی۔

خواب کی تعبیر کے پورا ہونے کا انتظار زندگی کو دلچسپ بنا دیتا ہے۔

اس نے دوبارہ سورج کی طرف دیکھ کر وقت کا اندازہ کیا اور ریز کو ہانکنے لگا تا کہ دھوپ تیز ہونے سے قبل طرف پہنچ جائے۔

پھر اسے یاد آیا کہ طرف میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی جو خوابوں کی تعبیر دیتی تھی۔



بوڑھی خاتون لڑکے کو ایک کمرے میں لے گئی۔ ایک پردہ اس کمرے کو خواب گاہ سے الگ کرتا تھا۔ کمرے میں ایک میز اور دو کرسیوں کے علاوہ سچ کی تصویر بھی مڑی تھی۔ بڑھیا نے اسے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے لڑکے کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور آنکھیں بند کر کے کوئی دعا پڑھنے لگی۔

لڑکے کو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ خانہ بدوشوں کی مخصوص دعا پڑھ رہی ہو۔ اس کا واسطہ اس سے قبل بھی خانہ بدوشوں سے پڑچکا تھا۔

خانہ بدوش بھی اپنی زندگی سفر میں گزارتے ہیں مگر ان کے پاس بھیزوں کا ریز نہیں ہوتا۔ خانہ بدوش لوگوں کو تلف کر تب دکھا کر پیسہ بٹورتے ہیں۔ ان کے ہارے میں یہ تاثر بھی پایا جاتا تھا کہ وہ نرکاری بھی کرتے ہیں۔ خانہ بدوش بچوں کو اغوا کر کے ان سے بھیک منگواتے ہیں۔ بچپن میں اسے خانہ بدوشوں سے بہت خوف آتا تھا۔ جیسے ہی اس بڑھیا نے لڑکے کا ہاتھ چکا بچپن کا خوف دوبارہ لوٹ آیا۔

”لیکن اس کے گھر میں سچ کی تصویر اس بات کی علامت ہے کہ یہ بری عورت نہیں ہے۔“ اس نے اپنے آپ کو تسلی دینے ہوئے کہا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ عورت کو اس کے ہاتھوں کی کچھ پامٹ سے اس کے اندرونی خوف کا اندازہ نہ ہو۔

”دلچسپ۔“

بڑھیا نے اپنی نظریں لڑکے کی آنکھوں پر جمائے ہوئے کہا۔

لڑکا زردس ہونے لگا۔ اس کے ہاتھ کا پھینے لگے۔ بڑھیا کو بھی اس کے ہاتھوں کی کچھ پامٹ کا احساس ہو گیا۔ لڑکے نے ایک دم اپنے ہاتھ چھڑا لیے۔

”میں تمہارے پاس اپنا ہاتھ دکھانے نہیں آیا۔“ لڑکے نے بڑھیا کو مخاطب کیا۔ اسے افسوس ہوا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا۔

ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ بڑھیا کی نہیں لڑا کرے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر معلوم کیے بغیر چلا جائے۔ ”تم یہاں اپنے خواب کی تعبیر جاننے کے لیے آئے ہو۔“ بڑھیا نے کہا۔ ”اور خواب خدا کا کلام ہے۔ اگر خدا ہم سے ہماری زبان میں کلام کرے تو میں اس کی تعبیر بنا سکتی ہوں لیکن اگر خدا روح کی زبان میں بات کرے تو صرف وہی اس کا مفہوم جان سکتا ہے جس سے کہ خدا نے کلام کیا ہے۔“

”اگر تم مجھ سے مشورہ کرو گے تو میں تم سے فیس بہر حال لوں گی۔“

”ایک اور کتب لڑکے نے سوچا۔ پھر بھی اس نے سوچا کہ ایک پانس لیا جائے۔ پانس لینا چرواہے کی جہلت میں شامل ہوتا ہے۔ وہ بیگزروں کے ساتھ پانس لیتا ہے۔ اور پھر تنگ سالی کے ساتھ بھی اور بھی پانس چرواہے کی زندگی کو دوسروں کی زندگی سے مختلف اور دلچسپ بناتا ہے۔“

”میں نے ایک ہی خواب دو بار دیکھا ہے۔“ لڑکا بولا۔

”میں نے دیکھا کہ میں چراگاہ میں ہوں اور ایک بچھا آتا ہے اور بیگزروں کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتا ہے۔ میں مردوں کو ایسا نہیں کرنے دیتا کیونکہ بیگزروں سے خوفزدہ ہو کر بھاگتے گتے ہیں لیکن وہ بچوں سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ جانوروں کو انسانوں کی عمر کا کس طرح سے احساس ہو جاتا ہے۔“

”مجھے اپنے خواب کے بارے میں مزید بتاؤ۔“ بڑھیا بولی۔

”میں نے کہا پکا تا ہے اور تمہارے پاس میری فیس کے لیے پورے پیسے بھی نہیں ہیں اس لیے میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتی۔“

”بچکانی دیر تک میری بیگزروں کے ساتھ کھیلے۔“ لڑکے نے اپنی بات دوبارہ شروع کی۔

”اچانک بچے نے مجھے ہیرے درلوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھالا اور مجھے ابرام مصر پر پھینک دیا۔“

اس نے تونف کیا تا کہ جان سکے کہ بڑھیا کو ابرام مصر کا کچھ اندازہ تھا کہ نہیں لیکن بڑھیا خاموش رہی۔

”پھر ابرام مصر۔“

اس نے لفظ ”ابرام مصر“ ٹھہر ٹھہر کر اور کھینچ کر ادا کیا تا کہ بڑھیا سمجھ سکے۔

”بچے نے مجھ سے کہا۔“ اگر تم یہاں آؤ تو تمہیں ایک خزانہ مل سکتا ہے۔“ لیکن جیسے ہی وہ مجھے خزانے کی جگہ دکھانے لگا بڑھیا آگے کل جاتی ہے۔“

بڑھیا کچھ دیر تو خاموش رہی۔ پھر اس نے لڑکے کا ہاتھ دوبارہ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی ہتھیلیوں کو فوراً سے دیکھنے لگی۔

”میں تم سے ابھی کوئی فیس نہیں لوں گی۔ اگر تمہیں خزانہ مل گیا تو تم مجھے اس کا سوا حصہ دو گے۔“

لڑکا خوشی سے ہنسنے لگا۔ خزانہ ملنے کی خوشی نہیں بلکہ بڑھیا کی لیس ادا نہ کرنے کی خوشی۔

”ٹھیک ہے مجھے خواب کی تعبیر بتاؤ۔“ اس نے کہا۔

”پہلے تم تم اٹھاؤ کہ جب تمہیں خزانہ مل گیا تو مجھے اس کا سوا حصہ دو گے۔“ لڑکے نے بلا جھجک تم کھال کو وہ اپنے

دو حصے پر قائم رہے گا۔

”یہ خواب اگر چہ خدا کا تم سے کلام ہے ہماری دنیاوی ذہن میں۔ لیکن اس کی تعبیر کچھ مشکل ہے اس لیے میں سمجھتی ہوں کہ میں خزانے کا سوا حصہ لینے میں حق بجانب ہوں۔“

تعبیر یہ ہے کہ تم ابرام مصر پر جاؤ۔ اگر چہ میں نے ان ابرام کے بارے میں اس سے گل نہیں سنا لیکن مگر چہ تمہیں ایک بچے نے بتایا ہے تو پھر یہ حقیقت ہے۔ کیونکہ بچے جھوٹ نہیں بولتے۔ ابرام مصر پر تمہیں خزانہ ملے گا جو تمہیں دنیا کا ابرام ترین آدمی بنا دے گا۔“

لڑکے کو پہلے تو حیرانی ہوئی اور پھر جھنجھٹا ہٹ ہونے لگی۔ اسے صرف یہ جاننے کے لیے بڑھیا سے بات کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ تو وہ پہلے ہی جانتا تھا۔ اس کی جھنجھٹا ہٹ اس خیال سے دور ہو گئی کہ بہر حال اسے کوئی فیس ادا نہیں کرنا تھی۔

”مجھے اس کے لیے اپنا وقت برباد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے بڑھیا کو جواب دیا۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارا خواب بہت مشکل ہے۔ کچھ بہت ہی سادہ چیزیں سب سے مشکل ہوتی ہیں۔ صرف دیرک انسان ہی انہیں سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور مجھے قطعاً یہ دیکھنی نہیں ہے کہ میں بہت دیرک ہوں اس لیے مجھے ہاتھ کی تحریر پر حسنا بھی سیکھنا پڑی تاکہ میں اس سے مدد لے سکوں۔“

”ٹھیک ہے میں ابرام مصر تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟“ لڑکے نے استفسار کیا۔

”میں صرف خوابوں کی تعبیر بتا سکتی ہوں۔ میں اس تعبیر کو ڈھونڈنے کے لیے تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی اگر میں خوابوں کی تعبیر ڈھونڈ سکتی تو کسپہری کی زندگی کیوں گزار رہی ہوتی؟“

”اگر میں ابرام مصر تک بھی پہنچتی ہی نہ سکوں تو پھر کیا ہوگا؟“

”تو پھر مجھے میری فیس نہیں ملے گی۔ اور ایسا پہلی دفعہ بھی نہیں ہوگا۔“

خاتون نے اس کے ساتھ ہی لڑکے کو ہانے کو کہا کیونکہ اس نے پہلے ہی خاتون کا بہت زیادہ وقت لے لیا تھا۔

لڑکے کو بہت ہی ایڑی ہوئی۔ اس نے سوچا کہ وہ پھر کبھی خوابوں پر یقین نہیں کرے گا۔ اسے یاد آ یا کہ طرف میں اس نے بہت سے اور کام بھی کرنے تھے۔ وہ جلدی سے باز کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے پہلے تو پیٹے بھر کر کھانا کھایا۔ پھر اپنی پرانی کتاب کے بدلے میں ایک موٹی سی کتاب لی۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ ایک بیچ پر بیٹھ گیا۔ تاکہ ہارا کا نکلارہ کر سکے۔

دھوپ میں ابھی تک شدت تھی۔ اس نے اپنی بوٹل نکال اور پانی پینے لگا۔ اس نے بیگزروں شہر کے صدر دروازے کے قریب ایک دوست کے ہاٹے میں بند کر دی تھیں۔ شہر میں اور بھی کئی لوگ اس کے ہاتھ تھے۔ سیاحت کے بہت سارے فوائد کا یہ صرف ایک پہلو تھا کہ پورے تھکن میں کافی لوگ ایسے تھے جنہیں وہ دوست کہہ سکتا تھا۔ وہ ہمیشہ نئے دوست بناتا تھا مگر ان کے ساتھ ہمیشہ رہنے سے گریز کرتا تھا۔ اس کے خیال میں جب آپ کسی کے ساتھ زیادہ دیر تک رہیں۔ تو آپ اس شخص کی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں اور ان کی چھوٹی چھوٹی خامیاں آپ کو بہت بڑی محسوس ہوتی ہیں۔ پھر آپ چاہتے ہیں کہ وہ شخص اپنے آپ کو بدل لے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کا نہیں ہے جیسا کہ آپ چاہتے ہیں تو آپ کو جھنجھٹا ہٹ ہونے لگتا ہے۔ ہر شخص کو اس بات کا فوج اور اک ہے کہ دوسروں کا رویہ کیسا ہونا چاہیے۔ مگر وہ اس احساس سے

عاری ہیں کہ خود ان کو کس طرح سے برتاؤ کرنا چاہیے۔

اس کا ارادہ تھا کہ شام کے وقت جب دھوپ کی شدت کم ہو جائے گی تو وہ اپنے ریزورٹر کو چاہا کہ اس سے ملے جائے۔ اس نے کتاب نکالی اور پڑھنا شروع کی۔ کتاب کے پہلے صفحے پر ترفیہ کا منظر تھا۔ لوگوں کے نام بہت مشکل تھے۔ اس نے سوچا کہ اگر کبھی اس نے کتاب کبھی تو اس میں کم سے کم کردار رکھے گا تا کہ پڑھنے والے کو بہت سے نام یاد رکھنے کی دقت نہ کرنی پڑے۔

آخر کار جب وہ کتاب پر تھوڑی توجہ دینے میں کامیاب ہو گیا تو کتاب اسے دلچسپ لگی۔ ترفیہ کے دن برف باری ہو رہی تھی۔ گرم دھوپ میں سردی کا احساس پر لطف لگا۔ اسی اس نے پڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ ایک ریزورٹر آدی اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ صاف لگتا تھا کہ ریزورٹر اس سے بات چیت شروع کرنا چاہتا تھا۔

”یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟“ بوز نے ایک عمارت کی طرف اشارے کرتے ہوئے لڑکے سے پوچھا۔
 ”کام کر رہے ہیں۔“ اس نے خشک لہجے میں جواب دیا تا کہ بوز اسے کو معلوم ہو جائے کہ اسے بوز سے بات کرنے کی نسبت کتاب پڑھنے میں زیادہ دلچسپی تھی۔ اصل میں وہ سوچ رہا تھا کہ اس دن وہ تاجر کی بیٹی کے سامنے بھیلر کی آؤن خود اتارے گا تا کہ وہ اس پر ثابت کر سکے کہ وہ مشکل سے مشکل کام کرنے کے قابل ہے۔ وہ خود کو بار بار ایسا کرتے ہوئے چشم تصور میں دیکھ چکا تھا۔ جب اس نے تاجر کی بیٹی کو یہ بتایا کہ بھیلر کی آؤن پیچھے سے آگے کی طرف اتاری جاتی ہے تو لڑکی بہت محفوظ ہوئی اور یہ اسے بہت اچھا لگا۔

اس نے چند کہانیاں بھی کوشش کر کے یاد کی تھیں۔ یہ کہانیاں وہ اس لڑکی کو سنانا چاہتا تھا۔ یہ کہانیاں اس نے لطف کتابوں میں پڑھی تھیں لیکن وہ ان کہانیوں کو اپنے تجربے کے ٹیڑھے کے طور پر پیش کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ تاجر کی بیٹی کو حقیقت کبھی کسی بھی معلوم نہ ہو سکے گی کیونکہ وہ پڑھنا نہیں جانتی تھی۔ بوز صاحب کی اپنی ضد کا پکا تھا۔

”کیا میں آپ کی بوجھل سے تھوڑا سا پانی لے سکتا ہوں۔“ بوز نے کہا۔
 لڑکے نے اپنی بوجھل ڈر اور بوز سے حریف لڑی۔ اسے امید تھی کہ اب بوز صاحب سے تمباکو پھوڑ دے گا۔
 ”کون سی کتاب پڑھ رہے ہو؟“ بوز صاحب کی اپنی ضد کا پکا نظر آتا تھا۔

لڑکے نے سوچا کہ بوز سے کچھ پھیرانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس بچے سے انہر کر چلا جائے لیکن بولت تہہ بہہ کے خلاف لگا۔ اس کے ماں باپ نے اسے تیز سکاٹی تھی اور بڑوں کا ادب کرنے کی تلقین کی تھی۔ اس نے کتاب بوز سے سامنے کر دی۔ بول تو خور اسے کتاب کے نام کا تلفظ صحیح طرح سے معلوم نہیں تھا اور پھر اس کا خیال تھا کہ اگر بوز سے کو پڑھنا نہیں آتا تو وہ خود شرمندگی سے بچاؤ دل لے گا۔

”ہوں۔۔۔۔۔“ بوز صاحب کتاب کا بغور جاننے کرتے ہوئے بولا ”یہ بھی کتاب ہے مگر بہت ہی خشک۔“ لڑکے کو بھلا لگا۔
 بوز صاحب صرف پڑھنا چاہتا تھا کہ اس سے قبل یہ کتاب پڑھ ہی چکا تھا۔ اگر کتاب واقف خشک تھی تو بوز صاحب کا خیال تھا تو

پھر اس کے پاس ابھی بھی وقت تھا کہ اسے دکاندار سے تہہ بہہ کر لے۔

”اور اس کا موضوع بھی وہی ہے جو کہ دنیا کی تقریباً تمام کتابوں کا ہے۔“ بوز نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ”یہ کتاب اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ انسان اپنی منزل کا انتخاب کیسے کرے؟ اور اس کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ ہر انسان دنیا کے سب سے بڑے بھوت پر یقین رکھتا ہے۔“

”اور دنیا کا سب سے بڑا بھوت کیا ہے؟“ لڑکے نے استفسار کیا۔ وہ واقعی بوز سے مطالعے کی وصحت سے متاثر ہوا۔ ”دنیا کا سب سے بڑا بھوت یہ ہے کہ ہر شخص کی زندگی میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جب وہ اپنے حالات پر قابو کو ہینتا ہے اور اس کی زندگی پر قدرت کا کنٹرول ہوتا ہے۔“

”میرے ساتھ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا“ لڑکے نے جواب دیا۔
 ”بہت خوب۔۔۔۔۔ ایسا اس لیے ہے کہ تم سیاحت کے شوقین ہو۔“
 ”اے تو میرے خیالات تک بھی رسائی ہے۔“ لڑکے نے سوچا۔

بوز صاحب کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھا اور کتاب داپس کرنے کا اس کا کوئی ارادہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ لڑکے نے پہلی بار بوز سے گفتگو کی۔ اس کا لباس عجیب وضع کا تھا۔ لباس سے وہ عربی لگتا تھا۔ لیکن یہ بات کچھ تیرہ من کن بھی نہیں تھی کیونکہ طرفہ افریقہ سے صرف چند گھنٹوں کے فاصلے پر تھا اور شہر میں اکثر عرب نظر آتے تھے۔

”آپ کا تعلق کس علاقے سے ہے؟“ اس نے بوز سے پوچھا۔
 ”بہت سارے علاقوں سے۔“ بوز نے جواب دیا۔
 ”کسی شخص کا تعلق ایک وقت بہت سارے علاقوں سے نہیں ہو سکتا۔“ لڑکا بولا

”میں خرد چر دہا ہوں۔ اس حوالے سے میں بہت سے علاقوں تک گیا ہوں مگر میرا تعلق صرف ایک علاقے سے ہے جہاں میری پیدائش ہوئی تھی۔“

”اس لحاظ سے میرا تعلق مسلم سے ہے بوز صاحب لڑکے نے مسلم کے بارے میں اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ مگر سوال کرنے سے اس لیے گریز کیا کہ اس طرح بوز صاحب سے کلمہ سمجھ گا۔

اس نے بازار سے گزرتے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھا سب لوگ بہت مصروف نظر آتے تھے۔ تو مسلم آج کل کیا ہے؟“ اس نے اس خیال سے سوال کیا کہ شاید اس طرح اسے مسلم کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔
 ”مسلم بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ہمیشہ سے تھا؟“ بوز نے جواب دیا۔

اسے بوز سے جواب سے ایسی ہوئی، کوئی اشارہ نہیں مل رہا تھا کہ مسلم کہاں ہے۔ یہ تو اسے معلوم تھا کہ مسلم ایس کے گرد و نواح میں نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اس نے مسلم کا ذکر ضرور سنا ہوتا۔ اور آپ مسلم میں کیا کرتے ہیں؟“ اس نے صحت نہ ہاری۔

"میں سلم میں کیا کرتا ہوں؟" بوڑھا بولا۔

"میں سلم کا پادشاہ ہوں۔" لوگ پہنچنے نہیں کیوں فریب ہاتھ کرتے ہیں۔ لڑکے نے سوچا اس سے تو بھیلوں کا ساتھ اچھا ہے وہ کچھ بولتی تو نہیں ہیں۔ اور اس سے بھی اچھا ہے کہ انسان سچائی میں کتاب کا مطالعہ کرے۔ اگر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوں تو وہ ناقابل یقین قصے کہانیاں سناتے ہیں اور ان سے گفتگو کریں تو ایسی عجیب و فریب باتیں کریں گے کہ آپ کے لیے گفتگو جاری رکھنا مشکل ہو جائے۔

"میرا نام سچی دیک ہے۔" بوڑھے نے سکوت کو توڑا۔ "تمہارے پاس کتنی بھیلیں ہیں؟"

"کانی ہیں" لڑکے نے جواب دیا۔

اس نے محسوس کیا کہ بوڑھا اس کی زندگی کے بارے میں جاننے سے دلچسپی رکھتا تھا۔

"پھر تو ایک مسئلہ ہے۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ تمہارے پاس کانی بھیلیں ہیں تو میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔"

بوڑھا بولا۔

لڑکے کو مضطرب اور ہی قہمی۔ اسے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس نے بوڑھے سے کب مدد مانگی تھی۔ بلکہ بوڑھے نے اس سے پانی مانگا تھا اور اس سے گفتگو کرنے پر بھی مصرحاً۔

"میری کتاب داپس کر دیں۔" لڑکے نے کہا۔ "میں نے اپنی بھیلوں کو اٹھا کر نا اور بہت دور دیا ہے۔"

"مجھے اپنے گلے کا دوسرا حصہ دے دو تو میں تمہیں چھپے ہوئے لڑکے کے بارے میں بتاؤں گا۔" بوڑھا اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

لڑکے کو یک دم اپنا خواب یاد آ گیا۔

اس کو یک دم یہ خیال گذرا کہ یہ بوڑھا اس بڑھیا کا خاندان تھا جس سے وہ اپنے خواب کی تعبیر چھپے گیا تھا۔ بوڑھی خاتون نے تو اس سے کچھ نہیں لیا تھا مگر یہ بوڑھا اس سے بہت کچھ لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بدلتے میں اس چیز کے بارے میں معلومات دینے کا دعویٰ کر رہا تھا جس کا شائد وجود بھی نہیں تھا۔ بوڑھا بھی شائد خاندان بدوش ہی تھا۔ اس سے قبل کہ لڑکا کچھ بولا۔ بوڑھے نے چھتری اٹھائی اور ریت پر کچھ لکھنے لگا۔ بوڑھے کی چھاتی سے روشنی کا ایسا شعلہ سا اٹھا جس سے لڑکے کی آنکھیں تھوڑی دیر کے لیے چندھا گئیں۔

بوڑھے نے صہٹ سے سائی لہری چھاتی کے سامنے کر لی۔ اس نے یقیناً کچھ چھپانے کی کوشش کی تھی۔ جب اس کی رہائی ہوئی تو لڑکے نے دیکھا کہ بوڑھے نے ریت پر اس کے والدین اور اس کی درگاہ کا نام لکھا تھا۔ بوڑھے نے تاجر کی بیٹی کا نام بھی ریت پر لکھا تھا جہاں لڑکا خود بھی تک اس لڑکی کے نام سے واقف نہیں تھا۔

"میں سلم کا پادشاہ ہوں۔" بوڑھا بولا۔

"کوئی پادشاہ کسی چرواہے سے بات کیوں کرے گا؟" لڑکے نے شرمندگی سے جواب دیا۔

"اس کی بہت سی رحمت ہوتی ہیں۔ اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ تم نے اپنی منزل جان لی ہے۔" لڑکے کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ کسی انسان کی منزل کیا ہو سکتی ہے۔

"منزل وہ خواہش ہے جس کے پورا ہونے کی کوئی ہمیشہ عا کرتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی منزل کیا ہے۔ جب انسان جوان ہوتا ہے تو سب کچھ واضح اور قابل حصول نظر آتا ہے۔ انسان جوانی میں خواب دیکھنے سے نہیں ڈرتا۔ انسان کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے قیمت دینے سے گھبراتا ہے چاہے یہ قیمت کچھ بھی ہو۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا ہے کچھ پر اسرار تو تمہیں اسے یقین دلاتی ہیں کہ اس کے لیے اپنی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔" بوڑھے کی باتیں لڑکے کے سر کے اوپر سے گزر گئیں۔

لیکن اسے اس بات سے ضرور دلچسپی تھی کہ وہ معلوم کرے کہ پر اسرار طاقت کیا چیز ہے۔ اس طرح وہ تاجر کی بیٹی کو متاثر کر کے گا۔

"یہ وہ طاقت ہے جو بظاہر بروہتی نظر آتی ہے مگر آپ کو احساس دلاتی ہے کہ آپ کی منزل دراصل ہے کیا۔ یہ انسان کی روح کو بیدار کرتی ہے اس میں خواہش اجاگر کرتی ہے۔ اس کا ناکہ کا ایک سب سے بڑا کچھ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان جو کوئی بھی ہو اور کچھ بھی کرے لیکن جب وہ کچھ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہو کر رہتا ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ خواہش اس کا ناکہ کی روح ہے۔ اور یہی خواہش روئے زمین پر موجود ہر انسان کا مقصد حیات بھی ہے۔ چاہے وہ خواہش صرف سیاحت ہی کی کیوں نہ ہو یا تاجر کی بیٹی سے شادی کی، یا تخرانے کی تلاش۔ کائنات کی روح کو انسان کی خوشی سے تعویذ لیتی ہے اور اس کے غم، رنج اور حسد سے بھی۔ صرف اپنی منزل کا احساس فرد کے ذمے ہے۔ اور جب انسان کچھ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کائنات کی ہر شے اس کے حصول کے لیے انسان کی مدد کرتی ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے دونوں خاموشی سے بازار اور اس میں گزرنے والے لوگوں کو دیکھتے رہے۔

"تم نے ریوڑ کیوں بتایا ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے سیاحت کا شوق ہے۔" لڑکے نے جواب دیا۔

"جب وہ لڑکا جوان تھا۔" بوڑھا بیکری والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا جہاں اپنی دکان کے دروازے میں کھڑا تھا۔

"تو اسے بھی سیاحت کا شوق تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے کاروبار کر کے کچھ پیسے جمع کر لے اور پھر سیاحت کے لیے دنیا کے سفر پر روانہ ہوگا۔ اس کو یہ احساس ہی نہیں تھا کہ انسان اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ اس

کام کو انجام دے جس کا کہہ خواب دیکھتا ہے۔
اسے چاہیے تھا کہ وہ بھی چرواہا بن جاتا۔

اس نے اس بارے میں بھی سوچا تھا۔ بوڑھے نے جواب دیا۔ پھر سائرسے میں دکھائی کی زیادہ عزت ہوتی ہے اور لوگ چرواہے کی نسبت دکھائی کو زیادہ اپنا پسند کرتے ہیں۔

لاڑکے کے دل میں ایک شخص سی اٹھی۔ آخرتا جر کے قبے میں بھی کافی رکھا رہے۔

پھر وقت کے ساتھ ساتھ بوڑھے نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ لوگوں کے گلہ بانی اور دکھائی کے بارے میں نظریات ان کی اپنی منزل کی نسبت زیادہ اہم ہو جاتے ہیں۔

بوڑھا کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک صفحے پر رک گیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ لڑکا کچھ انتظار کرتا رہا پھر بوڑھے سے پوچھا کہ وہ یہ سب کچھ اسے کیوں بتا رہا تھا؟

”کیونکہ تم اپنی منزل سمجھنے کی تک درود کر رہے ہو اور اس بات کا خدشہ ہے کہ تم کبھی بھگ نہ جاؤ۔“

”اور ہمیشہ ایسے ہی وقت آپ لوگوں کی رہنمائی کے لیے آتے ہیں۔“

”ہمیشہ اس طرح سے نہیں۔ کبھی میں سسٹے کی حل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہوں، کبھی خیال بن کر اور کبھی کڑوا وقت میں کہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ چیزوں کا ذوق پڑے ہونا ممکن بناؤں۔ میں اور بھی بہت کچھ کرتا ہوں مگر اکثر اوقات انسان کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ میری اجازت سے ممکن ہوا ہے۔“

”ایک ہفتہ قبل مجھے مجبوراً ایک کان کن کے راستے میں ایک پتھر کی صورت میں ظاہر ہونا پڑا۔“ بوڑھے نے اپنی بات جاری رکھی۔

”کان کن نے ہر کام چھوڑ کر بھراچ کی تلاش شروع کی۔ وہ پانچ سال تک بھراچ تلاش کرتا رہا اس دوران اس نے سینکڑوں پھاڑ کھودے اور لاکھوں پتھر توڑے ایک آخری پتھر کو توڑتا ہائی تھا جس میں سے اسے بھراچ مل سکتا تھا۔ اس آخری پتھر کو توڑنے سے پہلے ہی اس کی صحت بجا رہی تھی۔ اس نے اپنی منزل کی تلاش میں ہر شے قربان کی تھی اس لیے اس کی مدد کرنا میرے اوپر فرض تھا۔ میں نے پتھر کا روپ دھار اور کان کن کے راستے میں آگرا۔ کان کن نے مجھ سے انتظار کر بھراچ طرف پھینکا۔ اس نے مجھ سے زور سے پوچھا کہ میں جس پتھر پر گراؤ ٹوٹ گیا اور اس کے اندر سے بھراچ نکل آیا۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا اور سب سے خوبصورت بھراچ تھا۔“

”توگ اپنی زندگی میں بہت جلد تکہ جاتے ہیں کہ ان کی زندگی کا کیا مقصد ہے۔“ بوڑھے نے تکی سے کہا۔ ”شاید اسی لیے وہ اس کا حصول بھی جلد ترک دیتے ہیں۔“

”آپ لڑانے کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔“ لڑکے کا ذہن ابھی تک لڑانے کے اس پاس بھگ رہا تھا اسے بوڑھے کی نصیحت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

”خزانہ پانی کے بہاؤ سے آشکار ہوتا ہے اور یہی پانی ہی اسے آنکھوں سے پوشیدہ بھی کرتا ہے۔ اگر تم خزانے کے بارے میں جانتا جا چکے ہو تو تمہیں لپٹے گئے کا درواں حصہ مجھے دینا ہوگا۔“

”خزانے کے درواں حصے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“ بوڑھے نے مایوسی سے لڑکے کی طرف دیکھا۔
”اگر تم آثار ہی اس چیز کے حصے سے کرو جو تمہارے پاس ہے ہی نہیں تو تم اس کے حصول کی خواہش بھی ترک کر دو گے۔“ لڑکے نے اسے بتایا کہ اس نے اس سے قبل بھی خزانے کا درواں حصہ ایک تانہ ہڈی خاتون کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔
”خاندان ہڈی اس کام میں ماہر ہوتے ہیں۔“ بوڑھے نے جواب دیا۔

”بہر حال اچھی بات یہ ہے کہ تم نے یہ تو سیکھ لیا کہ ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ بوڑھے نے کتاب لڑکے کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

”کل اسی جگہ اسی وقت مجھ سے ملے گا درواں حصہ لاؤ اور میں تمہیں خزانے کا پتہ بتاؤں گا۔“

اس کے ساتھ ہی بوڑھا اٹھا اور عمارت کے کونے کے پاس دوپوش ہو گیا۔



لڑکا وہ بارہ کتاب پڑھنے لگا۔ مگر اب اس کے لیے کتاب پر توجہ دینا مشکل ہو گیا تھا۔ اسے احساس تھا کہ بوڑھا جو کچھ کہہ رہا تھا وہی سچ تھا۔ وہ اٹھا اور بیکری کی طرف چلنے لگا تاکہ کھانے کے لیے کچھ خرید سکے۔ وہ اسی شیش و بیچ میں تھا کہ وہ دکاندار کو بتانے یا سنتانے کو بوڑھے نے اس کے بارے میں کیا کہا تھا۔

”بھئی بھی حالات کو اس کی ڈگر پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔“ اس نے اپنے آپ سے کہا۔

اس نے دکاندار کو کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کیا۔ اگر وہ کچھ بتاتا تو شاید دکاندار سب کچھ چھوڑ کر وہاں اپنے خواب کا پیچھا کرنے لگتا جس کا اب اس نے حالات سے سمجھنا کر لیا تھا۔ اور وہ دکاندار کے لیے پریشانی کا سبب نہیں بننا چاہتا تھا۔

اس نے بازار میں چلنا شروع کیا اور تھوڑی دیر بعد صدر دروازے پر پہنچ گیا۔ صدر دروازے کے ساتھ ایک عمارت کی کھڑکی کے سامنے لوگوں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ یہ لوگ طریقہ جاننے کے لیے گٹ ٹرید رہے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ ہر فرقہ میں ہے۔

”میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟“ کھڑکی کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا۔

”شاید کل مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑے۔“ لڑکے نے جواب دیا۔ اس نے سوچا کہ وہ صرف ایک بھیڑیہ کر فرقہ کا گٹ خرید سکتا تھا اس خیال سے اسے جبر جبری ہی آگئی۔

کیمیاگری

"ایک اور خیالوں کی دنیا کا اس۔" مگن کلرک نے اپنی ساتھی سے کہا۔
 "اس کے پاس وسیلہ بھی نہیں ہے اور خواب افریقہ جانے کے کچھ ہا ہے۔"

لڑکے کو اپنے ریوڑ کا خیال آیا۔ اس نے سوچا کہ اب اسے اپنے ریوڑ کے پاس جانا چاہیے۔ دو سال میں اس نے گلہ بانی کے بارے میں سب کچھ سیکھ لیا تھا۔ اس نے یہ بھی جان لیا تھا کہ بھیڑ کی ٹون کسے اتارتے ہیں۔ وہ بھیڑوں کی معمولی بیماریوں کا علاج بھی جانتا تھا۔ اسے اندلس کی بہترین چراگاہوں کے متعلق معلوم تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے اپنے تمام جانوروں کی قدر و قیمت کا اندازہ تھا۔

اس نے اپنے دوست کے بازو تک پہنچنے کے لیے سب سے طویل راستے کا انتخاب کیا۔ راستے میں وہ چراغ کے پاس سے گزرا تو وہ بیڑیوں پر چڑھ کر چراغ کے کنارے پر چلا گیا جہاں سے وہ افریقہ کے ساحل کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ اسی راستے سے عرب حملہ آور چین میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں سے وہ پورے شہر کا نظارہ کر سکتا تھا۔ اس نے وہ باریکٹ بھی دیکھی جہاں اس کی ملاقات بوز سے ہوئی تھی۔

"مجھے تمام زندگی افسوس رہے گا کہ میں بوز سے کیوں ملا تھا۔" اس نے سوچا۔

وہ شہر میں اس لیے آیا تھا کہ بڑھی خانوں سے اپنے خواب کی تعبیر معلوم کر سکے۔ نہ تو وہ خانوں اور نہ ہی وہ بوز حمال کے چہرہ ہونے پر متاثر ہوئے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو کسی بھی چیز میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ہی انہیں یہ معلوم تھا کہ چراغ اپنی بھیڑوں سے کتنا مانوس ہوتے ہیں۔ اس کو اپنے ریوڑ کی ہر بھیڑ کی خصوصیات معلوم تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ کون سی بھیڑ لنگڑی ہے، کون سی بھیڑ چند دن بعد بچہ دینے والی ہے اور کون سی بھیڑ کال ہے۔ اگر اس نے ان کو چھوڑ دیا تو بھیڑوں کو بہت زیادہ جھگڑنا پڑے گا۔

وہ ایز چلنے لگی۔ وہ جواسے بھی واقف تھا۔ اندلس میں اس کا نام لیوا متر ہے کیونکہ یہ "لیوات" کی جانب سے چلتی ہے۔ لیوات، بحرا قناریوں پر اندلس کے جنوب میں واقع ہے۔ لیوا متر کی رفتار تیز ہونے لگی۔ اس نے سوچا کہ اب وہ اپنے ریوڑ اور اپنے خزانے کے درمیان میں گزرا تھا ان دونوں سے اسے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔

پھر تاجر کی بیٹی بھی تو تھی۔ مگر وہ اتنی اہم نہیں تھی جتنا کہ اس کا ریوڑ۔ کیونکہ اس لڑکی کا انحصار اس کے ریوڑ کی طرح لڑکے پر نہیں تھا۔

"اور شاید اسے تو میں یاد بھی نہ ہوں۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

"اس کو تو شاید اس بات کا احساس ہی نہ ہو کہ میں اس سے کس دن ملا تھا۔ کیونکہ اس کے لیے ہر دن ایک جیسا تھا۔ اور تمام دن ایک جیسے اس لیے ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں کو ہر دن میں ہونے والی اچھی چیزوں کا احساس نہیں ہوتا۔"

"میں نے اپنے ہاں باپ کو چھوڑا، اپنے قہیے کو چھوڑا اور وہ لوگ شام میری غیر موجودگی کے عادی بھی ہو گئے ہوں گے۔ اسی طرح بھیڑیں بھی میری غیر موجودگی کی عادی ہو جائیں گی۔" اس نے سوچا۔

کیمیاگری

لیوا متر اور تیز ہو گئی تھی۔ اس کی شدت وہ اپنے پیرے پر عسوس کر سکتا تھا۔ اسی لیوا متر کے ساتھ کبھی عرب لالچ آئے تھے اور اس کے ہی دوش پر ان لوگوں کے سپنے اور خرابیوں کی خوشبو بھی آتی تھی جو اپنے اپنے خزانوں کی تلاش میں صحرا کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ اسے ہوا کی آوازوں سے حسد ہونے لگا اسے بھی اسی ہوا کی طرح آزاد ہونا چاہئے تھا۔ اب بھی شاید اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس کے اپنے سوا۔

اس کا ریوڑ، تاجر کی بیٹی اور اندلس کی چراگاہیں اس کی منزل کی جانب صرف ایک قدم کی حیثیت رکھتے تھے۔ دوسرے دن لڑکا بوز سے ملاقات کے لیے اپنی چھ بھیڑوں کے ساتھ موجود تھا۔

"مجھے خبرت ہے کہ میرے دوست نے باقی کی بھیڑیں لڑکا کیسے خریدیں۔" اس نے بوز سے کہا۔

"اس کا خیال ہے کہ ریوڑ بھانسا اس کا ہمیشہ سے خواب تھا۔" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"یہ ایک نیک شگون ہے۔" بوز نے جواب دیا۔ "اور ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتا آیا ہے۔"

"اس کو موافقت کا اصول کہتے ہیں۔ جب تم پہلی دفعہ تاش کے پتے کیلوا تو تمہیں اپنی جیت کا پتہ بتیہ ہوتا ہے۔ اسے شروعات کی جیت کہتے ہیں۔"

"ایسا کیوں ہوتا ہے؟" لڑکے نے سوال کیا۔

"کوئی غیر مری ملاقت ایسی ہوتی ہے جو چاہتی ہے کہ انسان کو اپنی منزل تک پہنچائے۔ یہ ملاقت انسان میں جینے کی خواہش ابھارا چاہتی ہے۔" بوز نے کہا۔ "بوز نے بھیڑوں کا ساتھ شروع کیا۔ ان میں سے ایک لنگڑی تھی۔ لڑکے نے بتایا کہ اس کی لنگڑا بہت معمولی ہے اور نہ بھیڑ بہت ہیں اور سب سے زیادہ اون کی دینی ہے۔"

"خزانہ کہاں ہے؟" اس نے بوز سے احتیاط کرنا۔

"مصر میں..... ابرام کے پاس۔"

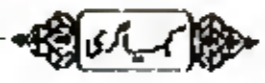
لڑکے کو حیرت ہوئی کہ بڑھی خانوں نے بھی یہی کچھ کہا تھا مگر بدلے میں کچھ نہیں لیا تھا۔

خزانے کو محفوظ رکھنے کے لیے تمہیں نشانیاں پہنچانا ہوں گی۔" بوز نے کہا۔ "خدا نے ہر انسان کے لیے ایک ماہ عہدین کی ہے، تمہیں اس راہ کو چھانسنے کے لیے صرف نشانوں کو پہنچانا ہوا گا۔"

اس سے قبل کہ وہ بوز سے کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ ایک تلی اڑتی ہوئی اس کے اور بوز سے کے درمیان سے گزری۔ اسے اپنے دادا کی بات یاد آگئی جس نے کہا تھا کہ تلی اچھا شگون ہے۔ اس کے علاوہ حشرات، چھپکلیاں اور چاروں والے لکڑور بھی۔

"ہاں بالکل یہ اچھی علامت ہیں۔ تمہارے دادا نے صحیح کہا تھا۔" بوز نے اس کے ذہن کو بڑھاتے ہوئے کہا۔

بوز نے اپنی صدی کھولی تو لڑکا حیران رہ گیا بوز نے سونے کی زرہ پہنی ہوئی تھی جس پر قیمتی پتھر جڑے تھے۔ اسے گذشتہ روز بوز سے کی چھٹی سے نکلنے والی خبر کر دینے والی روشنی یاد آگئی۔ بوز حاد تھی کوئی بادشاہ تھا اور



رہزوں سے بچنے کے لیے ایسا روپ دھار رکھا تھا۔

”یہ لو۔“ بوڑھے نے ایک کالے اور ایک سفید رنگ کا پتھر لڑکے کو دیتے ہوئے کہا۔ ”ن کو تیریم اور تھومیم کہتے ہیں سفید کا مطلب ہے ہل اور کالے کا مطلب ہے ناں۔ جب بھی تم فانیوں کو بچھنے میں اذیت محسوس کرو تو یہ تمہاری مدد کریں گے، یہ وہ ہتھیار ہیں جو تمہارے لیے ہیں۔ لیکن اگر تم خود سے فیصلہ کر سکو تو زیادہ بہتر ہے۔ خزانہ ابراہام مصر میں ہے جیسا کہ تمہیں پہلے ہی معلوم ہے مگر میں نے تم سے کسی واضح فیصلے پر پہنچنے کی قیمت وصول کی ہے۔ میری وجہ سے تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوئی۔“

لڑکے نے دونوں پتھر اپنے قبیلے میں ڈال لیے۔ اس نے قسم ادا کر لیا کہ وہ اپنے قبیلے کو خراب نہ کرے گا۔

”یہ تمہیں بھولو کہ تمہارا سامنا جس بھی چیز سے ہو گا وہ صرف اکیلی ہے اور نشانوں کو سمجھنا نہ بھولنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی منزل کو کبھی نہ چھوڑنا۔“

”آخر میں میں تمہیں ایک کہانی سناؤں گا۔ ایک دکھانار نے اپنے بیٹے کو دنیا کے سب سے بڑے عالم کے پاس بھیجا تاکہ وہ ابدی خوشی کا ماز سیکھ سکے۔ لڑکا مصر میں چالیس دن چلنے کے بعد پہاڑ پر واقع خوبصورت قلعہ پہنچا جہاں وہ عالم رہتا تھا۔ قلعے میں داخل ہوا تو لڑکے نے دیکھا کہ ہال میں چھل پھیل تھی، تاجر آ جا رہے تھے اور سازمہ سے ساز بجا رہے تھے۔ اور ایک کونے میں میز دنیا کے سب سے بڑے کھانوں سے بھرا ہوا تھا۔“

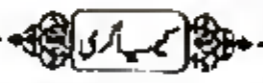
عالم سب لوگوں کی بات باری باری سن رہا تھا۔ لڑکے کو دیکھنے کے انتظار کے بعد عالم سے بات کرنے کا موقع ملا۔ عالم نے لڑکے سے آنے کی غرض سنی اور اسے بتایا کہ وہ فی الحال مصروف تھا اور اس سے کہا کہ وہ گل کی سیر کرے اور دو گھنٹے کے بعد عالم سے دوبارہ ملے۔

”اس دوران میرا ایک کام بھی کرنا۔“ عالم نے لڑکے کو ایک بیج دیتے ہوئے کہا۔ ”بیج میں چند بونے لگا رکھے۔ یہ بیج اپنے ہاتھ میں رکھو اور خیل کرنا کہ یہ تیل گر لے نہ پائے۔“

گل کی بیڑیوں پر چڑھتے اترتے ہوئے لڑکے کی نظر میں سلسل بیج پر گل رہا۔ ”وہ کتنے بعد وہ عالم کے پاس دوبارہ آیا۔“ تمہیں ایرانی ہونے کیسے لگے؟“ وہ باغ کیسے لگا جو ماہر کارکن نے دس سال کی شانہ روز محنت سے بنایا ہے؟“ عالم نے لڑکے سے سوال کیا۔

لڑکے کو شرمندگی ہوئی۔ اس نے تو گل میں کچھ بھی نہیں دیکھا تھا اس کی تمام تر توجہ بیج میں موجود تیل پر ہی رہی تھی کہ کہیں تیل نہ گر جائے۔

”تو پھر جاؤ اور دوبارہ میرے گل کو غور سے دیکھو۔ جب تک تم آدمی کا گھرنہ نہ دیکھو کہ لڑکے کو تم اس پر اصرار کیسے کر سکتے ہو؟“ عالم نے لڑکے سے کہا۔



لڑکا بیج بکرا کر دو بارہ گل کی سیر کو لکھ گیا۔ اس وقت وہ واقعی گل کی خوبصورتی سے متاثر ہوا۔ صحت پر جتنا کاری کمال کی تھی۔ اس نے اپنی مثال آپ تھا۔ غرض ہر چیز اپنی جگہ خوبصورتی کا مکمل نمونہ تھی۔ عالم کے پاس دوبارہ آنے پر اس نے گل کی خوبصورتی کی مکمل تصویر کشی کی۔

”لیکن گل کہاں ہے؟“ عالم نے پوچھا۔

لڑکے نے بیج کو دیکھا تو وہ گل سے غالی تھا۔

”میری صرف ایک ہی نصیحت ہے۔“ عالم نے کہا۔ ”خوشی کا راز یہ ہے کہ دنیا کی رونقیں جی بھر کر دیکھو مگر بیج میں موجود تیل کو کبھی نہ بھولو۔“

چرواہا خاموش رہا۔ بوڑھے بادشاہ کی کہانی اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ چرواہا چاہے باجت میں مصروف رہے مگر اسے اپنی بھیلوں کو نہیں بھولنا چاہیے۔

بوڑھے نے چرواہے کو غور سے دیکھا اس کے سر پر اپنے دونوں ہاتھوں کو بھیرا اور پھر اپنی بھیلوں کے گرد دائرہ بنو گیا۔



طرفہ کے بلند ترین مقام سے افریقہ کی مملکت نظر آتی ہے۔ ملچی زیدک، سلم کا بادشاہ۔ قلعے کی فیصل پر بیٹھا ہوا تھا وہ لیواٹر کو اپنے چہرے پر محسوس کر سکتا تھا۔ بھیلوں میں قریب ہی چر رہی تھیں انہیں مالک کی تیریلی کا کوئی ٹم نہیں تھا آخر انہیں صرف چارہ اور پانی ہی تو درکار تھا۔

ملچی زیدک نے سمندر میں ایک چھوٹے جہاز کو افریقہ کی طرف رواں دواں دیکھا۔ وہ لب اس چرواہے کو دوبارہ کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ جیسا کہ وہ ابراہام کو کبھی دوبارہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس سے بھی اس نے دواں حصہ وصول کیا تھا۔ دلیوں کی کوئی خواہشات نہیں ہوتی کیونکہ ان کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔

سلم کے بادشاہ کی شدید خرابی تھی کہ وہ چرواہا ضرور کا سامنا ہو۔ اسے اس بات کا رنج ضرور تھا کہ چرواہا بہت جلد اس کا نام بھول جائے گا۔

”مجھے چاہیے تھا کہ اس کے سامنے اپنا نام بار بار بتاتا کہ چرواہا میرا نام یاد رکھ سکتا۔“

”مے خدا مجھے معلوم ہے یہ سب کچھ تمہارے دل سے ہے۔ لیکن ایک بوڑھا بادشاہ خیر کے چند لمحات چاہتا ہے۔“ اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اسے بہت ہی عجیب لگا کہ تانجر کے تمام قبوہ خانے ایک دوسرے سے بے حد مماثلت رکھتے تھے۔ کچھ لوگ ایک طویل پائپ سے کس لگاتے تھے اور پھر اسے دوسرے آدمی کو تھا دیتے تھے۔ بعد میں اسے معلوم ہوا کہ اس پائپ کا نام حہ ہے۔ لوگ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ہزاروں میں گھوم رہے تھے۔ عورتوں کے چہروں پر نقاب تھے۔ وقت دوپہے کے بعد مذہبی رہنما ایک بینار پر چڑھ کر دوردور سے کچھ پکارتا تھا جسے سن کر لوگ بار بار جھکتے تھے اور اپنا ہاتھ زمین پر جھکتے تھے۔

”غیر مسیحیوں کی عبادت۔“ اس نے سوچا۔

یہ اس نے یقین میں دوسرے میں پڑھا تھا۔ منٹ منٹا کر اپنے سفید کھڑے پر سوار بے نیام تلوار لیے اسے پیش بہت مسکھ کر لگتا تھا۔ یہ سوچ کر وہ اس ہو گیا اور تنہائی محسوس کرنے لگا۔

اسے معلوم تھا کہ خزانے تک پہنچا کیسے جائے۔ اس کی جیب میں ماچھی خاصی رقم تھی جو اس نے اپنی بیبیروں کو بیچ کر حاصل کی تھی اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ پیسے میں ایک جادو ہوتا ہے جو ہر کام کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اور بہت جلد وہ ابرام کے پاس ہو گا۔ اسے یقین تھا کہ ایک بوڑھا آدمی جس نے سونے کی زرہ پہن رکھی تھی صرف چند بیبیروں کے لیے جھوٹ نہیں بولی سکتا۔ بوڑھے نے نشانوں کا ذکر کیا تھا اور آہٹاے عمود کرتے ہوئے وہ نشانوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔

اسے معلوم تھا کہ بوڑھا کیا کہہ رہا ہے۔ اندلس کے سیدالوں سے گزرتے ہوئے اسے ایسا ادراک ہو جاتا تھا کہ اسے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے مشاہدے سے اس نے سیکھا تھا ایک خاص قسم کی جزی بولی اس بات کی علامت تھی کہ پانی نزویک ہے، اور ایک خاص قسم کے پتھر کی موجودگی اور گروسانپ کی موجودگی کی علامت تھی۔ یہ سب اس نے اپنی بیبیروں کی محبت میں سیکھا تھا۔

اگر خدا بیبیروں کو راستہ بھاسکتا ہے تو پھر انسان کو کس طرح بھگنے کے لیے چھوڑے گا۔ اس خیال سے اسے طمانیت محسوس ہوئی اور قبوے کی کڑواہٹ بھی کم ہو گئی۔

”تم کون ہو؟“ کسی نے ہسپانوی زبان میں اس سے پوچھا۔ لڑکے کو اطمینان ہوا۔ وہ ابھی نشانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور پہلی نشانی عمود پڑ رہی ہو گئی تھی۔

”تم ہسپانوی کیسے بول لیتے ہو؟“ اس نے سوال کرنے والے سے اٹنا سوال کیا۔

نو ورو مٹری لباس میں جلوں ایک نوجوان تھا۔ لیکن اس کی رنگت اس کے مقامی ہونے کی چٹلی کھارہی تھی۔ وہ چرواہے کی عمر اور قد بتا رہا تھا۔

”یہاں ہر کوئی ہسپانوی بول سکتا ہے۔ ہم یقین سے صرف دو گھنٹے کی مسافت پر ہیں۔“ نو ورو نے جواب دیا۔
”بہتر اچھے اپنی خدمت کا موقع دو اور میرے لیے بھی ایک گلاس شراب منگوادو۔ مجھے یہ کڑوا قبوہ بالکل اچھا نہیں لگا۔“ اس نے نو ورو سے کہا۔

”اس ملک میں شراب نہیں مل سکتی۔ ہمارے مذہب میں اس کی ممانعت ہے۔“ نو ورو نے جواب دیا۔
لڑکے نے اسے بتایا کہ اسے ابرام مصر جانا ہے اس نے پہلے نو ورو کو خزانے کے بارے میں بتانے کا ارادہ کیا مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ مگر وہ ایسا کرتا تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ نو ورو عرب اس سے حصہ لگتا اور اسے بوڑھے کی بات یاد تھی کہ کبھی اس چیز کا وعدہ نہ کرے جو ابھی اس کی ملکیت میں نہیں ہے۔ اگر تم ابرام مصر تک مہری رہنمائی کرو تو میں تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا۔“ اس نے نوجوان عرب سے کہا۔

”کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ ہاں تک پہنچنا کتنا مشکل ہے؟“ نو ورو نے استفسار کیا۔ اس نے دیکھا کہ قبوہ خانے کا مالک ان دونوں کی گفتگو غور سے سن رہا تھا۔ دکان دار کا اس طرح دیکنا اسے برعکاس ایک رہنما مل گیا تھا جسے وہ کسی بھی قیمت پر کھوٹا نہیں چاہتا تھا۔

”ابرام مصر تک پہنچنے کے لیے صحرا عبور کرنا پڑے گا۔ اور اسے عبور کرنے کے لیے بہت زیادہ رقم درکار ہے۔ پہلے مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پاس رقم ہے بھی یا نہیں۔“

اسے یہ سب عجیب لگا مگر اسے بوڑھے کی بات پر اعتماد تھا۔ اس نے کہا تھا:
”جب تم کچھ کرنے کا ارادہ کرو تو کائنات کی ہر شے سے ممکن بنانے پر مل جاتی ہے۔“

اس نے اپنی تمام رقم نکالی اور نو ورو کے سامنے رکھ دی۔ قبوہ خانے کا مالک بھی یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے عربی میں نو ورو سے کچھ کہا۔ قبوہ خانے کا مالک کچھ پریشان لگ رہا تھا۔

”آؤ یہاں سے چلیں۔ یہ چاہتا ہے کہ ہم چلے جائیں۔“
جب وہ قبوے کا بل دہنے کے لیے گیا تو قبوہ خانے کے مالک نے اسے ہاز سے بکڑ لیا اور عربی میں زور زور سے

کچھ بولنے لگا۔ لڑکا مضبوط ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ اس بد نصیری کا منہ توڑ جواب دے مگر یہ سوچ کر چپ رہا کہ وہ ایک غیر ملک میں تھا۔ عربی نے قبوہ خانے کے مالک کو دھکا دے کر اسے چھڑا لیا۔

”پر تمہاری رقم ہتھیانا چاہتا ہے۔“ عربی نے کہا۔ ”تانجر باقی الریقہ سے تلف ہے۔ یہ ایک بندرگاہ ہے اور ہر بندرگاہ پر لٹیرے اور رہزن کثرت سے پائے جاتے ہیں۔“

لڑکے کو اپنے نئے ساتھی پر اعتماد تھا۔ آخر اس نے مشکل وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ عربی رقم سننے لگا۔
”ہم ابرام مصر کے لیے کل روانہ ہوئے مگر اس کے لیے ہمیں پہلے راونٹ لینے ہونگے۔“

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

دنوں نے تاجپھر کی تک گلیوں میں چلنا شروع کیا۔ بازار کے دونوں طرف ٹال گئے ہوئے تھے۔ وہ چلنے چلنے چوڑھے پر پہنچ گئے۔ یہاں پر بہت زیادہ رش تھا۔ ہر کوئی خرید فروخت میں مصروف تھا۔ کوئی سبزی خرید رہا تھا تو کوئی سبزی بچا کر ہاتھ دیا تھا۔ کسی طرف تاہین فروخت کرنے کے لیے رکھے تھے تو اس کے برابر تھا۔

لاڑکے کی نظر مسلسل عربی پر تھی، آفراس کی چوری جمع ہوئی اس کے پاس تھی۔ ایک بار تو اس نے سوچا کہ وہ اس عربی سے اپنی رقم واپس لے لے مگر پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ یہاں ایک غیر دوستانہ عمل ہوگا۔

مجھے مسلسل اس پر نظر رکھنی چاہئے۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔

اسے اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ عربی کی نسبت منہ ذیل ڈول مانگ تھا۔ اسی گہما گہمی میں اسے ایک بہت ہی خوبصورت نکو نظر آئی۔ اس نے آج تک ایسی نکو نہیں دیکھی تھی۔ نکو کا سامان پانڈی کا ہوا تھا اور دستے پر چستی جھابرات بڑے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے دل میں مہم کیا کہ جب وہ خزانہ لے کر واپس آئے گا تو یہ نکو ضرور خریدے گا۔

”درا اس نکو کی قیمت تو معلوم کرو۔“ اس نے عربی سے کہا۔

لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس پر یک دم انکشاف ہوا کہ اس ایک لمحے میں جب اس نکو کی طرف متوجہ تھا وہ اپنی تمام جمع پونجی سے محروم ہو چکا تھا۔

اس کا دل ڈوبنے لگا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ وہ مڑ کر دیکھنے سے گھبرا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ پیچھے کچھ بھی نہیں تھا۔ نکو اور کوئی دیکھتا رہا اور دست جمع کرتا رہا کہ پیچھے مڑ کر دیکھ سکے۔

چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ خرید فروخت کر رہے تھے۔ غیر ماٹس کمانوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی مگر کہیں بھی اس کا سبب مانتی نہیں تھا۔ اس نے اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس کا ساتھی صرف لے کر کے لے لے اس سے چھڑ گیا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بیٹھی پر اس کا انتظار کرے گا۔ اسی دوران ایک شخص بیٹار پر چڑھا اور اونچی آواز میں کچھ بکارتے لگا۔ تمام لوگ پہلے تو تھکے اور پھر زمین پر ہاتھ لگنے لگے۔ اس سے لارغ ہو کر سب نے اپنی دکانیں بند کیں اور گھروں کو روانہ ہو گئے۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ آج صبح سورج طلوع ہوا تو وہ ایک دوسرے برا عظیم پر موجود تھا۔ وہ ایک چوہا تھا جس کے پاس ساٹھ بھیلریں تھیں۔ اسے اپنی محبت سے لے کر کی امید تھی۔ آج صبح اسے اپنے ساتھ بیٹس آنے والے کھات کا علم تھا اور اب جبکہ سورج اُوب رہا تھا وہ ایک اور برا عظیم پر تھا جہاں کی زبان سے وہ بے خبر تھا۔ وہ نہ تو چوہا تھا اور نہ ہی اس کے پاس اس کا زوارہ تھا۔ اس کے پاس اتنی رقم بھی نہیں تھی کہ وہ گھر کو لوٹ سکے۔ یہ سب کچھ سورج طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے کے درمیان ہو گیا۔ وہ انتہائی رنجیدہ تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اتنا جلدی ہو گیا ہے۔

اس کا دل چاہا کہ وہ دوڑے لیکن وہ آج تک اپنی بھیلروں کے سامنے بھی نہیں بڑھا تھا۔ بازار اس وقت دیر لگ تھا اور وہ گھر سے بہت دور تھا جہاں اسے کوئی نہیں پہچانتا تھا اس لیے وہ جی بھر کر دیا۔ وہ اس لیے روبا کہ خدائے اس کے ساتھ

بے انصافی کی تھی اور خدا خدائیوں کی دنیا میں نہ والوں کو ایسے ہی سزا دیتا ہے۔ اس نے سوچا۔

جب میں چوہا تھا تو میں خوش تھا اور میرے ساتھی بھی مجھ سے خوش ہوتے تھے۔ وہ مجھے آنا دیکھتے تھے تو میرا استقبال کرتے تھے۔ اور اب میں اداس اور تنہا ہوں۔ میرا لوگوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے کیونکہ لوگوں نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ مجھے ان سب لوگوں سے نفرت ہے جو اپنے خزانے تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے کیونکہ میں اپنے خزانے تک نہیں پہنچ سکا۔

اس نے اپنا تھیلا کھولا کر شانہ اس میں کچھ پھاہو۔ تھیلے میں اس کی کتاب، بیٹک اور دو پتھر تھے۔ وہ پتھر جو بولے نے اسے دیے تھے۔ پتھروں پر جب اس کی نظر پڑی تو اسے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ اس نے ان دو پتھروں کے عوض چھ بھیلریں دی تھیں۔ وہ ان پتھروں کو بیچ کر اسی کا کھٹ خرید سکتا تھا۔

اب میں زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کروں گا۔ اس نے سوچا یہ ایک ساحلی شہر ہے اور اس عربی کے بقول، ہر ساحلی شہر کے لوگ چور اور لیرے ہوتے ہیں۔ اب اسے احساس ہوا کہ توبہ خانے کا مالک اٹار پریشان کیوں تھا۔ وہ اسے بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا نو اور دوست لیرا ہے۔

”میں دنیا کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ دنیا کا ہر شخص مجھے لپٹے جیسا سیدھا سا دھا لگتا ہے حالانکہ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔“

وہ پتھروں پر انگلیاں پھیر رہا تھا۔ وہ من کی حرارت کو محسوس کر سکتا تھا۔ اب یہی اس کا خزانہ تھا۔ ان کو پھونکنے سے اسے اطمینان ملا۔ پتھروں نے اسے بولے کی یاد دلا دی۔ بولے نے کہا تھا۔

”جب تم کچھ کرنے کا مصمم ارادہ کر لو تو کائنات کی ہر شے اس کے حصول میں تمہاری مدد میں مصروف ہو جاتی ہے۔“

وہ بولے کی ذہانت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہاں وہ دیران بازار میں تھا جیسا ہوا تھا۔ وہ بالکل غلط تھا۔ پتھر اسے یاد دلاتے تھے کہ اس کی ملاقات ایک بادشاہ سے ہوئی تھی جس کے ہاتھ سے دانق تھا۔

”ان کا نام ’یوریم‘ اور ’تھومیم‘ ہے اور یہ تمہیں نشانوں کو پچاننے میں مدد دیں گے۔“ لڑکے نے پتھر اپنے تھیلے میں رکھے اور ان کو آرا مانے کا فیصلہ کیا۔ بولے نے کہا تھا کہ اسے واضح سوال کرنا چاہیے کہ وہ کیا معلوم کرنا چاہتا ہے۔

اس نے سوال کیا ”کیا بولے آدی کی دعائیں ابھی بھی میرے ساتھ ہیں؟“ اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک پتھر نکالا۔ جواب اُن میں تھا۔

”کیا مجھے میرا خزانہ مل جائے گا؟“

اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر پتھروں کو نوا لیا۔ تو دونوں پتھر سورج سے نیچے گر گئے۔ لڑکے کو اب تک معلوم نہیں تھا کہ تھیلے میں کوئی سوراخ بھی ہے۔

وہ نیچے جھک کر یوریم اور تھومیم کو اٹھانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

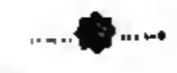
"خانیوں کو پہچانا سکھو اور ان پر عمل کرو۔" بوڑھے نے کہا تھا۔ ایک اور نشانی "اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے پتھروں کو اٹھایا اور قبیلے میں دکھایا۔

اس نے سوراخ کو فرو کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ پتھر جب چاہیں کر سکتے تھے۔ اس نے سوچا کہ کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں جو کہ انسان کو نہیں کرنے چاہئیں۔ اس سے خطرہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی منزل سے ہٹک نہ جائے۔

اس نے دل میں عہد کیا کہ وہ اپنے قبیلے کو خود کرے گا۔ پتھروں نے اسے بتایا کہ بوڑھے آدمی کی رہنمائی اب بھی اس کے ساتھ ہیں۔ اس سے اس کا خود پر اعتماد بڑھ گیا۔ اس نے اپنے ارد گرد نگاہ ڈالی۔ اسے ایسے لگا کہ یہ ناموس جگہ نہیں..... بلکہ ایک نئی جگہ تھی۔ آخر اس نے اسی کی تو بیحد خواہش کی تھی۔ اگر وہ اہرام مصر تک نہ بھی پہنچ پاتا تو وہ اپنے کسی بھی جاننے والے چرواہے سے بھی زیادہ زیادتیہ چکا تھا۔ کاش ان کو بھی اس بات کا احساس ہو جائے کہ ان سے صرف دو گھنٹے کی مسافت پر ایک بالکل مختلف دنیا آباد ہے۔ اگرچہ اس کی پہنچی دیتا اس وقت ایک ویران بازار تھا مگر وہ اس کا نظارہ اس وقت بھی کر چکا تھا۔ جب وہ بازار اپنی پوری گہما گہمی پر تھا۔

اس کے ساتھ ہی اسے تو اس کا خیال آیا۔ اس خیال سے اسے تکلیف ہوئی مگر اس نے اس سے خوبصورت تلواریں سے قتل بھی دیکھی تھی۔ اسے اب فیصلہ کرنا تھا کہ وہ ایک شیرے کا لہرا ہوا انسان ہے یا خزانے کی تلاش میں پھرنے والا ہم جو۔

"میں خزانے کی تلاش میں نکلے والا ہم جو ہوں۔" اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔



کسی نے اسے گہری نیند سے جگا یا تو اسے مطمئن ہوا کہ وہ صحیح بازار ہی میں گیا تھا اور اب بازار کی گہما گہمی لوٹ رہی تھی۔ اس نے اپنی بیٹروں کے لیے لہر لہر دیکھ کر خوش ہوئی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ ایک نئی دنیا میں ہے لیکن انہوں نے اسے بجاے خوشی کا احساس اس پر چھوڑا ہوا تھا۔

اسے بیٹروں کے لیے چارے اور پانی کی تلاش میں بار بار اچھرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے خزانے کی تلاش میں جا سکتا تھا اس کی جیب میں پھولی کوڑی بھی نہیں تھی۔ مگر اس کے پاس اعتماد کی دولت تھی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ لوگوں کے چہرے سے اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ اپنی منزل کے قریب ہیں یا دور۔ یہ بہت ہی آسان تھا مگر اس سے قبل اس نے اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔

اس نے گذشتہ رات فیصلہ کیا تھا کہ وہ بھی اسی طرح کا ہم جو بنے گا جن کی کہانیاں اس نے کتابوں پر پڑھی تھیں۔ اس

نے آہستہ آہستہ بازار میں چلنا شروع کیا۔ دکاندار اپنی دکان میں جانے میں مصروف تھے۔ وہ ایک مشائی والے کی دکان چالے میں روکنے لگا۔ مشائی والے نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی اور طمانیت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ زندگی کیا ہے۔ مشائی والے کی مسکراہٹ نے اسے بوڑھے کی یاد دلائی۔ یہ مشائی والا اس لیے مشائی نہیں بنا رہا کہ وہ کسی تاجر کی بیٹی سے شادی کر کے بلکہ اس لیے مشائی بنا رہا تھا کیونکہ اسے یہ کام پسند تھا۔ اسی لیے اس کے چہرے پر طمانیت ہے اس نے سوچا۔

جب مشائی والے کی دکان سے گئی تو اس نے لڑکے کو کھانے کے لیے مشائی دی جو اس نے شکر پیے کے ساتھ قبول کر لی اور اپنی راہ پر گامزن ہو گیا۔

چلنے چلنے سے احساس ہوا کہ ایک آدمی عربی بول رہا تھا جبکہ دوسرا آدمی ہسپانوی میں جواب دے رہا تھا۔ جبکہ دونوں ایک دوسرے کا ملبوم بھج رہے تھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایک ایسی زبان ایسی بھی ہے جس کا انحصار الفاظ پر نہیں ہے۔" اس نے سوچا۔

اس بات کا تجربہ وہ اس سے قبل بیٹروں کے ساتھ بھی کر چکا تھا۔ اور اب وہی تجربہ انہوں کے درمیان ہوا۔ وہ ہر قدم پر ایک نئی چیز دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ باتوں کا تجربہ وہ اس سے قبل بھی کر چکا تھا۔ مگر جب اسے اس کا اور اک نہیں لگا۔ اسے ان چیزوں کا اور اک اس لیے نہیں تھا کیونکہ وہ ان کا مادی ہو چکا تھا۔

"اگر میں یہ زبان سیکھ لوں جس کا انحصار الفاظ پر نہیں ہے تو میں پوری دنیا کو کچھ سیکھا ہوں۔"

مطمئن اور پرسکون، اس نے تانچیر کی گلیوں میں چلنے کا ارادہ کیا۔ اس طرح وہ نشانوں کا مشاہدہ کر سکتا تھا۔ مگر اس کے لیے صبر کی ضرورت تھی اور پھر چرواہے سے زیادہ صبر کون کر سکتا ہے۔ اس نے جو کچھ بیٹروں کے ساتھ سیکھا تھا اس کا اطلاق ایک نئی جگہ پر کیا جا سکتا تھا۔

"تمام چیزیں اصل میں ایک ہی ہیں۔" بوڑھے بادشاہ نے اسے بتایا تھا۔



کرشل لڑوٹی آج بھی اسی پریشانی کے ساتھ جاگا جو روز کا معمول تھی۔ وہ اس جگہ پر گذشتہ تیس سال سے رہ رہا تھا۔ اس کی دکان پہاڑی کی چوٹی پر تھی جہاں گاؤں کا زرم دہش ہی ہوتا تھا۔ اس کو صرف ایک کام آتا تھا۔ کرشل کی پہچان اور خرید و فروخت۔

اس کا کاروبار کبھی عروج پر تھا، اس کی دکان کی شہرت دور دور تک تھی۔ اور اس کے گاہکوں میں عرب تاجر مگر انیسویں اور برطانوی ماہرین ارضیات اور جرمن فوجی ہوتے تھے۔ جب سب کچھ بہت اچھا لگتا تھا اور وہ بہت جلد اس پر ہونے کا خواب دیکھتا تھا۔

مگر وقت کے ساتھ ساتھ پتھر بھی بدل گیا۔ نزدیکی شہر سیوٹا اتنی جڑی سے پھیلا کہ پتھر کی رونقیں ماند پڑ گئیں۔ اکثر دکانداروں نے اپنے کاروبار سے شہر میں منتقل کر لیے۔ اب گاہک پہاڑی پر واقع خال خال دکانوں میں جمنا کھنے سے بازار سے خریداری کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن کرشل فرڈش کے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے تیس سال اسی کاروبار میں گزارے تھے اور وہ کسی دوسرے کاروبار سے بالکل ناواقف تھا۔ اور اب کاروبار بدلنا بعید از قیاس لگتا تھا۔ اس کی بیچ لوگوں کو دیکھتے ہوئے گزرتی تھی، یہ سالوں سے اس کا معمول تھا اور اب تو اسے لوگوں کے گزرنے کے اوقات بھی لڑر ہو گئے تھے۔ دوپہر کے قریب ایک لڑکا اس کی دکان میں داخل ہوا۔ لباس سے وہ کسی کھاتے پیتے گھرانے کا فرد لگتا تھا مگر اس کی عمر بے کار لگا ہی کتنی تھی کہ اس کی جیبیں خالی ہیں۔



دکان میں لگے ایک کتبہ سے اندازہ ہوتا تھا کہ دکاندار ایک سے زیادہ زبانیں بول سکتا تھا۔
 "میں کرشل صاف کرنے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔" لڑکے نے کاغذ پر موجود شخص سے کہا۔
 "اس حالت میں یہ شاید گاہکوں کے لیے زیادہ کشش کا باعث نہ ہوں۔"
 دکاندار نے خالی خالی نظروں سے لڑکے کی طرف دیکھا۔ "تم مجھے بدلے میں کچھ کھانے کے لیے دے دینا۔"
 دکاندار اب بھی خاموش تھا۔ لگتا تھا کہ کسی فیملی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔
 لڑکے نے سوچا کہ اسے اس صرا میں جب تک کی فی الحال ضرورت نہیں تھی لہذا اسے وہ کرشل صاف کرنے کے لیے استعمال کر سکتا تھا۔ اس نے نیپلے سے جب تک نکالی اور کرشل صاف کرنا شروع کر دیے۔ آدمی گھنٹے میں اس نے دکان میں موجود زیادہ تر کرشل چمکا دیا۔

ابھی اس نے کام شروع ہی کیا تھا کہ دو گاہک دکان میں داخل ہوئے اور انہوں نے کرشل خریدا۔ جب وہ کام سے فارغ ہوا تو دکاندار نے اسے کھانے کے لیے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ انہوں نے دکان بند کی اور نزدیکی موٹل پر چلے گئے۔
 "سرگ کھانے کے لیے تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" تاجر نے لڑکے سے کہا۔ "قرآن میں تلقین کرتا ہے کہ ہم بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔"

"تو پھر تم نے مجھے کام کرنے کی اجازت کیوں دی؟" لڑکے نے استفسار کیا۔
 "کیونکہ کرشل کندا تھا اور ہم دونوں کو اپنے اپنے ذہنوں کی صفائی بھی مطلوب تھی۔" تاجر نے جواب دیا۔
 جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو دکاندار بولا:

"تمہارے آنے کے بعد آج میری دکان میں دو گاہک آئے، ایک بیک شکن ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم میری دکان میں کام کرو۔"

"لوگ نشانہوں کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں۔" لڑکے نے سوچا۔ "لیکن شاید انہیں بھی معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔"
 "کیا تم میری دکان پر کام کرو گے؟" تاجر نے اس سے استفسار کیا۔

"میں آج کا پورا دن اور پوری رات تمہاری دکان پر کام کروں گا اور تمہاری دکان کی ہر ایک چیز چمکا دوں گا۔ معاوضے میں مجھے مصر جانے کے لیے زائد دو چاہیے۔" لڑکے نے جواب دیا۔

دکاندار بے ساختہ ہنس پڑا۔ "اگر تم میری دکان میں ایک سال بھی کام کرو اور اس کے علاوہ میں تمہیں دکان میں فراغت ہونے والی ہر چیز پر کمیشن بھی دوں تو پھر بھی مصر جانے کا زائد دو پورا نہیں ہو سکتا۔ مصر یہاں سے ہزاروں میل دور ہے اور وہاں میں ایک لقمہ دق سحر ہے۔"

ایک لمحے کے لیے اسے اپنے گاہیے ہر چیز ساکن ہو گئی ہو۔
 لفظ میں گہرا سنا تھا۔

بازار سنسان تھا۔

کوئی امید نہیں۔

کوئی ہم جوتی نہیں۔

نہ بوز حاشہ نشہ اور نہ ہی منزل کا کوئی نشان۔

شیراز اور شی ابراہیم مصر۔

دکاندار کی بات میں جیسے چاروں کے اظہار غم جن کے ادا ہوتے ہی سب کچھ غائب ہو گیا ہو۔

دنیا جیسے ساکن ہو گئی ہو۔ ایسا شاید اس لیے تھا کہ وہ خود اس تھا۔

اس نے خال خالی نظروں سے پہلے کے دروازے سے باہر دیکھا۔ اسے لگتا تھا کہ اس کی روح ابھی پرہیزگار جانے گی اور سب کچھ اسی لمحے ختم ہو جائے گا۔

دکاندار تجسس سے لڑکے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کی تمام چمک جہاں نے صبح و کبھی تھی فانی ہو چکی تھی۔ اور وہ مایوس تھا۔

"میں نہیں اتنا معاوضہ دے سکتا ہوں کہ تم اپنے ملک واپس جا سکو۔ دکاندار بولا۔
لڑکا خاموش تھا۔ وہ اٹھا، اپنے کپڑے ٹیک کیے اور تھکلا اٹھایا۔ "میں کام کروں گا۔"
مجھے اتنی رقم پائیے کہ میں کچھ بھیڑیں خرید سکوں۔"



لڑکے کو کرشل کی دکان پر کام کرتے ہوئے ایک ماہ سے زائد عرصہ بیت گیا تھا۔ یہ کام اس کی طبیعت سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ دکاندار ہر وقت ٹوٹا تھا کہ وہ کرشل کو احتیاط سے اٹھائے نہیں کہ وہ ٹوٹ نہ جائے اور لڑکے کو یہ ٹوک جھوک اچھی نہیں لگتی تھی۔

وہ اس کام سے اس لیے چپکا ہوا تھا کہ دکاندار کا دیکھنا اس کے ساتھ اچھا تھا کہ وہ لڑکے کو سامان کی فروخت پر متحول کیونہ بھی دیتا تھا۔ اس نے اب تک کچھ رقم پس انداز کر لی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ اگر وہ اسی طرح کام کرتا رہتا تو ایک سال میں وہ اتنی رقم جمع کر لے گا کہ وہ کچھ بھیڑیں خرید سکے۔

"ہیں کرشل کے لیے ایک شوکیس بنانا چاہیے۔" اس نے دکاندار سے کہا "ہم یہ شوکیس دکان کے باہر رکھیں گے اس طرح کا کپڑوں سے ہی کرشل دیکھ کر دکان کی طرف متوجہ ہوں گے۔"

"اس سے قبل میں نے بھی کرشل دکان کے باہر نہیں رکھا اس طرح اس کے ٹوٹنے کا خدشہ رہتا ہے۔" دکاندار نے جواب دیا۔

"جب میں اپنی بھیڑیں چراگاہ میں لے کر جاتا تھا تو اس بات کا خدشہ موجود رہتا تھا کہ کوئی بھیڑ یا کسی بھیڑ کو اٹھا کر لے جائے۔ یا پھر کوئی بھیڑ دیرانے میں پھنس جائے اور مر جائے۔ یا اسے کوئی سانپ ڈس لے لیکن دنیا اسی طرح ہی رواں دواں ہے۔"

دکاندار کوئی جواب دینے کی بجائے گاہک کی طرف متوجہ ہو گیا جو گھوس پند کر رہا تھا آج کل اس کا کاروبار عروج پر تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے پرانے دن ٹوٹ آئے ہوں جب اس کی دکان مرکز لگا ہوا کرتی تھی۔

"کاروبار میں بہت بہتری ہوئی ہے۔" دکاندار نے گاہک سے قارئین ہونے کے بعد لڑکے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"میری کمائی کافی اچھی ہے اور امید ہے کہ تم بھی بہت جلد اپنا ریڑھانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اس سے زیادہ کی طلب اچھی نہیں ہے۔"

"لیکن میں نشانوں کو پہچانا چاہیے۔ لڑکے نے بے ساختہ کہا۔

پھر اسے افسوس ہوا کہ اس نے ایسا کیوں کہا کیونکہ دکاندار تو کبھی بوڑھے بادشاہ سے ملا ہی نہیں تھا۔

"اسے مطابقت کا اصول کہتے ہیں، کیونکہ زندگی کامیابی میں تمہاری ساتھی بننا چاہتی ہے۔" بوڑھے بادشاہ نے بتایا

تھا۔ دکاندار بوڑھے بادشاہ سے نہ ملنے کے باوجود لڑکے کی باتیں سمجھ سکتا تھا۔ آخر لڑکے کی اس کی دکان میں آمد بھی تو دکاندار کے لیے بڑا سودا ایک ٹیک ٹھون تھا۔ ہرگز رتے دن کے ساتھ اس کی آمدنی میں بہتری ہو رہی تھی۔ اسے کبھی حلال نہیں ہوا تھا کہ اس نے لڑکے کو ملازمت کیوں دی۔ وہ لڑکے کو کھولنے کے علاوہ متحول کیونہ بھی دیتا تھا تاکہ وہ جلد اپنا ریڑھانے۔

"تم اہرام مصر کیوں جانا چاہتے ہو؟" اس نے شوکیس کا سوال کی نالینے کے لیے بات کا رخ بدلتے ہوئے لڑکے سے پوچھا "کیونکہ میں نے ان کی بہت تعریف سنی ہے۔" لڑکا بولا۔ وہ دکاندار سے اپنے خواب کے متعلق کوئی ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور ویسے بھی اب نزلہ بھی اس کے لیے تلخ یاد سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ اور اسے دہرانا ایک تکلیف دہ امر تھا۔

"میرا نہیں خیال کہ کوئی حکمندانہ انسان صرف اہرام مصر کو دیکھنے کے لیے اتنے بڑے صحرا کو عبور کرنا پسند کرے گا۔" دکاندار نے جواب دیا "اہرام مصروں کا ایک ڈھیر ہے جو تم بھی اپنے گھر کے گن میں بنا سکتے ہو۔"

"ہاں جسے سیاحت کا شوق نہ ہو وہ بالکل ایسا نہیں کر سکتا۔"

اور وہ دکان میں داخل ہو گیا لڑکے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مجھے تہہ ملی شاید اس میں نہیں آتی۔" دکاندار نے اگلے روز کہا۔

"سامنے کی دکان کا مالک حسن شاید خریداری میں غلطی بھی کرے تو کاروبار کے جہم کی وجہ سے اسے کوئی قابل ذکر فرق نہیں پڑے گا۔ مگر میں شاید اپنی غلطی کا ثبوت دیکھتا ہوں گا۔" اس کی بات میں وزن تھا۔

"لیکن تم شوکیس بنانا کیوں چاہتے ہو؟" دکاندار نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ میں جلد از جلد اپنا ریڑھانہ مکمل کرنا چاہتا ہوں۔" لڑکے نے جواب دیا۔

"جب قسمت ہمارے ساتھ ہو تو ہمیں اس کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے شاید یہی مطابقت کا اصول ہے۔" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"ہمارے نبی ﷺ نے ہماری رہنمائی کے لیے ایک کتاب اور اپنی سنت چھوڑی ہے۔" دکاندار نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"اور ہمیں اپنی زندگی میں صرف پانچ دن کاں کو پورا کرنا ہے۔ سب سے اول تو یہ ہے کہ ہم اللہ کی وعدانیت پر ایمان لائیں۔ پانچ وقت کی نماز پڑھیں۔ رمضان کے مہینے میں روزے رکھیں۔ غیر جوں کی موڈ کے لیے ذکوۃ دیں۔" اس نے تھوڑا توقف کیا۔ لڑکا اس کی آنکھوں میں عقیدت کے آئینہ دیکھ سکتا تھا جو پیغمبر کے ذکر کے ساتھ نکل آئے تھے۔ وہ ایک سچا مسلمان تھا اور اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتا تھا۔

”اور پانچواں رکن کیا ہے۔“ لڑکے کا جھس بڑھ رہا تھا۔

”وہ دن گل تم نے کہا تھا کہ مجھے شاید سڑک کا شوق نہیں ہے۔“ دکاندار بولا

”اسلام کا پانچواں رکن حج ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک بار مکہ مکرمہ میں خدا کے گھر کی زیارت کرے۔“

”مکہ مکرمہ سے بھی آگے ہے۔ جوانی میں صرف میری ایک خواہش تھی کہ کسی طرح آٹھویں بیچ کر لوں کہ پانچا کاروبار کر سکوں اس طرح میں حج کے لیے روپیہ جمع کر لیتا اور میری غیر موجودگی میں میرے خاندان کی گزارشات کا بندہ دست بھی ہو جاتا۔ جب میرا کاروبار جم گیا تو مجھے ایسا کوئی آدمی نہیں مل سکا جس کے حوالے میں اپنی دکان کرو دیا اور خود حج کے لیے روانہ ہو جاتا۔ اس دوران کئی قافلے میری دکان کے سامنے سے گزرے، ان میں سے کچھ لوگ تو مالدار تھے جو اپنے قافلے میں ملازمین کی فوج کے ساتھ حج کو جا رہے تھے۔ لیکن اکثریت غریب لوگوں کی ہوتی تھی۔ تمام مال میں حج خوش ہوئے تھے۔ ایک سوچی سمجھی حج پر کیا تھا۔ واپسی پر اس نے بتایا کہ اس صحرا کو عبور کرنے میں اسے ایک سال لگا لیکن اسے اتنی بھی تنگن نہیں ہوئی جتنی اسے ”تاجخیر“ کی بلیوں میں روزمرہ کے کاموں کے لیے چلنے کے دوران ہوتی تھی۔“

”لڑا آپ اب حج پر کیوں نہیں جاتے؟“ لڑکے نے استفسار کیا۔

”یہ مکہ جانے کی خواہش ہی ہے جو مجھے زندہ رہنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ ورنہ اس یکسانیت اور یک میں رکھے ہوئے کرسٹل کی خاموشی اور کینے کا بد مزہ کھانا تو مجھے اب تک مدد دے رہا ہے۔ اگر میرا مکہ جانے کا خواب پورا ہو گیا تو پھر زندگی میں اور کوئی امید باقی نہیں ہوگی جس کے سہارے میں زندہ رہوں گا۔“ تاجخیر نے جواب دیا۔

”تم بھی اپنا روز بنانے اور اہرامِ معرکہ جانے کا خواب دیکھتے ہو۔ مگر تم میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ تم اپنے خواب کو پورا کرنا چاہتے ہو اور میں صرف اپنے خواب کے سہارے زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ میں کئی دفع اپنے آپ کو چشمِ قصور میں صراحت کر کے دیکھ چکا ہوں۔ خدا کے گھر میں قبرِ اسود کے سامنے اپنے آپ کو موجود پاتا ہوں اور خدا کے گھر کا طواف کرتا ہوں۔ لیکن یہ سب صرف تصورات میں ہوتا ہے۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ میرے جاننے والے میرے ساتھ ہیں، کوئی باتیں کوئی آگے ہوتا ہے اور کوئی عقب میں۔ میں صرف تصورات کی دنیا میں اپنے خواب کی تعبیر دیکھتا ہوں اور اس کے سہارے زندہ رہتا ہوں۔“

اسی روز اس نے لڑکے کو شوکیس بنانے کی اجازت دی۔ ہر کسی کے نصیب میں خواب کی تعبیر اتنی بولتی نہیں ہوتی۔

شوکیس نے واقعی گاؤں کو حوجہ کیا اور دو ماہ کے عرصہ میں دکان کی آمدنی کئی گنا بڑھ گئی۔ لڑکے نے حساب لگایا کہ مزید چھ ماہ کام کرنے کے بعد وہ نہ صرف زمین جانے کے قابل ہو جائے گا بلکہ پہلے سے دوگنی بمیل میں بھی خرید سکے گا۔ اس طرح ایک سال سے بھی کم عرصے میں نہ صرف اپنا روز دگنا کر چکا ہو گا بلکہ عربی پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے اس قابل بھی ہو گا کہ عربوں کے ساتھ کاروبار کر سکے گا۔

اس دن کے بعد اس نے ”میریم اور تھومس“ کو بھی کبھی استعمال نہیں کیا تھا شاید اس لیے کہ اہرامِ معراب اس کے لیے اسی طرح کا خواب تھا جیسا حج پر جانا دکاندار کا ایک خواب تھا۔ اب وہ کاروبار میں لطف محسوس کرتا تھا اور چشمِ قصور میں اپنے آپ کو طرفہ کی بندرگاہ پر ایک ذرا کی طرح دیکھتا تھا۔

”آدمی کو معلوم ہو؛ چاہیے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔“ لڑکے بادشاہ نے کہا تھا۔

لڑکے کو اب معلوم تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے اور شب و روز اس کے حصول کے لیے مصروف تھا۔ یہ خزانے کا خواب ہی تھا جو اسے اس اجنبی زمین پر لایا جہاں اس کی ملاقات ایک لٹیرے سے ہوئی اور اسی بھانے وہ اس قابل ہوا کہ وہ اپنا روز دگنا کر سکے اور اس سب کچھ میں اس کا کچھ خرچ بھی نہیں ہوا تھا۔ اسے اپنے آپ پر فخر تھا۔ اس نے سیکھا بھی بہت کچھ تھا مثلاً کرسٹل کی پہچان، الفاظ سے بے نیاز گفتگو کا فن اور نشانیوں کی پہچان۔

”اس پہاڑی پر چڑھنے کے بعد انسان بہت تھک جاتا ہے۔ کاش اس پہاڑی پر کوئی قبوہ خانہ ہوتا تو مشکل چڑھائی کے بعد گرم قبوہ چھن مٹا دیتا۔“ ایک شام لڑکے نے پہاڑی پر ایک شخص کو کہتے سنا۔

اس نے اس نشانی کو پہچان لیا اور دکاندار سے اس کا ذکر کیا۔

”ہمیں یہاں پر قبوہ خانہ کھولنا چاہیے۔“

”یہاں پر بہت سارے قبوہ خانے ہیں۔“ دکاندار نے جواب دیا۔

”مگر ہم کرسٹل کی بیانیوں میں تو پیش کریں گے اور یہ یقیناً گاؤں کو حوجہ کرے گا۔ اور اس طرح ہمدے کرسٹل کی لروخت میں بھی اضافہ ہوگا۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ خوبصورتی مرد کی کڑوی ہے اور کرسٹل واقعی بہت خوبصورت ہوتا ہے۔“

دکاندار نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ شام کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اس نے دکان بند کی تو لڑکے سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ حق ہے۔

”تجربوں کس چیز کی تلاش ہے؟“ دکاندار نے لڑکے سے سوال کیا۔

”جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا میں دوبارہ اپنا روز بنانا چاہتا ہوں۔“ لڑکے نے جواب دیا۔

”میں کرسٹل کے بارے میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو کہ ایک دکاندار کو معلوم ہونا چاہیے۔“ دکاندار نے چلم میں ہاتھ

کو کرے اور پھر حق کا گہرا آتش بجھتے ہوئے ہوا۔

"مجھے کڑھل کی پہچان ہے اور اس کی خصوصیات بھی معلوم ہیں مگر ہم کڑھل کے گلاس میں قبوہ پیش کریں گے تو ہمیں دکان کو لگی کھلا کرنا پڑے گا اور پھر میرا طرز زندگی بھی بالکل بدل جائے گا۔"

"تو کیا یہ اچھا نہیں ہے؟"

"میں اپنی زندگی سے بالکل مطمئن ہوں۔ تمہارے آلے سے نکل میں ضرور سوچا کرتا تھا کہ میں نے اس جگہ پر اپنی زندگی برباد کر دی ہے۔ میرے ساتھ کاروبار کرنے والے دوسری جگہ پر چلے گئے تھے اور ان کا کاروبار بھی بہت اچھا چل رہا ہے۔ یہ سب مجھے بہت مانوس کرتا تھا۔ لیکن اب ہر چیز بدل گئی ہے۔ میں زیادہ تبدیلی سے اس لیے گریز کرتا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ بدل ہونی صورت میں میرا رویہ کیا ہونا چاہیے میں اپنے معمول کا عادی بن چکا ہوں۔"

لڑکے کو کچھ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

دکاندار نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: "تم واقعی میرے لیے خوش قسمتی لے کر آئے ہو۔ آج مجھے وہ ہے جو مجھ سے کھوپکا تھا۔ اگر خوش قسمتی کو قبول نہ کیا جائے تو خدشہ ہوتا ہے کہ وہ بد قسمتی میں بدل جاتی ہے۔ میں زندگی سے مزید کسی چیز کا حتمی نہیں ہوں۔ مگر تم میرے اندر خواہش کو بیدار کرتے ہو اور مجھے نئی امید دلاتے ہو۔ اب جبکہ مجھ میں خواہش بیدار ہو چکی ہے اور میں امید کی جی کرنی دیکھ سکتا ہوں اور میں محسوس کر سکتا ہوں کہ میرے کاروبار میں وسعت کی بے انتہا گنجائش ہے۔ اب جبکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور اگر میں ایسا نہیں کرتا تو یہ مجھے دوبارہ وہاں ماہوس میں دیکھیل دے گا۔"

"اچھا ہی تھا کہ میں نے طرفہ نہیں بھری والے سے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا۔" لڑکے نے سوچا۔

دلوں حشر پیتے ہوئے اڑتے ہوئے سورج کا نظارہ کر رہے تھے۔

فضائیں گہرا سکوت تھا سوائے حق کی گڑگڑاہٹ کے۔

ان کے درمیان تمام گفتگو عربی میں ہو رہی تھی اور لڑکے کو نظر تھا کہ بہت کم وقت میں اس نے عربی پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ ایک دو وقت بھی تھا جب اسے لگتا تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں سے سب کچھ سمجھ سکتا ہے۔ آج اسے معلوم ہوا کہ اس کی بیٹیوں سے عربی نہیں سمجھا سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی شاید بہت سی چیزیں ہیں جو بیٹیوں سے نہیں سمجھا سکتی تھیں ان کی زندگی کا مقصد تو صرف چارہ اور پانی ہی ہے۔

"بیٹیوں مجھے کچھ نہیں سمجھا رہی تھیں بلکہ میں ان سے سیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا۔"

"کتوب۔" دکاندار نے سکوت توڑا۔

"اس کا کیا مطلب ہے۔" لڑکے نے پوچھا۔

"اس کا مطلب سمجھنے کے لیے تمہیں عرب میں پیدا ہونا چاہیے تھا۔"

دکاندار بولا "تمہاری زبان میں شاید اس کا مطلب ہے "جو قسمت میں لکھا ہے۔"

اس نے ہلکے ہلکے آگ کو کریدتے ہوئے لڑکے کو اجازت دی کہ وہ کل سے کڑھل کے گلاس میں قبوہ چھسکا ہے۔

"کبھی کبھی وہ یا کارغ موزنا نامکن ہوتا ہے۔"



جب لوگ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو محسوس کے آثار ان کے چہروں پر عیاں تھے۔ لیکن وہ قبوہ خانہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ قبوہ خانے میں قبوہ کڑھل کے گلاسوں میں پیش کیا جا رہا تھا۔

"بھری بیوی شاید اس کا تصور بھی نہ کر سکے۔" ایک گاہک نے دوسرے سے کہا۔ "آج میرے گھر میں مہمان آنے والے ہیں میں بھی ان کو کڑھل کے گلاسوں میں قبوہ پیش کروں گا۔ وہ بھی یقیناً متاثر ہو گئے۔"

"یقیناً قبوہ اگر کڑھل میں پیش کیا جائے تو اس کا لطف دو بالاً ہو جاتا ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔

بہت جلد قبوہ خانے کی شہرت پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ کثیر تعداد میں قبوہ خانے میں آنے لگے۔ اس کی دیکھا دیکھی پہاڑی پر اور بھی کئی قبوہ خانے کھل گئے۔ مگر لوگوں کی جو بھیر اس قبوہ خانے پر رہتی تھی وہ کسی اور کا مقدر نہیں تھی۔ دکاندار کو قبوہ خانے میں مزید کئی ملازم رکھنے پڑے۔ اس کی جائے کی درآمد میں کئی گنا اضافہ ہو گیا اور کڑھل کی فروخت بھی اسی رفتار سے ترقی کر رہی تھی۔

[ahmadnawaz@gmail.com]



لڑکا صبح جلد بیدار ہو گیا آج اسے تانچر میں آئے ہوئے گیارہ مہینے ہو گئے تھے اس نے خاص آج کے دن کے لیے عربی لباس خرید لیا تھا۔ یہ لباس لیکن کر اس نے آہستہ آہستہ بیڑیاں اتارنا شروع کیں۔ شہر پر ابھی تک نیند کا سکوت طاری تھا۔

دوقبوہ خانے میں آیا اور پہلے اس نے کڑھل کے گلاس میں قبوہ پیا۔ پھر قبوہ خانے کے دروازے میں بیٹھ کر حقے چھونے چھونے لگا۔ وہ اپنے ہمدے پر ناز ہو محسوس کر سکتا تھا۔ اس ہوا میں صحرا کی مہک رہی ہوئی تھی۔

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور رقم کا بیڈل نکال کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس رقم سے میں 120 بیٹریں خریدنے کے علاوہ وہ نہ صرف وہاں کا کفن لے سکتا تھا بلکہ افریقہ سے تمہارت کرنے کے لیے درآمدی لائسنس بھی لے سکتا

ہوں۔ اس نے سوچا۔ یہ سب کچھ اس نے بچھلے گیارہ ماہ میں کیا تھا۔

وہ دکاندار کے پیدا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

جب دکاندار یا تو ریلوں نے ایک ایک گاس قبوے کا لیا اور قبوہ خانے کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

”آج میں جا رہا ہوں۔“ لڑکے نے انکشاف کیا۔

”میرے پاس اتنی رقم ہے کہ میں اپنا ریڑ بنا سکتا ہوں۔ پورا آپ کے پاس بھی اتنی رقم ہے کہ آپ جج کے لیے روانہ

ہو سکتے ہیں۔“ دکاندار خاموشی سے اس کی بات سن رہا تھا۔

”کیا آپ مجھے اپنی دعاؤں میں رخصت کریں گے۔“ لڑکے نے دکاندار سے سوال کیا۔

آپ نے میری بہت مدد کی ہے۔“ لڑکے نے اپنی بات جاری رکھی۔

دکاندار مسلسل خاموش تھا اس نے گاس میں مزید قبوہ لگا دی اور پہلی بار بولا:

”مجھے واقعی تم پر فخر ہے۔ تم نے میرے کاروبار کو بہت ترقی دی لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں کتنی جاؤں گا جس طرح

سے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم ریڑ نہیں بناؤ گے۔“

”آپ سے کس نے کہا ہے کہ میں ریڑ نہیں بناؤں گا؟“ لڑکے نے حیرت کا اظہار کیا۔

”کتوب۔“ دکاندار بولا اور اس نے لڑکے کو گرم جوشی سے اپنی نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کیا۔



لڑکے نے کمرے میں جا کر اپنا سامان بانٹھا۔ جب وہ یہاں آیا تھا تو اس کے پاس صرف ایک تھیلا تھا جس میں

ایک کتاب اور ایک جیکٹ تھی۔ آج اس کے پاس ۶۱ سامان تھا کہ تین تھیلے بھر گئے، جب وہ کمرے سے روانہ ہونے لگا تو

اس کی نظر کونے میں پڑے اپنے بوسیدہ تھیلے پر پڑی۔ وہ اسے الٹا بھول چکا تھا۔ اس نے تھیلا اٹھا لیا اور اس میں سے جیکٹ

نکالی تاکہ گلی میں کسی غریب کو مدد سے۔ جیکٹ کے ساتھ دو پتھر نکل کر لڑش پر گر پڑے۔ ”پوریم اور قومیم“ من پتھروں کو دکھ

کرا سے بوڑھا بادشاہ یاد آ گیا۔ اسے حیرت ہوئی کہ وہ اتنا عرصہ سے کہیں بھول رہا تھا۔ اس نے تقریباً ایک سال سخت محنت

کی تاکہ اتنی رقم جمع کر سکے کہ لڑکے کے ساتھ سب کچھ لے کر آسکے۔

”کبھی کبھی خواب دیکھنے سے گریز نہ کرنا۔“ بوڑھے بادشاہ نے کہا تھا۔

اس نے ”پوریم اور قومیم“ کو فرش سے اٹھالیا اور اس کے ساتھ ہی اسے ایسے محسوس ہوا جیسے بوڑھا بادشاہ اس کے

تقریب ہی موجود ہو۔

ایک سال کی سخت محنت کے بعد اب شاید وقت آگیا تھا کہ وہ اپنی کاسٹرا اختیار کر سکے۔

”میں واپس جا کر دو بارہ ریڑ بناؤں گا۔ پورا ہوا اس کے کہ بھیڑوں کے ساتھ رہ کر میں مری نہیں سکے گا

تھا۔“ اس نے سوچا۔

لیکن بھیڑوں کے ساتھ رہ کر میں نے شاید اس سے بھی زیادہ اہم چیز سیکھی تھی ایسی چیز جس کا استعمال میں نے دو بار

غیر میں اپنے قیام کے دوران سیکھ لیا۔ اسی کی وجہ سے میں کرشن کے کاروبار کو فروغ دینا پورا اسی کے زور پر ہی میں ایک

کامیاب اور بے مثال قبوہ خانہ بنانے میں بھی کامیاب ہو سکا۔

وہ چیز تھی ”جنرہ“ کام کے انجام دینے کی محبت اور اپنے مقصد کی بے پناہ فطرت رکھنا۔“

تا نیراب اس کے لیے اجنبی جگہ نہیں تھی اور اس کا خیال تھا کہ اس نے اس اجنبی جگہ کو فتح کیا تھا۔ اس طرح وہ

جنرہ اور گن سے وہ پوری دنیا کو فتح کرنے کے قابل تھا۔

”جب تم کچھ کرنے کا مقصد لراؤ کہ لوگوں کا نکتہ کی ہر شے اس کے حصول میں تمہاری مدد کے لیے کوشاں ہو جاتا

ہے۔“ لڑکے بوڑھے بادشاہ کی بات یاد آئی۔

پھر اسے خیال آیا کہ بوڑھے بادشاہ نے سب کچھ ٹٹ جانے کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں کہا تھا اور نہ ہی تا حد نظر

پہلے ہوئے صحرا کے بارے میں۔ پورنہ لوگوں کے بارے میں کچھ بتایا تھا جو پتہ چانے ہیں کمان کی منزل کیا ہے اور ان

کی زندگی کا مقصد کیا ہے مگر وہ اس کے حصول کے لیے کبھی بھی تیار نہیں ہوئے۔

بوڑھے بادشاہ نے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ ابراہم مصر پتھروں کے ایک ذمیر سے زیادہ کچھ نہیں تھے۔ اور ہر کوئی ایسے

ابراہم اپنے گن میں بنا سکتا تھا۔ وہ یہ بتانا بھی بھول گیا تھا کہ اگر اس کے پاس اتنی رقم ہو کہ وہ دوبارہ سے ریڑ خرید سکے تو

اسے کیا کرنا چاہیے؟

لڑکے نے تھیلا اٹھالیا اور اسے اپنے سامان کے ساتھ رکھ دیا۔ دو پیڑوں سے لے کر اتر اور دکان میں چلا گیا دکاندار

دو غیر ملکی مہمانوں کے ساتھ مصروف تھا اور کئی لوگ قبوہ خانے میں قبوے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آج معمول سے

زیادہ گھما گھمی تھی۔ آج پہلی بار اس نے غور سے دیکھا تو ایسا لگا کہ دکاندار کے ہاتھوں کا رنگ بوڑھے بادشاہ کے ہاتھوں جیسا

تھا۔ اس کے ساتھ اسے یہ بھی یاد آیا کہ اس مٹھائی والے کی مسکراہٹ جس سے وہ تانچیر میں پہلی بار ملا تھا۔ وہ بھی بوڑھے

بادشاہ کی مسکراہٹ جیسی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے بوڑھا بادشاہ یہاں بھی اپنے نشان چھوڑ گیا ہو اور یہ بھی حقیقت تھی کہ ان سب

میں سے کوئی بھی بوڑھے بادشاہ سے نہیں ملتا تھا۔ اور دوسری طرف اس کا کہنا تھا کہ وہ ہمیشہ ان لوگوں کی مدد کے لیے موجود

ہوتا ہے جو اپنی منزل کی تلاش کی جستجو کرتے ہیں۔

اس نے رخصت ہوتے ہوئے دکاندار کو الوداع بھی نہیں کہا۔ وہ عام لوگوں کی طرح الوداع ہوتے ہوئے لوگوں

کے سامنے آنسو نہیں نکال سکتا تھا۔ اسے اس جگہ کے چھوڑنے کا محسوس ایسا نہیں رہا اور یہاں کے لوگ بھی یاد آئیں گے۔

وہ آج اپنے آپ کو بہت مستی و محسوس کر رہا تھا اس طرح جیسے وہ اس کاٹل ہو گیا ہو کہ پوری دنیا فتح کر سکے۔

"میں وہاں اپنے وطن جاؤں گا اور اپنا بیڑا بناؤں گا۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

مگر وہ اپنے اس فیصلے سے مطمئن نہیں تھا۔ اس نے ایک سال تک سخت محنت کی تھی تاکہ اپنے خواب کی تعبیر ڈھونڈ سکے اور آج ہرگز نہ دالے لہجے کے ساتھ اس کا خواب اس کے لیے اہمیت رکھ رہا تھا۔ یہاں تک اس لیے تھا کہ یہ اس کا خواب تھا ہی نہیں۔ "میں معلوم کروں گا انڈیا کی طرح اپنے خواب کی تعبیل کے لیے مکہ جالے سے تمام زندگی اس خواب کی تعبیر کے انتظار میں گزارنا بہتر ہے۔"

اس نے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

لیکن جیسے ہی اس نے بے خیالی میں اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈالا تو "ہوریم اور تھومیم" اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور جیسے ہی اس کا ہاتھ پتھروں سے چھوڑا اسے ایسا لگا جیسے بڑھے بادشاہ کی تمام تر توانائیاں اس میں منتقل ہو گئی ہوں۔

"یہ کھل ایک اتفاق تھا یا نشانی۔" لڑکے نے سوچا۔

وہ چلتے چلتے اس قبوہ خانے میں پہنچ گیا جہاں وہ پہلے روز آیا تھا آج یہاں کوئی لیرا نہیں تھا۔ لیکن قبوہ خانے کے

مالک نے اسے سگراہٹ کے ساتھ قبوہ پیش کیا۔

"میں اگر چاہوں تو اپنے ملک واپس جاسکتا ہوں اور پہلے سے بھی بڑا بڑا بنا سکتا ہوں۔ مجھے مکہ ہانی کے گراہمی تک یاد ہیں۔ مگر شاید مجھے اب ہرام مصر تک جانے کا موقعہ دوبارہ نہ مل سکے۔ بڑھے نے سونے کی ذرہ بھی ہمیں رکھی تھی اور اسے میرے ہاتھی کے بارے میں بھی علم تھا۔ وہ واقعی بادشاہ تھا۔ ایک دن بادشاہ۔"

اس نے سوچا اندلس کے پہاڑوں کے قافلے پر تھے لیکن اب ہرام مصر تک پہنچنے کے لیے ایک طویل سفر اہم ہو کر بنا ضروری تھا لیکن تصویر کا ایک کورنگ بھی تو تھا اس نے دل میں سوچا کہ میں اپنی منزل سے دو گھنٹے حریبا قریب ہو گیا ہوں۔

یہ بظاہر بات ہے کہ یہ دو گھنٹے کچھل کر ایک سال پر محیط ہو گئے تھے۔ لیکن اب اس بات سے زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا۔ "میں بڑا اس لیے لیرا چاہتا ہوں کہ لگے ہانی میرے لیے ایک آزمودہ کام ہے۔ میگزین میرے لیے اجنبی نہیں ہیں جب کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا سفر کیا ہوتا ہے اور میرا انسان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے ایک اجنبی چیز کا خوف؟" اس نے دل میں سوچا۔

لیکن یکدم اس پر مسرت کا انجانا سا احساس طاری ہو گیا۔

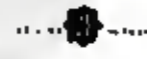
"میں جب جاؤں تو بڑھریہ سکھائوں یا پھر کرشل کا کاروبار شروع کر سکتا ہوں۔ میں ایک دال سے بھی مل چکا ہوں جس سے ملنے کا شرف شاید بہت کم لوگوں کو حاصل ہوا ہوگا۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔"

اس نے سوچا قبوہ خانے سے نکلنے کے بعد بھی اس کے سوچنے کا عمل جاری تھا۔

اسے یاد آیا کہ کرشل خریدوں کو مل بیچنے والے ایک تاجر کے قافلے صحرا کے پار بھی مل لے کر جاتے تھے اس نے

میریم اور تھومیم کو ہاتھ میں لیا۔ یہ انہیں پتھروں کی وجہ سے ہوا کہ وہ دوبارہ اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔

"جب بھی کوئی اپنی منزل کی تلاش میں لگتا ہے تو میں ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔" اسے بڑھے بادشاہ کے الفاظ یاد آئے۔ اور اس کے قدم دکاندار کو مل پہنچانے والے تاجر کی دکان کی طرف اٹھنے لگے۔



انگریز ایک بیچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ماحول میں جانوروں کے پیچھے لگا اس اور مٹی کی ملی جلی بو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ معاملہ گودام بھی تھا اور جانوروں کا ہاڑو بھی۔ "میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں ایسی خلیقاں جگہ پر آؤں گا۔ انگریز نے کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے سوچا۔ "میں نے دس سال انگریزوں کی ہمزین یونیورسٹیوں میں علم کیسیا پڑھا ہے اور آج میں اس ہاڑے میں ہوں۔"

لیکن اس کی قسمت میں یہ سزا اس طرح لکھا ہوا تھا اسے کبھی نشانوں پر اعتماد تھا۔ اس کی تمام زندگی ایک تلاش کے گرد محیط تھی۔ کسی زبان کی تلاش جو پوری کائنات کی زبان ہو۔ اس سے پہلے اسپرانٹو سیکھی۔ وہ دنیا کے تمام مذاہب کے بارے میں بھی اچھی سمجھ بڑھ رکھتا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ کہتا کہ نہیں بن سکا تھا، اس نے کئی اہم سوالات کے جوابات تو تلاش کر لیے تھے لیکن کچھ عرصے سے اس کا علم ایک نقطے پر آ کر رک گیا تھا۔ جہاں سے آگے بڑھنے کا راستہ اسے نہیں مل رہا تھا۔ اس نے ایک کہیا کہ اسے لفظات بھی پڑھانے کی کوشش کی مگر بے سود۔

کیسیا گوراصل بہت ہی عجیب طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ خود غرض اور حاسد اور علم کو اپنی ذات تک محدود رکھنے والے۔ یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ ان کے پاس علم ہی نہ ہو اور اسے علم جو ہر شے کو سونے میں بدل دے۔ اور وہ اپنی کم علمی کو چھپا رہے ہوں۔ وہ اپنے باپ کی طرف سے تر کے میں ملنے والی جائیداد کا بیشتر حصہ پہلے ہی خرچ کر چکا تھا۔ اس نے دنیا کی تمام بڑی لائبریریاں چھان ماریں اور علم کیسیا پر دستیاب تمام کتب کا مطالعہ کر چکا تھا۔

ایک کتاب میں اس نے پڑھا کہ کئی سال قبل ایک مشہور عرب کیسیا گوراصل کو پڑھنے سے ہوا اس کی عمر دو سو سال سے زیادہ تھی اور اس کے پاس ایسا اہم اہم تمام اشیاء کو سونے میں بدلنے کی الہیت رکھتا تھا۔ انگریز کو یہ کہانی بہت متاثر کن لگی تھی لیکن وہ اسے ایک افسانوی کردار سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔

پھر اس کی ملاقات اپنے ایک پرانے دوست سے ہوئی جو کئی سال مصر کے صحرا میں آثار قدیمہ کی تلاش میں مصروف رہا تھا۔ اس کے دوست نے اس سے ایک ایسے عرب کا ذکر کیا جس کے پاس حیرت انگیز طاقت تھی۔

کیمب آری

"وہ گلستانِ بلعیم میں رہتا ہے۔" اس کے دوست نے بتایا۔

"اور لوگ کہتے ہیں اس کی عمر دو سو سال ہے اور وہ ہر شے کو سونے میں بدلنے کا فن جانتا ہے۔"

انگریز اس نئے انکشاف پر بہت مسرور تھا۔ اس نے ملازمت سے استعفیٰ دیا۔ اپنی اہم کتب کو ساتھ لیا اور آج وہ یہاں بدبو دار ہالے میں صحرا کے سفر پر روانہ ہونے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔

ہالے کے باہر ایک بہت بڑا قافلہ سبز پروردانہ ہونے کے لیے تیار تھا۔ اس قافلے نے گلستانِ بلعیم سے گزر کر جانا تھا۔

ایک عرب لوجوان جس نے کدھوں پر سامانِ اشعار کا تھا ہاڑے میں داخل ہوا اور انگریز سے سلام لیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔" لوجوان عرب نے پوچھا۔

"میں بھی صحرا پر دوڑ رہا ہوں۔" انگریز نے تڑپ سے جواب دیا۔ وہ گنگو سے زیادہ کتاب پڑھنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اس

کا ارادہ تھا کہ وہ بلعیم پہنچنے سے پہلے اپنے علم کو دہرائے۔ اس کا خیال تھا کہ عرب کیسا اگر اسے اپنا شاگرد بنانے سے پہلے اس کا امتحان لے گا۔

لوجوان عرب نے بھی ایک کتاب نکال اور پڑھنے لگا۔ کتاب ہسپانوی زبان میں تھی۔

برطانوی بھی ہسپانوی زبان جانتا تھا۔ اسے خوشی ہوئی کہ راستے میں کوئی تو ہوگا جس سے وہ آسانی سے گنگو کر سکے

گا۔ کیونکہ اسے عربی پر عبور حاصل نہیں تھا۔



"بہت ہی عجیب لڑکا بولا۔ وہ کتاب کے آغاز میں دو بے ہونے ترفین کے منظر کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں دو سال سے یہ کتاب پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں اور چند صفحات سے آگے نہیں بڑھ سکا۔"

اس کے ذہن میں ابھی تک اپنے فیصلے کے بارے میں ابہام تھا۔ لیکن ایک چیز بہت واضح تھی کہ "فیصلے تک پہنچنا سفر کا پہلا قدم ہے جب بھی کوئی فیصلہ کرتا ہے تو دراصل طوفانی لہروں میں چھلانگ لگاتا ہے جو اسے ایسی جگہوں تک بہا کر لے جاتی ہیں جہاں سے اس کا گزرا س سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوتا۔

"جب میں نے خزانے کی تلاش میں نکلنے کا فیصلہ کیا تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے کسٹل کی دکان میں ملازمت کرنی پڑے گی۔ اس قافلے میں شامل ہونا تو محض میرا ایک فیصلہ ہے مگر یہ قافلہ مجھے کہاں لے جاتا ہے یہ تو احوال ایک سمجھ ہے۔"

قریب بیٹھے ہوئے انگریز کا رویہ فیر و ستانہ لگتا تھا۔ لڑکے نے کتاب بند کر دی۔ وہ ایسا کولی بھی لگ نہیں سکتا چاہتا تھا جو اسے انگریز سے مماثل کر دے۔ اس نے اپنی جیب سے "یوریم اور تھومیم" نکالے اور انہیں اچھالنا شروع کر دیا۔

کیمب آری

"یوریم اور تھومیم؟" انگریز کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"یہ بیچنے کے لیے نہیں ہیں۔ وہ جلدی سے پتھروں کو جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔

"اور ان کی کوئی خاص قیمت بھی نہیں ہے۔" انگریز نے جواب دیا۔

"یہ صرف پہاڑی کسٹل ہیں اس طرح کے لاکھوں پتھروں ہائیں کے۔ لیکن صرف چائے والوں کو ہی پتہ ہے کہ یہ

"یوریم اور تھومیم ہیں مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ اس علاقے میں بھی موجود ہیں۔"

"یہ مجھے ایک بادشاہ نے تجھے میں دیے تھے۔ لڑکے نے جواب دیا۔

انگریز نے کوئی جواب دینے کی بجائے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس طرح کے دو پتھر باہر نکالے۔ "بادشاہ نے تم

سے کیا کہا؟"

"شاہ تمہیں یقین نہیں آ رہا کہ کوئی بادشاہ مجھ سے غریب چر واہے سے بات کرنا پسند کرے گا۔"

"ہاں لگ بھی نہیں؟ یہ چر واہے ہی تو تھے جنہوں نے دنیا میں پہلے بادشاہ کی بادشاہت کو تسلیم کیا تھا۔" انگریز بولا۔

"یہ سب میں نے ہائیل میں پڑھا ہے اور ہائیل میں ہی میں نے یوریم اور تھومیم کے بارے میں پڑھا تھا۔"

انگریز نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بتایا۔ "مستقبل بنی کی طرف بہ صورت خدا کی طرف سے منع نہیں ہے۔

بادری یہ پتھر سونے کی زرہ میں جڑ کر پہنتے ہیں۔"

لڑکے کے چہرے پر حیرانی اور خوشی کا ملاملا تھا۔ اسے بہت خوشی ہوئی کہ وہ اس ہاڑے میں آیا۔

"شاہ یہ بھی ایک نشانی ہے۔" انگریز بولا۔

"تمہیں نشاندوں کے بارے میں کس نے بتایا ہے؟" لڑکے کی حیرت مسلسل بڑھتی جا رہی تھی۔

"زمین کی ہونے والی ہر بات ایک نشانی ہے۔" انگریز نے جواب دیا۔

"دنیا میں ایک عالمگیر زبان ہے۔ لیکن ہمسوس یہ ہے کہ ہم اسے بھلا چکے ہیں۔ میں اور چیزوں کے علاوہ اس عالمگیر

زبان کی تلاش میں ہوں اور اس لیے میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے اس تلاش کی تلاش ہے جو یہ زبان جانتا ہے۔ وہ ایک کیمیاگر

ہے۔" انگریز نے اپنی بات جاری رکھی۔

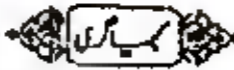
اسی دوران گودام کا مالک آ گیا۔

"آپ دنوں بہت خوش قسمت ہو آج ہی ایک قافلہ بلعیم جا رہا ہے۔" گودام کا مالک بولا۔

"مگر مجھے تو مصر جانا ہے۔" لڑکا جلدی سے بولا۔ اس کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔

"بلعیم مصر ہی میں ہے۔ تم کس قسم کے عرب ہو جسے اپنے جنرل کے کاہی علم نہیں ہے؟" گودام کا مالک بولا۔

"یہ بھی ایک نشانی ہے۔" مالک گودام کے جانے کے بعد انگریز بولا۔



"دنیا میں محض اتفاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔" انگریز نے ٹنگٹو کا سلسلہ وہیں سے جوڑا جہاں سردار کی تقریر کی وجہ سے منقطع ہوا تھا۔

"میں یہاں پر اس لیے موجود ہوں کہ ایک دوست نے مجھے اپنے عرب شخص کے بارے میں بتایا۔"

کارواں روانہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کے لیے انگریزوں کی باتوں پر توجہ یا مشکل چھوڑنا تھا۔ لیکن وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ انگریزوں کی کیا نیت تھی۔

ایک فلسفاتی پتھر..... جہاں ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ کے ساتھ منسلک کرتا ہے۔

اسی پتھر نے اسے پہلے چرہ دیا۔

اسی پتھر کی وجہ سے اسے بار بار خراب نظر آیا اور پھر وہی پتھر اسے افریقہ کے صحرا میں لایا جہاں اسے لٹنے کے بعد کڑھل فریٹس سے ملتا تھا اور.....

"مجھے جیسے کوئی اپنا منزل کے قریب رہتا جاتا ہے اتفاقاً منزل اس کی تخلیق کا سچا متعدد دکھائی دیتے لگتی ہے۔" لڑکے نے سوچا۔

قالی نے مشرق کی سمت اپنا سفر شروع کیا۔ قالین کے وقت چلتا تھا۔ دو پہر سے پہلے جب صحرا کی شدت بڑھ جاتی تھی قالی لڑک جاتا تھا اور شام کے وقت اپنے سفر کا دوبارہ آغاز کرتا تھا۔ انگریز مسٹر کے دوران مطالعے میں مصروف تھا۔ لڑکا خاموشی سے جانوروں اور انسانوں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اب پتھر بالکل بدل چکا تھا۔ اور وہ صحرا کے پتھروں میں سفر کر رہے تھے۔ قالی میں بچوں کی چیزوں اور جانوروں کی آوازوں کا نہ سمجھنے والا شور تھا اور ماحول میں جانوروں کی مخصوص بو تھی اور گائیڈ کی چیخ و پکار۔

اگر کسی چیز کو دوام تھا تو وہ صحرا کی خصوصیت تھی اور جانوروں کے قدموں کی آواز تھی۔

"میں نے یہ صحرا اس سے قبل بھی کئی بار دیکھا ہے۔" ایک دیہاتی بولا۔ "لیکن صحرا اتنا وسیع ہے اور اتنا اتار و تار کہ انسان کو اپنا آپ بہت حقیر لگتا ہے۔ شاید اس لیے انسان صحرا کی اہیت سے خاموش رہتا ہے۔"

دیہاتیوں کی بات لڑکے کی سمجھ میں آ رہی تھی حالانکہ اس نے اس سے قبل صحرا میں قدم نہیں رکھا تھا۔ جب بھی کسی اس نے سمندر کو دیکھا یا آگ کا مشاہدہ کیا تو فوراً اس پر ان کی قالی طاقت لے اڑ چھوڑا تھا۔

میں نے بیخبروں سے بہت کچھ سیکھا اور میں نے کڑھل فریٹس سے بھی کافی سنی باتیں سیکھیں۔ لڑکے نے سوچا۔

"میں صحرا سے بھی بہت کچھ سیکھوں گا۔" صحرا سے حیرت زدہ لڑکا بولا۔

وہ مسلسل چل رہی تھی۔ لڑکے کو یاد آیا کہ اس کے ہوا کو اس نے طرفہ کے قلعے کی فیصل پر پہنچا کر اپنے چہرے پر محسوس کیا تھا اس خیال نے اسے اپنی بیخبروں کی یاد دلا دی۔ بیخبروں میں ابھی انیسویں کی چڑھائیوں میں چارے اور پانی کی تلاش میں ہمیشہ کی طرح مادی مادی پھر رہی ہوں گی۔



"میں کسی ایک انسان کو بیٹے یا لکھوں گا جس میں صرف قسمت اور محض اتفاق کے بارے میں معلومات ہوں گی اور ماٹیک زبان انہی دو الفاظ پر مشتمل ہے۔"

اس نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے مزید کہا "یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ تم مجھے اس جگہ اس طرح ملے کہ تمہارے ہاتھ میں یوریم اور ٹھوس تھے اور نہ ہی یہ اتفاق ہے کہ ہم دونوں اپنی قسمت کی حاشا میں ہیں۔"

"میں اپنا ٹرانز انڈر ٹیٹل کرنے لگا ہوں۔" لڑکا بولا۔ مگر اسے فرار احساس ہوا کہ اسے انگریز کو نشانے کے بارے میں نہیں بتانا چاہیے تھا۔ لیکن انگریز نے نشانے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی۔

"ایک طرح سے میں بھی نشانے کی حاشا میں ہی آیا ہوں۔" انگریز نے جواب دیا۔



"میں اس قافلے کا سردار ہوں۔" ایک پارٹیش آوی بولا۔

"اس قافلے میں موجود ہر آدمی کی زندگی اور موت خدا کے بعد میرے اختیار میں ہے۔ صحرا ایک خوبصورت و دلچسپ جگہ ہے۔ ہندو جرموں کے ہوش اڑاتی ہے۔"

یہ قافلہ دو سو لاکھ روپے پر مشتمل تھا۔ قافلے میں بچے، خواتین اور مرد شامل تھے۔ ان لوگوں نے اپنی کمر کے ساتھ تلواریں باندھ رکھی تھیں۔ لوہے کے کدھوں پر رکھیں تھیں، انگریز کے سامان میں کئی سوٹ کیس تھے جن میں کتنا بھی بھری ہوئی تھیں۔

"قالی میں بہت سے لوگ ہیں۔" سردار نے اپنی بات جاری رکھی۔ شور کی وجہ سے اسے اپنی بات بار بار دہرائی پڑ رہی تھی۔ ہر ایک کے اپنے نظریات ہیں لیکن میں ایک خدا سے واحد پر یقین رکھتا ہوں اور میں اسی کی قسم کھا کر عہد کرتا ہوں کہ ہر ممکن کوشش کروں گا کہ ہم سب خیریت سے صحرا عبور کر لیں۔ اور میں آپ سے بھی گزارش کروں گا کہ آپ لوگ بھی میرے ساتھ عہد کریں کہ آپ میرے حکم کی تعمیل کریں گے۔ صحرا میں ناظرانی کا مطلب صرف اور صرف موت ہوتا ہے۔"

قالی میں ہلکا سا شور تھا۔ نام لوگ رپڑ بھوکے رہے تھے۔ لڑکے نے بھی یسوع کی قسم کھا کر عہد کیا کہ وہ سردار کے حکم کی تعمیل کرنے کا اہل ہے البتہ خاموشی تھا۔ لوگ دعا کر رہے تھے کہ قافلہ خیریت سے اپنی منزل پر پہنچ جائے۔

ہلکی آواز پر تمام لوگ اپنی اپنی سوار یوں پر سوار ہو گئے۔ انگریز اور لڑکے کے پاس اونٹ تھے وہ بھی ان پر سوار ہو گئے۔ لڑکے کو انگریز کے اونٹ پر تیس آ رہا تھا جس کی پیچھے پر انگریز کے علاوہ اس کی کتابوں کے کئی کيسے گن لے رہے ہوئے تھے۔

"لیکن اب وہ میری بھیڑیں نہیں ہیں۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

آپ تک وہ اپنے نئے مالک کے ساتھ مانوس ہو چکی ہوگی اور مجھ بھول چکی ہوں گی۔ چلو چھاپی ہے کہ بیڑیوں میں کام میں ماہر ہیں کہ وہ کوئی غم زیادہ دیر تک نہیں پائیں۔

اسے تاجر کی بیٹی کا خیال آگیا۔ اس نے بھی اب تک شاد شادی کر لی ہوگی۔ کسی تاجر سے باہر کسی چرواہے سے جو پڑھ سکتا ہو اور اسے دلچسپ کہانیاں سنا سکے۔

آخر وہ واحد چرواہا تو نہیں تھا جسے پڑھنا سیکھنا آتا تھا۔

اسے اپنی دانائی پر بھی حیرت اور مسرت ہوئی کہ وہ ہدی بان کی پُر فلسفہ گفتگو کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ عالمگیر زبان سیکھ رہا ہو۔ وہ عالمگیر زبان جو انسانیت کے ماضی اور حال ریلوں میں یکساں محیط تھی۔ اس کی سمجھ میں آنے لگا کہ کبھی کبھار انسان کی روح کائنات کے مدارے میں ڈبکی لگانے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو اسے غیب کی چیزوں کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ آخر کار کہیں تو تمام انسانیت کا ماضی، حال اور مستقبل محفوظ تھے۔ اور شاید اسے ہی قیافہ شناسی کہتے ہیں۔

"مکتوب۔" لڑکے کے کانوں میں کرسل لڑوش کے الفاظ کی گونج سنائی دی۔

صرا کہیں تو ریت کا سمندر تھا اور کہیں کہیں پہاڑ اس سمندر کے درمیان سے نکل آئے تھے۔ جب بھی کبھی قافلے کا سامنا کسی پہاڑ یا ٹیلے سے ہوتا تو قافلے کا رخ بدلتی طور پر بدل جاتا۔

جب کبھی ریت بہت نرم ملتی جہاں پر جانوروں کے قدم چھیننے کا خطرہ ہوتا تو راستہ بدل کر قافلہ ایسی جگہ کا انتخاب کرتا جہاں سخت زمین ملے تاکہ جانور آرام سے سفر جاری رکھ سکیں۔ کبھی کبھار قافلے کا سامنا ایک جمیل سے ہوتا جس کے اوپر خشک لک کی نہ جھی ہوئی ہوتی۔ یہاں جانور بک جاتے اور آگے چلنے سے انکار کر دیتے۔ ایسی صورت میں ہدی بان نیچے اتر کر جانوروں کا بوجھ اتارتے اور کچھ وزن اپنے کندھوں پر اٹھا کر جمیل پار کرتے اور وہاں روزانہ جانوروں پر لاد دیتے۔ لیکن اس سب کچھ کا نتیجہ صرف ایک تھا۔ چاہے قافلے کو جتنی بھی چٹانوں کا سامنا ہوتا یا خشک جھیلوں سے واسطہ پڑتا پتھر لگانے کے بعد قافلہ دوبارہ اسی سمت میں روانہ ہو جاتا جس طرف اس نے پہلے رخ کیا تھا۔ قافلے کی نظر اپنی منزل پر تھی اور وہ اپنی سمت کا تھیں اس ستارے کی مدد سے کرتا تھا جو گلستانِ اطمینان کے اوپر تھا۔

جب قافلے والوں کی نظر صبح کے وقت اس ستارے پر پڑتی تو انہیں یقین ہو جاتا کہ ان کا رخ اس لیلِ دولت صحرا کے بیچوں بیچ موجود رہانی، کجوروں کے ہالغ اور بگستان کی کڑی دھوپ میں دستیابِ راحت افزا سائے کی طرف ہے۔

اگر اس سب کچھ سے بے خبر تھا تو وہ انگریز تھا۔ کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں مشغول تھا۔ لڑکے کے پاس بھی ایک کتاب تھی اور اس نے سفر کے ابتدائی ایام میں اس کو پڑھنے کی کوشش بھی کی لیکن اسے کتاب کی نسبت فطرت کا نظارہ زیادہ دلچسپ لگا۔ مگر چہ اس کا خیال تھا کہ وہ جب بھی کتاب کھولے تو اس پر کوئی نہ کوئی اہم انکشاف ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس نے کتاب

سے ہنکارا حاصل کر لیا اور اس نے ہدی بان سے دوستی کر لی۔ شام کو وہ آگ کے قریب بیٹھ کر ہدی بان کو اپنی ہم جوتی کے لیے سناٹا لور ہدی بان کی ہاتھیں سناتا تھا۔

"میں اکتیرہ دن کے پاس رہتا تھا۔" ایک شام ہدی بان نے اسے بتایا۔ "میرے پاس اپنا باغ تھا۔ گھسار اور بچے تھے۔ یہ سب کچھ لافانی موسموں ہوتا تھا۔ ایک سال جب فصل بہت اچھی ہوئی تو میں ہارے خاندان کے ساتھ حج کے لیے مکہ گیا۔ یہ میری زندگی کی واحد غیر تکمیل شدہ خواہش تھی۔ اب مجھے زندگی سے کسی اور چیز کی تمنا نہیں تھی۔ اب اگر مجھے موت بھی آجاتی تو میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دیتا۔"

ایک روز بہت زور کا زلزلہ آیا اور ساتھ ہی درہائے نخل طغیانی پر آگیا۔ میرا خیال تھا کہ اس طرح کا حادثہ شاید دوسروں کے ساتھ تو ہو سکتا تھا لیکن میرا مندر کا جب مندر نے اس قسم کی آفات سے صاف رکھا تھا۔ لیکن میرے سب باغ، گھسار اور بچے اس ہالائے نامکھائی کی نظر ہو گئے۔ میری تمام املاک دریا برد ہو گئیں اور مجھے مجبوراً کوئی اور ریلوے معاش تلاش کرنا پڑا۔ اور آج میں ہدی بان ہوں۔ اس تمام حادثے سے میں نے ایک سبق سیکھا ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ انسان کو اس وقت تک انجانے خوف کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں جب تک وہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور وہ اس کے حصول پر قادر ہے ہم خوفزدہ ہوتے ہیں کہ ہم وہ کچھ کھو دیں گے جو ہمارے پاس ہے لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری تقدیر اسی نے لکھی ہے جس نے ہم سے نکل آنے والے انسانوں کی تقدیر لکھی تھی۔ اگر یہ بات ہم ذہن نشین کر لیں تو کوئی خوف ہمارے دل میں جگ نہیں پاسکتا۔ ہدی بان کے چہرے پر سکون تھا اسے اپنی جائیداد اور اولاد کے جانے کا غم نہیں تھا۔

جیسے ہی وہ آگ کے گرد حلقہ جرات تو ہدی بان ریت کے طوفان سے ایک دوسرے کو فیردار کرتے یا صحرا کی داستانیں ایک دوسرے کو سناتے۔ کبھی کبھار قافلے کا سامنا پر اسرار قطب پوش لوت سولوں سے ہوتا۔ ان کا کام قافلے کے راستے کی نگہبانی تھا۔ وہ قافلے والوں کو ہڈیوں اور آکڑی کی موجودگی سے خبردار رکھتے تھے۔ وہ جس طرح خاموشی سے صحرا میں سے ظاہر ہوتے تھے اسی طرح چپکے سے غائب ہو جاتے تھے۔ ان کے سیاہ لباس میں سے صرف ان کی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ ایک رات ہدی بان آگ کے آلاؤں کے قریب آیا جہاں لڑکا اور انگریز بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں بتایا کہ خواہ ہے کہ صحرا میں دو قبائل کے درمیان جنگ چھڑ گئی ہے۔ یہ سن کر تینوں خاموش ہو گئے۔ لڑکے کو ایسے لگا جیسے فضا میں خوف کی لہر چھیل گئی ہو۔

ایک دفعہ پھر اسے ایسی زبان کا احساس ہوا جو الفاظ سے بے نیاز تھی عالمگیر زبان۔

انگریز نے ہدی بان سے استفسار کیا کہ کہیں وہ خطرے میں تو نہیں ہیں۔

"صحرا میں صرف اندر آنے کا راستہ ہوتا ہے۔" ہدی بان نے جواب دیا۔

اور جب واپس جانے کا راستہ مسدود ہو تو انسان کو آگے جانے کے لیے بہتر راستہ کی فکر ہونی چاہیے۔ اور ہاتی اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔" مکتوب۔"

"آپ کھانے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ لڑکے نے انگریز سے کہا۔" قافلہ کاروں سے گزرنے کے لیے کئی پتھر کا قلعہ مگر اس کا رخ ہمیشہ اپنی منزل کی طرف ہی رہتا ہے۔"

"اور تمہیں چاہئے کہ تم دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ کتاب کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ صحرا میں قافلہ۔"

انگریز بولا۔

قافلے نے اپنی رفتار تیز کر دی۔

دن تو اس سے نکل ہی گیا خاموش ہوتے تھے۔

مگر اب رات کو کچھ بڑا ڈر کھل سکتا تھا۔ ہمارا ایک دن سردار نے ہم پر ایک کتا پڑا اور اس کی آگ روشن نہیں کی جائے گی۔ اس طرح جنگجو قبائل کو قافلے کی آمد کا علم ہونے کا خدشہ تھا۔

اب جب بھی بڑا ڈر پڑتا تو جانوروں کو ایک دائرے کی صورت میں باندھ دیا جاتا اور درمیان میں انسان ہوتے تھے۔ اور بڑا ڈر کے چاروں اطراف میں محافظ بھی تعینات کیے جاتے تھے۔

ایک رات جب چاند صحرا کی ریت پر اپنی پھرا گیز چاندنی پھینک رہا تھا۔ لڑکے نے انگریز کو اپنی کہانی سنائی۔ انگریز بالخصوص کراشل کی دکان اور اور قہر و خانے کی کامیابی سے بہت متاثر ہوا۔

"تیری اصول تمام امور میں کارفرما ہے۔ لڑکے کی بات فہم ہونے پر انگریز بولا۔

"کیمیاگری کی زبان میں اسے کائنات کی روح کہا جاتا ہے۔ جب انسان دل کی گہرائیوں سے کچھ تپتا کرتا ہے تو وہ کائنات کی روح کے قریب ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ ہی مثبت عمل ہے۔ اور یہ صرف انسان نہیں ہے کہ جس میں روح ہے بلکہ کائنات کی ہر شے چاہے وہ ہمارا ہی ہو یا نہ ہو سب میں روح ہے۔ کائنات میں مسلسل ایک غیر کارفرما ہے کیونکہ کائنات ایک زندہ جادو پر حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں روح کارفرما ہے۔ ہم بھی اس روح کا ایک جزو ہیں شاید اس لیے ہمیں اس کا اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روح ہماری بھلائی کے لیے مصروف عمل ہے۔ شاید کراشل کی دکان میں تم نے محسوس کیا ہوگا کہ وہاں تک تمہاری جدوجہد میں تمہاری معاونت کر رہے تھے۔"

لڑکے چند لمحوں کے لیے گہری سوچ میں ڈوب گیا اس نے پہلے چاند کو دیکھا اور پھر دور دربارت پر نظر جماتے ہوئے بولا:

"میں نے صحرا کے بیچ میں قافلے کو بغور دیکھا۔ قافلے اور صحرا کی یہ ایک ہی زبان ہے اور اس لیے صحرا قافلے کو گزرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور وہ مسلسل دیکھ رہا ہوتا ہے کہ قافلے کا ہر قدم اپنے مقررہ وقت پر مقررہ جگہ پر پڑتا ہے یا نہیں اگر یہ ایسا ہے تو ہم ضرور افغانستان تک پہنچنے میں کامیاب ہوں گے۔"

انگریز اس قافلے میں کھل اپنی جرات مندی کے زور پر کھل رہے ہوئے اور ہمیں اصل حقیقت کا علم نہ دیتا تو شاید یہ سب بھی بہت تکلیف دہ ہوتا۔

دلوں خاموشی سے چاند کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اور یہ نشانیوں کا جادو ہے۔ لڑکا سکوت کو توڑتے ہوئے بولا۔

"میں نے دیکھا ہے کہ کس طرح ہدی بان ظاہر ہے نشان صحرا میں راستہ تلاش کرنے ہیں اور کس طرح قافلے کی روح صحرا کی روح سے ہم کلام ہوتی ہے۔

"مجھے بھی قافلے کی آواز سنائی گئی ہے۔ مشاہدہ کرنا چاہیے۔ انگریز بولا۔

"اور مجھے تمہاری کتابوں کا مطالعہ۔ لڑکے نے جواب دیا۔



وہ بہت ہی عجیب و غریب کتابیں تھیں۔ ان میں ہمارے ہنسیکات، اژدہوں اور بادشاہوں کا ذکر تھا اور یہ سب کچھ لڑکے کے فہم سے بہت اوپر کی باتیں تھیں۔ اسے ایک چیز تمام کتب میں شامل نظر آئی۔ سب میں ایک نظر یہ تھا کہ کائنات کی ہر چیز کی بنیاد ایک ہی ہے۔

ایک کتاب میں اس نے پڑھا کہ کیمیاگری کا اصل گھر صرف چند سطروں میں مرکز تھا اور یہاں تک پہنچنا ہی تھی۔ اسے پتھر راج کی تختی کہتے ہیں۔ انگریز نے اسے بتایا۔

انگریز کو خوشی ہوئی کہ پتھر راج کی لڑکے کو متاثر کر سکے گا۔

"انگریز کیمیاگری کا علم اتنا ہی مختصر ہے تو پتھر میں اتنی کتابوں کی کیا ضرورت ہے؟ لڑکے نے استدلال کیا۔

"تاکہ ہم ان چند سطروں کو سمجھ سکیں انگریز نے جواب دیا لیکن اسے خود بھی یقین نہ تھا کہ وہ جو کہہ رہا تھا وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے۔

لڑکے کو سب سے زیادہ دلچسپ وہ کتاب تھی جس میں مشہور کیمیا گروں کی کہانیاں تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگیوں میں اس تلاش میں گزار دی تھی کہ وہ رحمت کو مصفا کر سکیں۔ ان کا خیال تھا کہ اگر رحمت کو کئی سال تک گرم کیا جائے تو وہ اپنی انفرادی خصوصیات کو ترک دیتی ہے اور نتیجتاً کائنات کی روح سامنے آ جاتی ہے۔ اور کائنات کی اس روح کی مدد سے وہ دنیا میں ہر چیز کی حقیقت جان سکیں گے۔ کیونکہ ان کے خیال میں کائنات کی ہر شے کی ایک ہی زبان تھی۔ وہ اس دریافت کو "کتاب عظیم" کا نام دیتے تھے۔ یہ جزو امانت اور جزو اٹھوٹا ہے۔

"کیا صرف انسان اور نشانیوں کا تجربہ کائنات کی زبان کو سمجھنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ لڑکے نے سوال کیا۔

"تمہیں ہر شے کو آسانی سے لینے کا خط سوار ہے۔ انگریز نے تلخی سے جواب دیا۔ "جبکہ کیمیا گری انہماکی منجیدہ کام

کیساری

ہے۔ ہر قدم ہستادوں کے نقش قدم پر ہونا چاہیے۔

لڑکے نے پڑھا تھا کہ "کارِ عظیم کے مائع حصے کو آب حیات کہتے ہیں اور یہ ہر بیماری کا علاج ہے اور انسان کو جوان بھی رکھتا ہے۔ جبکہ خوس حصے کو سنگ لٹھ کہتے ہیں۔"

"سنگ لٹھ اتنی آسانی سے نہیں مل سکتا۔" انگریز نے بتایا۔

کیسا گروں نے سالہا سال لیبارٹریوں میں صرف کیے۔ وہ آگ کا مشاہدہ کرتے رہے جس سے دھات کی تلپھ ہوتی تھی۔ انہوں نے آگ کے قریب اتنا وقت گزارا کہ تمام دیوای خواہشات سے ان کا بچھا مہوٹ گیا۔ جب وہ منزل پر پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ مادے کی معقباتی کرنے کرتے وہ خود بھی تمام دیوای خواہشات کی آلائشوں سے پاک ہو چکے تھے۔ لڑکے کو فوراً کرشل فروش کا خیال آیا۔ اس نے کہا تھا کہ لڑکے کے لیے کرشل کی سفائی ایک اچھا عمل ہے اس طرح اس کے دل کی بھی منفی خیالات سے سفائی ہو جائے گی۔

لڑکے کو یقین ہوتا جا رہا تھا کہ کیسا گری انسان اپنے ارد گرد سے یکے ملکا ہے۔

"اور انگریز نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"سنگ فلسفہ کی اور بھی حیران کن خصوصیات ہیں۔ اس پتھر کا ایک درودھات کی کثیر تعداد کو سولے میں بدل سکتا ہے۔" لڑکا کیسا گری میں دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی محنت کے بعد ہر شے کو سولے میں بدل سکتا ہے۔ اس نے اب تک کئی ایسے لوگوں کا ذکر پڑھا تھا جنہیں اس میں کمال حاصل تھا۔ جیل و جیس، ریکس، نفل کنٹی اور گبر۔ ان لوگوں کی کہانیاں بہت متاثر کن تھیں ان میں سے ہر شخص اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب رہا تھا۔

انہوں نے طویل سفر کیے۔ دانا لوگوں سے رہنمائی لی اور سخت محنت کے بعد آب حیات اور سنگ فلسفہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

جب لڑکے نے کارِ عظیم کے حصول کے بارے میں سوچا تو اسے کوئی واضح جواب نہ مل سکا۔ کتابوں میں چند اراک تک تھیں۔ کوڑورڈ میں کچھ ہدایات اور تھکے جانے والے الفاظ کا مجموعہ۔



"تو جانے یہ لوگ اتنے مشکل پسند کیوں ہوتے ہیں؟" اس نے انگریز سے پوچھا۔

"تاکہ اس کو صرف وہ لوگ سمجھ سکیں جنہیں اس کی ضرورت ہے۔" انگریز نے جواب دیا۔

"اگر ہر شخص دھات کو سولے میں بدل لے گا تو کائنات یکے لے تو پھر سولے کی قدر و قیمت کسی عام دھات سے زیادہ نہیں

کیساری

رہے گی۔ جو لوگ ثابت قدمی اور لگن سے اس کی تلاش کرتے ہیں صرف وہ لوگ کارِ عظیم حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں اور میں بھی اسی مقصد کے لیے اس صحرا کے بچوں کو موجود ہوں۔ میں یہاں ایک کیسا کر کی تلاش میں آیا ہوں جو ان کو وہ دوا دیکھ کر سولے میں مہری رہنمائی کر سکتا ہے۔

"پتہ بتائیں کب لکھی گئی تھی؟" لڑکے نے سوال کیا۔

"کئی صدیاں قبل۔"

"لیکن اس وقت تو کوئی پتہ تک نہیں موجود نہیں تھے۔" لڑکا بولا "اس لیے ایسا کئی خدشے نہیں تھا کہ عام لوگ کیسا گری کا ہنر سیکھ سکیں تو پھر اس کی زبان اسی مشکل کیوں رکھی گئی؟" انگریز کے پاس اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔



پھر ایک دن لڑکے نے تمام کتابیں انگریز کو واپس کر دیں۔

"کیا تم نے کچھ سیکھا؟" انگریز نے پوچھا۔

"میں نے یہ سیکھا ہے کہ کائنات کی ایک روح ہے اور جو کوئی اس روح کو سمجھ لے گا وہ عالمگیر زبان پر بھی دسترس حاصل کر لے گا اور کوئی کیسا گروں نے اپنی منزل کا صحیح نقشہ کیا اور وہ آب حیات اور سنگ فلسفہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور سب سے بڑا کہ یہ کہ یہ سب کچھ اتنی سادہ آسان اور مختصر ہے کہ اسے محض ہجران کی ایک خطی پر لکھا جا سکتا ہے۔"

انگریز کو بہت اچھی ہوئی کہ اس کی سالوں کی محنت، فلسفاتی نشانات، عجیب و غریب الفاظ اور لیبارٹریوں کچھ بھی لڑکے کو بتا نہیں کر سکا تھا۔ اس نے سوچا کہ لڑکے کی روح بہت ہی ابتدائی مراحل میں ہے اس لیے وہ کچھ سمجھنے سے قاصر ہے۔

اس نے اپنی کتابیں واپس لیں اور انہیں صندوق میں بند کر دیا۔

"بہتر ہے کہ میں صرف قائل کا نظارہ کروں۔" اس نے غمی سے کہا۔

"کیونکہ میں ان کتابوں سے کچھ سیکھنے میں نا کام ہوا ہوں۔"

"ہر ایک کا سیکھنے کا اپنا انداز ہے۔" لڑکے نے اپنے آپ سے کہا۔

"میرا طریقہ اس سے بالکل مختلف ہے اور اس کا طریقہ مجھ سے گہرا ہے اور انہوں کو اپنی اپنی منزل کی تلاش ہے۔"



اب قافلے نے دن اور رات ستر کرنا شروع کر دیا۔ قاب پڑھ بدادب زیادہ جلدی جلدی نظر آنے لگے تھے۔ ہدی بان نے لڑکے کو بتایا کہ قافلے کے درمیان جنگ طویل چلائی تھی اور اب گلستان تک پہنچنا ایک بھروسے سے کم نہیں تھا۔ جانور تک چکے تھے اور انسان خاصوں تھے۔

ناموشی رات کو اور بھی شدید ہو جاتی تھی۔ لالٹوں کی آواز جو اس سے قبل محض ایک اونٹ کی آواز کا درجہ رکھتی تھی اب قافلے والوں کے لیے خوف کا باعث بن جاتی تھی کیونکہ یہ خطرے کی گھنٹی بھی ہو سکتی تھی... یعنی حملے کا اعلان۔ ہدی بان بظاہر جنگ سے لانسٹل لگتا تھا۔

ایک رات جب وہ دونوں کھجوریں کھا رہے تھے تو ہدی بان بولا:

"میں ذمہ ہوں۔ جب میں کھانا کھا رہا ہوتا ہوں تو صرف کھانے کے پارے میں سوچتا ہوں اور جب ستر کر رہا ہوتا ہوں تو صرف ستر کے پارے میں سوچتا ہوں۔ اگر مجھے لانا پڑ گیا تو میرے لیے آج کے دن مرنا بھی ایسا ہی ہو گا ہے جسے کسی اور روز نہ تو مجھے اپنے ناموشی سے کوئی سروکار ہے اور نہ مستقبل سے، مجھے فکر ہے تو صرف اپنے حال کی۔ اگر انسان اپنے حال پر توجہ دے تو انسان بہت خوش رہ سکتا ہے بھرا سے صحرا میں بھی زندگی نظر آتی ہے۔ اسے آسمان میں ستارے نظر آتے ہیں اور قہاک کے درمیان لڑائی کوئی خوفناک عمل محسوس ہونے کی بجائے انسانی جہالت کا ایک عمل لگتی ہے۔ زندگی ایک جشن منن جاتی ہے۔ کیونکہ زندگی صرف لمحہ موجود کا ہی تو نام ہے۔"

دو سات بعد لڑکا اپنے ستر درست کر رہا تھا تو اس کی نظر اس ستارے پر پڑی جس کو وہ کبھی لگا لگا ہونے کا اہتمام کرتا تھا۔ اسے ایسے لگا جیسا کہ نیچے آتا ہے کیونکہ اسے صحرا میں ستارے نظر آنے لگے تھے۔ "گلستان ہے۔" ہدی بان بولا۔
"تو پھر ہم ابھی وہاں کیوں نہیں جاتے۔ ستر کے لیے بچھا۔"
"کیونکہ ہمیں امام کرنا ہے۔"



سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی لڑکا بھی نیند سے جاگ گیا۔ اس کے سامنے جہاں رات کو ستارے نظر آتے تھے وہاں کھجور کے درختوں کا ٹھہرا ہونے والا سلسلہ تاحمد لگا ہوا تھا۔
"ہمہا لہ خرنسبغ ہی کے۔" انگریز بولا۔

لیکن لڑکا خاموش تھا۔ وہ صحرا کی ناموشی کا عادی ہو چکا تھا اور اس کے لیے محض درختوں کا نشانہ ہی کافی تھا۔ اس کا ستر ابھی بہت طویل تھا اور کسی دن پینٹ صرف ناموشی کا حصہ ہوگی۔ لیکن آج یہ لمحہ موجود تھا۔
ایک جشن... جیسا کہ ہدی بان نے کہا تھا۔ اور وہ اس لمحہ موجود میں بیٹھا تھا جیسا کہ ہدی بان نے کہا تھا۔ اس کا اگر چہ ایک دن کھجور کے درختوں کا ستر محض ایک پارہ ہوگا مگر اس وقت یہ علامت ہے پانی کی برسات اور آسمان پر ایک جنگ سے پناہ کی۔



وقت زنگ لگا کر دلاتا ہے اور ایسا ہی قافلے بھی کرتے ہیں۔ کیسا گرنے سوچا۔ وہ ستر گروں انسانوں اور جانوروں کے قافلے گلستان میں داخل ہوتا دیکھ رہا تھا۔

لوگ آنے والوں کو چیخ کر خوش آمدید کہتے تھے۔ دھول کے بادل نے سورج کو اٹھانپ لیا تھا اور بچے آتے والوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ کیسا گرنے دیکھا کہ قیلے کا سردار قافلے کے سردار سے گلے مل رہا تھا اور اس سے ستر کے حالات پوچھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ کیسا گرنے کے لیے کچھ معنی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے اس سے گلے بھی کئی قافلوں کو آتے جاتے دیکھا تھا مگر صحرا میں سے ایسا ہی تھا۔ صحرا کی اس ریت پر شبناہ بھی گزرے تھے اور گدا بھی۔ صحرائی نیلے ہوا کی طاقت سے اپنی جگہ تو ضرور بدلتے تھے مگر یہ ریت، لٹکا کی ویسے ہی تھی جیسے وہ اپنے بچپن سے دیکھتا آیا تھا۔ کئی بچے کے تنکا دینے والے سردار صحرا کی یکسانیت کے بعد گلستان کا سبز جگہ کیے کر اہل قافلہ کے چہروں پر کھینچنے والی رونق اسے ہمیشہ طمانیت بخشتی تھی۔

شاہد خدانے صحرا اس لیے بنایا تھا کہ لوگ کھجور کے درخت کی قدر کریں۔ کیسا گرنے سوچا۔ اسے معلوم تھا کہ اس قافلے میں ایک ایسا انسان بھی تھا جس کو اس نے کچھ راز سکھائے تھے۔ اس نے اس انسان کو کبھی نہیں دیکھا تھا مگر اس کی خبر بہ کارگاہ میں پھیل چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ بھی اتنا ہی قابل ہوگا جیسا کہ اس سے قبل اس کے شاگرد تھے۔



لڑکے کو اپنی ہاتھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ گلستان جیسا کہ کبھی اس نے حضرت اے کی ایک کتاب میں دیکھا تھا محض کجور کے چند درشتوں پر مشتمل نہیں تھا بلکہ جین کے کسی بھی حصے سے زیادہ وسیع تھا۔ گلستان میں عین سرکنوئی، بچاس ہزار کجور کے درخت اور سب سے بڑے درخت تھے۔

”یہ تو کوئی الگ الگ کی کہانوں کا منظر لگتا ہے۔“ برطانوی جو کہ گیا کر سے ملنے کے لیے بے قرار تھا، بولا۔

وہ دونوں بچوں میں گھرے ہوئے تھے جو اشتیاق سے مٹے آنے والے ہانوروں اور لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ مرد چاہتا تھا جتنے تھے کہ کاٹھے والوں نے جگ کا کوئی منظر دیکھا تھا یا نہیں۔ جبکہ عورتیں کپڑوں کو روزی رات اور قیمتی پتھروں کی خریداری میں دلچسپی رکھتی تھیں۔

مصر کا سکوت اب محض ہنسی کی ایک یاد تھا۔ چاروں طرف لوگوں کی آوازیں تھیں جو خوشی سے اس دم بدم تھے اور کچھ بچے تھے ایسے لگتا تھا جیسے وہ لوگ کسی روحانی دنیا سے یک دم زمین پر آ گئے ہوں۔

مصر میں سفر کے دوران وہ لوگ بہت احتیاطاً رہتے تھے۔ اب ہدی بان نے بتایا کہ گلستان ایک غیر متاثرہ علاقہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کی آبادی کی اکثریت بچوں اور عورتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ گلستان پر بڑے مصر میں موجود تھے مگر قبائل صرف مصر میں لڑائی لڑتے تھے اور گلستان کو ہتھیار کا درجہ حاصل تھا۔

کافی مشکل کے بعد قافلے کا سردار ہارے قافلے کو جمع کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ وہ قافلے والوں کو کچھ ہدایات دیا چاہتا تھا۔ قافلے گلستان میں اس وقت تک رہنا تھا جب تک قبائل کی جنگ اختتام نہ کر دیتی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ مہمان نواز تھے اس لیے انہیں گلستان میں سب سے اچھی جگہ دی گئی تھی۔ اور یہی مہمان نوازی کی روایت تھی۔ سردار نے اپنے محافظوں سمیت تمام لوگوں سے کہا کہ وہ ہتھیار جمع کرادیں کیونکہ دستور کے مطابق گلستان میں ہتھیار لگانا منع تھا۔

لڑکے کو اس وقت حیرت ہوئی جب انگریز نے اپنے صندوق سے سونے کا پانی پڑھا اور لگایا اور سردار کے حشمتیں کردہ آدی کو دے دیا۔

”تم ریو اللو کس لیے اپنے پاس رکھتے ہو؟“ لڑکے نے سوال کیا۔

”اس طرح مجھے لوگوں پر اطمینان ہے۔“ انگریز نے جواب دیا۔

لڑکے کو ذرا اپنے خزانے کا خیال آ گیا۔ جوں جوں وہ اپنے خواب کی تعبیر کے نزدیک ہو رہا تھا اس کی مشکلیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ آواز کی قسمت جیسا کہ بڑے ہوشیار نے کہا تھا کام نہیں کر رہی تھی۔

اپنے خواب کی تعبیر کی تلاش میں اسے سلسلہ میراوردہ بتندی کے احسان سے گزرا پڑا تھا۔ اس لیے وہ اب صبری کا منظر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ جذبات میں آگے بڑھتا تو ممکن تھا کہ وہ ان نشانات اور علامات کو نہ دیکھ سکتا جو خدا نے اس

کے راستے میں رکھ چھوڑے تھے۔

”خدا نے انہیں میرے راستے میں رکھ دیا ہے۔“ اسے اپنی سرخ پر حیرت ہوئی۔

اس سے قبل وہ انہیں دنیا کی چیز سمجھتا تھا۔ جیسا کہ خدا اور خیزند با بھر محبت یا رازگاری تلاش، اس سے قبل اسے یہ خیال ہی نہ آیا کہ خدا نے اس کی زبان میں اسے ہدایات دی تھیں کما سے کیا کرنا چاہیے۔

”بے مبری مت کرو۔“ اس نے اپنے آپ سے کہا۔

جیسا کہ ہدی بان نے کہا تھا ”جب کمانے کا وقت ہو تو صرف کمانے پر دھیان دو اور جب سفر کا وقت ہو تو صرف سفر کے بارے میں سوچو۔“

پہلے روز تقریباً تمام لوگ سو کر حشمتیں اٹارتے رہے بشمول انگریز کے۔ لڑکے کو اپنے دوست سے دور جگہ ملی تھی جہاں وہ اپنی عمر کے پانچ اور لڑکوں کے ساتھ رہ رہا تھا۔ یہ سب لوگ مصر کے ہاسی تھے اور انہیں لڑکے کی داستانیں بہت دلچسپ لگی تھیں۔ لڑکا انہیں اپنی زندگی اور کرشل کی دکان میں حاصل ہونے والے تجربات کے بارے میں بتا رہا تھا کہ اس دوران انگریز اس کے خیمے میں داخل ہوں۔

”میں مج سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔“ اس نے لڑکے کو خیمے سے باہر لے جاتے ہوئے کہا۔

”مجھے کیا کرنا تلاش کرنے میں تمہاری مدد کر رہے۔“

پہلے تو وہ دونوں خود ہی کیسا کرنا تلاش کرتے رہے۔

ان کا خیال تھا کہ کیسا کرنا کا طرز و ہائش گلستان کے ہائی ہاسیوں سے بالکل مختلف ہو گا اور اس کے خیمے میں ایک سبھی مسلسل روشن ہوگی۔

انہوں نے ہر اس جگہ تلاش کیا جہاں ان کے خیال میں کیسا کرنا ہو سکتا تھا۔ لیکن گلستان ان کے اعزاز سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔

”ہم نے پورا دن ضائع کر دیا۔“ انگریز بولا۔

شاگرد ہمیں کسی سے اس کے بارے میں پوچھ لینا چاہیے تھا۔ لڑکے نے تجویز دی۔

انگریز باقی لوگوں پر اپنے یہاں آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر وہ اس بات پر رضی ہو گیا۔

لڑکا کیونکہ اس سے بہتر عربی بول سکتا تھا اس لیے انگریز کا خیال تھا کہ وہ لوگوں سے کیسا کرنا کے بارے میں معلوم کرے۔ لڑکا ایک عورت کے پاس گیا جو کہ کوئی پرانی بھرنے آئی تھی۔

”صبح بخیر۔ میں ایک کیسا کرنا کی تلاش میں ہوں جو اس گلستان میں رہتا ہے۔“ اس نے عورت سے کہا۔

عورت نے اسے بتایا کہ اس نے اس سے قبل کسی کیسا کرنا نہیں سنا تھا اور جلدی سے جاننے کے لیے سڑی۔

جانے سے پہلے اس نے لڑکے کو بتایا کہ اسے چاہیے وہ کالے لباس میں ملیں کسی عورت کو مخاطب نہ کرے۔ کالا لباس خاتون کے شادی شدہ ہونے کی علامت تھا اور صحرا کے دستور کے مطابق شادی شدہ عورتیں سے نامحرم مردوں کو بات نہیں کرنی چاہیے۔

انگریز کو بڑی ناپاکی ہوئی اسے ایسے لگا جیسے اس کی تمام عزت رائیگاں گئی۔

لڑکا بھی افسردہ تھا۔ اس کا دوست اپنی منزل کی تلاش میں تھا اور وہ اس کی ہر ممکن مدد کرنا چاہتا تھا۔

بڑے بادشاہ نے کہا تھا کہ جب بھی کوئی اپنی منزل تک پہنچنے کا مقصد ادا کرے تو کائنات کی ہر شے اس کی مدد میں مصروف ہوتی ہے۔ اسے لگا کہ بڑے بادشاہ کا کہنا نلکا تھا۔

"میں نے تو اس سے قبل کسی کیمیاگر کے بارے میں نہیں سنا اور لگتا ہے کہ یہاں کسی اور نے بھی اس کا لڑکھیا سنا۔"

لڑکا بولا۔

انگریز کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"ہائل ٹھیک ہے شاید یہاں کسی کوظم ہی نہیں ہے کہ یہاں ایک کیمیاگر رہتا ہے ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ یہاں لوگوں کا علاج کون کرتا ہے؟"

کالے لباس میں ملیوں کی خواتین کتوتیں پر آئیں لیکن لڑکے نے انہیں مخاطب کرنے سے اجتناب کیا اور انگریز کے بار بار اسے کہنے لگا۔

آخر کار ایک مرد نظر آیا۔ لڑکا اس کے طرف بھاگا۔

یہاں لوگوں کا علاج کون کرتا ہے؟

"اللہ۔" مرد نے آہن کی طرف نظریں ڈال کر کہا۔

"شاید تم جہاز چھوٹ کر نے دلوں کی تلاش میں ہو۔" مرد نے قرآن کی چند آیات کی تلاوت کی اور لڑکے کے سر کے اوپر سے گزرتی گئیں۔

ایک اور بڑھا آرمی کتوتیں کی طرف آ رہا تھا۔ لڑکے نے اس سے بھی وہی سوال کیا۔ "تمہیں اپنے نفس کی تلاش کیوں ہے؟" بڑھے نے اسے سوال کیا۔

"کیونکہ میرے ایک ساتھی نے کئی ماہ تک صرف اس لیے سفر کیا ہے کہ اس نفس سے طاقت کرے لڑکے نے جواب دیا۔

"اگر یہاں ایسا کوئی شخص ہے تو پھر وہ بلاشبہ بہت طاقتور شخص ہوگا اور اسے لے کر پورے پونے کے بعد مہاب دیا۔

"تم جنگ کے ختم ہونے کا انتظار کرو اور نخلستان کی زندگی میں غل دینے سے اجتناب کرنا۔ بڑھے نے ہاتھ ہٹائے کہا۔

انگریز خوش تھا اسے یقین ہو گیا کہ وہ صحیح سمت میں چل رہے تھے۔

آخر کار ایک نوجوان عورت کتوتیں کی طرف آئی ہوئی نظر آئی جو سیاہ لباس میں ملیوں کی تھی۔ اس کے سر پر رومال تھا مگر اس کا چہرہ نکلتا تھا۔

لڑکا اس کی طرف اس فرض سے بڑھاتا کہ اس سے کیمیاگر کے بارے میں پوچھ سکے۔

جیسے ہی اس نے لڑکی کو قریب سے دیکھا اسے ایسا لگا جیسے پوری کائنات غم گئی ہو۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں سنسدر سے زیادہ گہری تھیں۔ جسم ہونٹ کی گلاب کی بھگڑی سے بھی خوبصورت تھے۔

اس پر عالمگیر زبان کے سب سے اہم حصے کا آج انکشاف ہو۔ وہ حصہ جیسے دنیا میں موجود ہر شے کچھ سکتی تھی۔ "محبت" جس کا وجود انسان کے وجود سے بھی قدیم ہے اور جس کی وسعت صحرا سے بھی زیادہ ہے۔

یہ ایک ایسی طاقت ہے جو دونوں نظروں کے ملاپ پر وجود میں آتی ہے۔ لڑکی مسکرائی۔ "یہ یقیناً ایک علامت تھی۔ شاید اسی علامت کی اسے اب تک تلاش تھی۔ اسی کی تلاش میں وہ اپنی بیگزوں کے ساتھ مدینا مارا پھرتا تھا۔ کتوتوں میں سر کھپایا۔ کرشل کی دکان میں محبت کی اور صحرا کی وسعت میں سرگرداں رہا۔ یہ دنیا کی سب سے پاکیزہ زبان ہے جسے کسی بھی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح کائنات کسی بھی وضاحت سے بے نیاز ہے۔

لڑکے کو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ دنیا میں موجود واحد خاتون کے ساتھ ہے۔ اور اسے لگا کہ بغیر کوئی لفظ بولے لڑکی نے اس کے احساسات کو محسوس کر لیا تھا۔ اس کے نزدیک اس حقیقت کا وجود دنیا کی کسی اور حقیقت سے زیادہ تھا۔ اس کے نزدیک صرف یہی ایک حقیقت تھی اور باقی سب فریب۔ اس کے والدین نے اسے کہا تھا کہ کسی کو زندگی کا ساتھی بنانے سے پہلے اس کے ساتھ محبت ہونا ضروری ہے۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ محسوس ہوتا ہو وہ عالمگیر زبان سے بیکرنا بلند ہوں۔ کیونکہ اگر انسان کو یہ زبان آتی ہو تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس کا دنیا کے کسی گوشے میں منتظر ہے چاہے وہ صحرا کے چبوتے ہو یا پھر کسی پرانے شہر میں۔

اور جب اس طرح کے دو انسان ملتے ہیں اور ان کی آنکھیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ماضی اور مستقبل ایک دم محسوس ہو جاتے ہیں صرف ایک حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ کہ سب کچھ کسی ایک ذات کا تخلیق کردہ ہے اس نے ہی محبت کو وجود بخشا اور روح کو معرض وجود میں لایا محبت کے بغیر کسی کے بھی خواب اس کے لیے بے معنی ہوتے ہیں۔

"مکتوب۔" لڑکے نے سوچا۔

"اس سے پوچھو۔" انگریز نے اسے چمنوزا۔

وہ لڑکی کے قریب گیا تو وہ مسکرا دی۔ لڑکے نے بھی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"لاطرہ۔ لڑکی نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس طرف کے ام تو میرے ملک میں بھی خائنین کے ہوتے ہیں۔"

"یہ نام ہمارے پیغمبر ﷺ کی بیٹی کا تھا۔ فاطمہ نے جواب دیا۔

"یہ نام مسلمان خائنین کے ساتھ دنیا کے ہر خطے میں پھیل گیا۔" خائنین کے ذکر پر لڑکی کی خوبصورت آنکھوں میں غم کے احساسات نظر آئے۔

انگریز کے دوبارہ ظہور کا دینے پر اس نے لڑکی سے وہی سوال کیا جو اس سے قبل وہ دوسروں اور ایک عورت سے پوچھ چکا تھا۔

"یہ وہی شخص ہے جسے دنیا کے بہت سارے ممالکوں سے آگاہی حاصل ہے اور میرا کہ جن بھی اس کے تابع ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

اس نے جنوب کی سمت اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ عجیب و غریب انسان اور مرد ہوتا ہے۔ پھر اس نے اپنا برتن پانی سے بھر اور واپس چلی گئی۔

لڑکے نے واپس گھوم کر دیکھا تو انگریز بھی غائب تھا۔

لڑکا کنوئیں کی سنڈر پر بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ ایک دن طرفہ میں لیو اترتا ہے اس لڑکی کی بہک لے کر آئی تھی۔ اور وہ اس لڑکی سے اس وقت سے محبت کرتا ہے جب اس کا وجود بھی نہیں تھا۔ اسے لگا کہ اس کی یہ محبت اسے اس قابل بنائے گی کہ وہ دنیا کے ہر خزانے کو ڈھونڈ لے گا۔

اگلے دن لڑکا دوشیزہ سے ملنے کی امید میں کنوئیں پر آیا اسے حیرت ہوئی کہ انگریز اس سے پہلے ہی وہاں موجود تھا اور

سمر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں کل شام تک اس کا انتظار کرتا رہا۔" انگریز نے بتایا۔ "وہ پہلے ستارے کی روشنی کے ساتھ ہی ظاہر ہوا تھا۔ میں نے اسے اپنے مقصد سے آگاہ کیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کبھی میں نے دعوت کو سنانے میں مدد کی ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ میں ہی مقصد کے لیے ہی تو یہاں آیا ہوں۔ اس نے مجھے کہا "ہاؤ اور آپشن کرو۔" لڑکا خاموش رہا۔ بے چارے انگریز نے صرف یہ جواب سننے کے لیے تو سمر اہم نہیں کیا تھا۔ جسے ہی انگریز رخصت ہونا فاطمہ کنوئیں کی طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔

"میں جنہیں صرف ایک بات بتانے آیا ہوں کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

لڑکی کے ہاتھ سے پانی کا برتن گر گیا۔ پانی میں اتنی لطافت نہیں تھی کہ یہت کا زور نہ دے سکے۔

"میں روزانہ اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔ میں نے یہ سمر ایک خزانے کی تلاش میں عبور کیا۔ جب مجھے یہ جنگ ایک آفت لگتی تھی مگر اب یہ میرے لیے رحمت ہے کیونکہ اس کی وجہ سے میری تم سے ملاقات ہوئی ہے۔"

"لڑائی تو ایک دن ختم ہو جائے گی۔ لڑکی بولی۔

لڑکے نے بھجور کے درختوں کی طرف دیکھا۔ اس نے سوچا کہ وہ اس سے قبل رہ چکا ہے اور اب دوبارہ وہی کام کر سکتا ہے۔ اس کے لیے فاطمہ ہی دنیا کا سب سے قیمتی خزانہ تھی اور اس کا ساتھ ہی اس کی منزل تھا۔

"قبائلی لوگ ہمیشہ ہی خزانے کے حلالی رہتے ہیں۔" فاطمہ بولی جیسا کہ اس کو محسوس ہو گیا ہو کہ وہ کیا سوچ رہا تھا۔

"اور سمر کی عورت کو اپنے مرد پر فخر ہے۔ اس نے اپنا برتن پانی سے بھر اور واپس چلی گئی۔

لڑکا ہر روز کنوئیں پر فاطمہ سے ملنے کے لیے جاتا تھا۔ اس نے فاطمہ کو اپنی زندگی کے بارے میں بتایا۔ بڑے شہنشاہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور کرطل کی دکان کے بارے میں بتایا۔ وہ بہت جلد ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

سوائے ان چند روہ سنت کے جو وہ کنوئیں پر فاطمہ کے ساتھ گزارتا تھا اور ان گزارنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا تھا۔

جب قافلے کو گلستان میں ایک ماہ کا عرصہ ہو گیا تو قافلے کے سردار نے پورے قافلے کو اکٹھا کیا۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ لڑائی کب ختم ہوگی۔ اس لیے یہ باتیں ہے کہ ہم اپنا سفر جاری رکھ سکیں۔" سردار بولا۔

"لڑائی زیادہ طویل بھی ہو سکتی ہے۔ اور ممکن ہے یہ کئی سال تک جاری رہے۔ دونوں طرف طاقتور ہیں اور لڑائی میں فتح حاصل کرنا دونوں اطراف کا مطلوب ہے۔ یہ حق دہاٹل کی لڑائی نہیں بلکہ ایسی طاقتوں کے درمیان جنگ ہے جن کا صلح نظر طاقت کا توازن قائم کرنا ہے۔ اور اس طرح کی جنگ زیادہ طویل ہوتی ہے کیونکہ اللہ دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔"

تمام لوگ واپس اپنے اپنے ٹیموں میں چلے گئے اور لڑکانا فاطمہ سے ملنے۔

"اس دن تم نے مجھے کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟" فاطمہ نے سوال کیا۔

"اور پھر تم نے مجھے کائنات کی روح اور عالمگیر زبان کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ شاید اس لیے میں بھی محسوس کرتی ہوں کہ میں تمہارے وجود کا ایک حصہ ہوں۔"

لڑکا بیکسوئی سے اس کی بات سن رہا تھا۔ لڑکی کی آواز اس کے لیے اس نفسی سے بھی خوبصورت تھی جو ہوا کے چلنے کی وجہ سے بھجور کے تلوں سے پیدا ہو رہی تھی۔ "میں شاید اس نخلستان میں ہمیشہ سے تمہاری منتظر بھی تھی۔ لڑکی نے اپنی بات جاری رکھی۔ "میں نے اپنی روایات کو پس پشت ڈال دیا اور یہ بھی بھولی گئی کہ سمر کی خوائشیں سے کس رویے کی امید کی جاتی ہے۔ بچپن سے مجھے امید تھی کہ اس سمر کی دستوں سے میرے خوابوں کا شہنشاہ ایک دن آئے گا۔ اور وہ تم ہو۔"

لڑکے کا دل چاہا کہ وہ ہاتھ بٹا کر فاطمہ کا ہاتھ تھام لے لیکن اس کے دونوں ہاتھ پانی کے برتن کے گرد لپٹے ہوئے تھے۔

"تم نے مجھے اپنے خواب، بوڑھے ہادشاہ اور خزانے کے بارے میں بھی بتایا۔" لڑکی بات جاری تھی۔ "اور پھر تم نے مجھے نشانوں کے بارے میں بھی بتایا۔ اب مجھے کسی بات کی فکر نہیں ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کونسا ہوں جس میں میرے پاس لائی ہیں۔ اور میں تمہارے خواب کا حصہ ہوں اور میں ہی تمہاری منزل ہوں۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ تم اپنے خزانے کی تلاش جاری رکھو۔ اگر تم لڑائی کے ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہتے ہو تو ضرور یہاں رہو۔ ہر روایت کے ٹیلوں کو جگہ

بدلنے پر تو مجبور کر سکتی ہے لیکن صحرا کو نہیں بدل سکتی۔ صحرا ہمیشہ سے صحرائی ہے۔ اور یہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ "مکتوب" اگر میں واقعی تمہارے خواب کا حصہ ہوں تو مجھے یقین ہے کہ ایک دن تم میرے پاس واپس لوٹ آؤ گے۔
 لڑکا اس دن بہت اداس تھا۔ اسے رو کر ان تمام گذریوں کا خیال آ رہا تھا جنہوں نے اپنے گمراہ لیے تھے۔ انہیں اپنی شریک حیات کہہ باہر کرانے میں انتہائی مشکل ہوئی تھی کہ برانے میں جانا ان کے لیے کتنا ضروری تھا۔
 "محبت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنی محبت کے ساتھ رہیں۔" اس نے اگلے دن فاطمہ کو بتایا۔

"یہ صحرا گواہ ہے کہ ہمارے مرد ہمیشہ اس کو اپنے قدموں تلے روندتے رہے ہیں اور وہ کبھی کبھی واپس بھی نہیں آتے۔ اور ہم خواتین اس چیز کی عادی ہیں۔ جو واپس نہیں آتے وہ ہاتھوں کا حصہ بن جاتے ہیں جو کڑکٹی دھوپ میں سایہ فراہم کرتے ہیں۔ یا اس پانی میں شامل ہو جاتے ہیں جو پتھر زمین کو سیراب کرتا ہے۔ وہ ہر ایک شے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ کائنات کی روح میں واپس لوٹ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ واپس لوٹ آتے ہیں اور باقی خواتین کو پھر بھی اس رات ہی ہے کہ ایک دن ان کے مرد بھی واپس ضرور آئیں گے۔ مجھے ان خواتین کی آس ہمیشہ اچھی لگتی تھی۔ اور اب میں بھی ان کا حصہ بننا چاہتی ہوں جو اپنے مردوں کے انتظار میں لٹے کھتی ہیں۔ میں اس صحرائی بیٹی ہوں اور مجھے اس بات پر فخر ہے۔ میری خواہش ہے کہ میرا خاندان اسی طرح آزاد ہو جیسی یہ ہوا۔ اور کبھی ایسا موقع آیا تو میں بھی یہ قبول کر لوں گی کہ وہ بھی اس کائنات کی ہر شے میں شامل ہو جائے۔"

لڑکا انگریز کی تلاش میں تھا۔ وہ اسے فاطمہ کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ اس نے حیرت سے دیکھا کہ انگریز نے اپنے خیمے کے باہر ایک بھٹی بنائی تھی۔ اس بھٹی کے اوپر ایک ٹھنڈے کی صحرائی رکھی تھی اور نیچے لٹکائیوں کی آگ جل رہی تھی۔ صحرا کی طرف دیکھتے ہوئے انگریز کی آنکھوں میں وہ چمک تھی جو تارا میں پڑتے وقت منقود تھی۔
 "یہ کام کا پہلا مرحلہ ہے۔" وہ بولا۔

"مجھے گندھک ٹیپہ کرنا ہے۔ اس کام کو کامیابی سے سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ میرے دل میں ناکامی شائبہ تک نہ آئے۔ بنانا کی کا خوف ہی تھا جس نے مجھے اس کام سے باز رکھا۔ میں نے آج اس کام کی ابتدا کی ہے جو میں آج سے دس سال قبل کر سکتا تھا لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ میرے تیس سال نہیں گزرے۔"
 وہ مسلسل آگ روشن رکھے ہوئے تھا۔
 لڑکا خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

جب آدھے سورج کی سرخی سے صحرائی ریت نے بھی لالی چرائی تو اس نے سوچا کہ وہ صحرائی نکل جائے یا آرمائے کے لیے کہ کیا صحرائی خاموشی میں اس کے تمام سوالات کے جواب پوشیدہ ہیں یا نہیں۔
 وہ کچھ دیر تک صحرائی آواز گودی کرتا رہا لیکن کچھ نہیں نکلتا۔ سن سکتا تھا اور اپنے قدموں کے نیچے آنے والے پتھروں کی بھی۔

کہیں کہیں اسے سپہاں بھی نظر آئیں، اس سے اس نے انکار لگایا کہ کبھی یہ صحرا بھی مسترد ہوا ہوگا۔
 وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور افق کے سمور کن نظارے سے لطف اندوز ہونے لگا۔ وہ محبت اور ملکیت کے فرق پر غور کر رہا تھا مگر دونوں میں تغیر جی کرنے سے قاصر تھا۔
 فاطمہ و خیر صحرائی اور اس کو سمجھنے کے لیے صحرا کو سمجھنا ضروری تھا۔

جب وہ اپنے خیالات میں مستغرق تھا تو اسے اپنے سر کے اوپر حرکت محسوس ہوئی۔ اس کے اوپر صحرائی ہاتھوں کا ایک جولا ٹھوکر ڈالا تھا۔ وہ ہوا کے دوش پر تیرتے ہاتھوں کو دیکھتا رہا۔ اگرچہ ان کی پرواز میں کوئی رہنمائی نہیں تھا لیکن وہ اس سے کچھ محسوس کر سکتا تھا۔ مگر اسے اتفاقاً یاد دہانی سے قاصر تھا۔ وہ ان کی پرواز کا بغور مطالعہ کرنے لگا تا کہ اس سے کوئی سنی افخذ کر سکے۔ شاید یہ ہوا اس پر محبت بغیر ملکیت کو واضح کر رہے تھے۔

اس نے محسوس کیا کہ اس سے غیظ آ رہی ہے۔ اس نے بیدار ہونے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہ بیک وقت سوتا بھی چاہتا تھا۔
 "میں عالمگیر زبان سیکھ رہا ہوں۔" اس نے سوچا۔
 "دنیا کی ہر شے اب میرے لیے ایک مفہوم رکھتی ہے۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ ہاتھوں کی پرواز بھی اس نے اپنے آپ سے کہا۔ اس نے سوچا کہ یہ محبت کا کرشمہ ہی ہے کہ ہر چیز اب اس کے لیے معنی رکھتی ہے۔"

اچانک ایک ہانڈے غرٹ لگایا اور دوسرے پر چھپنا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تصویر لڑکے کے ذہن کے پردہ مسکین پر چمکی۔ ایک فوج بے نیام لوگوں کے ساتھ غلستان پر حملہ آور ہو رہی تھی۔ یہ تصویر پگ بھینکتے ہی میں غائب ہو گئی۔ لیکن اپنا اثر چھوڑ گئی۔

لڑکا کامپ رہتا تھا۔ اس نے لوگوں سے سنا تھا کہ انسان کو صحرائی میں سراب نظر آتے ہیں۔ اسے خود بھی اس کا تجربہ ہوا تھا۔
 سراب دراصل انسان کی فیر تکمیل شدہ خواہشات ہیں۔ جو اتنی شدت رکھتی ہیں کہ انسان کو لگتا ہے کہ زمین پر ان کا وجود ہے۔

اس نے ایک بار پھر صحرائی سہری ریت پر توجہ دینے کی کوشش کی لیکن اس کے دل میں کچھ ایسا بے چینی تھی جو اس کی توجہ کو مرکوز ہونے سے روک رہی تھی۔ اس نے کوشش کی کہ اس تصویر کو بھلا دے اور دوبارہ اپنے ذہن کو مرکوز کر سکے۔
 "ہمیشہ نشانیوں کی رہنمائی میں اپنا راستہ تلاش کرو۔" بوڑھے بادشاہ کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے۔
 لڑکے نے تصویر میں نظر آنے والے واقعے کو دوبارہ یاد کیا اور محسوس کیا کہ یہ واقعہ حقیقت میں ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ وہ اٹھا اور بھجور کے درختوں کی طرف چل پڑا۔ ایک بار پھر اس نے محسوس کیا کہ ہر ایک چیز کی کئی زبانیں ہیں۔ اس واقعہ صحرا تو محفوظ تھا لیکن غلستان خطرے میں تھا۔

ہدی ان مجبور کے درخت کے پاس بیٹھا غروب آفتاب کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس نے لڑکے کو لیلے کے دوسری جانب سے آتے ہوئے دیکھا۔

"مستقبل پر ایک فوج حملہ آور ہونے والی ہے۔" وہ ہدی بان کو مخاطب کر کے بولا۔
"میں نے اس کی جھلک دیکھی ہے۔"

"صہرا کی بچی خرابی ہے کہ وہ انسان کے ذہن میں بہت ساری تصویریں بناتا ہے۔" ہدی بان نے جواب دیا۔
لڑکے نے اسے صہرائی بازوں کے بارے میں بتایا کہ کس طرح وہ ان کی پرواز کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ اچانک اس کی رسائی ایک لمبے کے لیے کائنات کی روح تک ہو گئی جہاں اس نے وہ منظر دیکھا جو مستقبل میں ہونے والا تھا۔
ہدی بان فوراً لڑکے کی بات سمجھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ دنیا میں موجود ہر شے خدا کے حکم پر اس بات پر قادر تھی کہ مستقبل کو لوگوں پر ظاہر کر دے۔ کوئی اس کا تجربہ کسی کتاب کو پڑھ کر کر سکتا ہے اور کوئی بچوں کو پلٹ کر یا پھر ہاتھوں کی زبان پڑھ کر یا پھر صرف پرندوں کی پرواز کا مشاہدہ کر کے۔ مشاہدے کا ذریعہ کوئی بھی ہو۔ اگر خدا کا حکم ہو تو انسان مستقبل کی جھلک دیکھ سکتا ہے۔

قبائلی لوگ مستقبل کا حال بتانے والوں سے مشورہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ اس لڑائی میں ان کا انجام موت ہے تو پھر وہ لڑائی میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتے۔ وہ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ لڑائی میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں بغیر یہ جانے کہ لڑائی کا نتیجہ کیا ہوگا۔

مستقبل کا حال تو صرف اللہ کو ہی معلوم ہے اور لوح محفوظ پر لکھا ہے۔ اور اس نے جو بھی لکھا ہے انسان کی فلاح ہی میں ہے کیونکہ اللہ عادل ہے اور رحیم ہے۔ وہ انسان پر اپنی رحمت کا سایہ کھینچے ہوئے ہے۔ وہ انسان کی قسمت میں کچھ ایسا نہیں لکھ سکتا جو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ تو انسان کے اپنے اعمال ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو مصیبت سے دوچار کر لیتا ہے۔

اس لیے صہرائی لوگ صرف حال میں زندہ رہتے ہیں۔ حال اچانک ظاہر ہونے والے واقعات سے بھرا ہوا ہے اور انہیں بہت سارے خطرات کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا ہوتا ہے۔ دشمن کی تگوار کہاں تھی؟ اس نے گھوڑا کہاں باندھا تھا؟ اسے دشمن پر کبھی ضرب لگانا چاہیے کہ وہ خود زخمی نہ ہو سکے؟

ہدی بان چونکہ جنگجو نہیں تھا اس لیے اس نے مستقبل کا حال بتانے والوں سے کئی مرتبہ مشورہ کیا تھا۔ بن میں سے کچھ توجیہ بتاتے تھے جب کہ اکثر غلط تھے۔ ایک دن جب اس نے ایک طویل عمر جوئی سے مشورہ کیا تو اس نے سوال کیا کہ وہ مستقبل کا حال جاننے میں اتنی دلچسپی کیوں رکھتا تھا۔

"میں مستقبل کے بارے میں اس لیے ہانا چاہتا ہوں کہ میں مرد ہوں۔" ہدی بان نے جواب دیا۔

"اور مرد اپنی زندگی کی منصوبہ بندی اپنے مستقبل کو پیش نظر رکھ کر کرتے ہیں۔"

"اور اس لیے بھی کہ میں جن چیزوں کا ہونا اپنے لیے صحیح نہیں سمجھتا ان کو بدل سکوں!"

"جب وہ تمہارے مستقبل کا حصہ نہیں ہوں گی۔" جوئی بولا۔

"اگر تمہارے ساتھ کوئی حادثہ ہونے والا ہے اور تمہیں اس کی پیشگی خبر ہے تو وہ اپنے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی تمہیں ایذا پہنچائے گا۔"

جوئی اس بات میں مہارت رکھتا تھا کہ ریت پر پھڑپھڑائی اور ان کے گرنے کے انداز سے واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی پیشین گوئی کرتا تھا۔

اس دن اس نے کوئی پیشین گوئی نہ کی۔ اس نے اپنی چمڑیوں کو کپڑے میں لپیٹا اور انہیں اپنے قبیلے میں رکھ لیا۔

"میری گزریا تو ات لوگوں کے حالات کی پیشین گوئی کرنے پر ہے۔" جوئی بولا۔

"میں چمڑیوں کے استعمال میں مہارت رکھتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ کس طرح ان کے استعمال سے میں اس جگہ کو دیکھ سکتا ہوں جہاں ہر چیز نکلی ہوئی ہے۔ میں یہ تو دیکھ سکتا ہوں کہ ماش میں کیا ہوا ہے۔ لیکن میں مستقبل کے بارے میں صرف قیافہ شامی کرتا ہوں۔ مستقبل کا حال تو صرف خدا کو معلوم ہے اور یہ صرف اللہ ہی ہے کہ اگر چاہے تو اس کا اللہ و عظم کسی انسان کو دے دے۔ میں مستقبل کی بارے میں قیافہ شامی کرتے ہوئے نشانیوں کا سہارا لیتا ہوں جو حال میں موجود ہیں۔

راز صرف حال میں ہے۔ اگر تم حال پر توجہ دو تو تم اس کو بدل سکتے ہو۔ اس لیے جو اس کے بعد آئے گا تو وہ بہتر ہی ہوگا۔ اس لیے مستقبل کی فکر بھول جاؤ اور حال میں اس اعتماد کے ساتھ زندہ رہو کہ اللہ کو اپنے بندوں سے بہت پیار ہے۔"

"وہ کیا حالات ہوں گے جب اللہ مجھ پر میرا مستقبل آشکار کر دے گا؟" ہدی بان نے جوئی سے پوچھا۔

"جب وہ چاہے۔ اللہ صرف کبھی کبھار ایسا کرتا ہے اور جب بھی وہ کسی انسان کو فیض کا علم دیتا ہے تو اس کی ایک ہی بچہ ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ مستقبل کے بارے میں جو لکھا تھا اس مقصد سے لکھا تھا کہ تیرا ہی ہوگا۔"

"خدا نے لڑکے کو مستقبل کی ایک جھلک دکھائی تھی۔" ہدی بان نے سوچا۔

خدا نے اس لڑکے کو ایسا کیوں بتایا؟

"جاؤ اور قبیلے کے سردار کو اس کی خبر دو۔" ہدی بان نے لڑکے کو ہدایت کی۔

"وہ لوگ میرا لڑکی ہذا نہیں گے۔" لڑکے نے جواب دیا۔

"وہ صہرا کے باسی ہیں اور صہرا کے باسی جانتے ہیں کہ شیانیوں کا کیا مطلب ہوتا ہے۔"

"جب تو وہ پہلے سے ہی اس بارے میں جانتے ہوں گے کہ گلستان پر حملہ ہونے والا ہے۔" لڑکے نے جواب دیا۔

"انہیں شام اس بات کی گلاب تک نہیں ہے۔ انہیں یقین ہے کہ اللہ اگر نیک کوئی خبر پہنچا دیا ہے تو وہ انہیں اس کی اطلاع ضرور کسی کے ذریعے پہنچا دے گا۔ اس سے قبل بھی کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے اور اس دفعہ وہ خبر پہنچانے والے تم ہو۔" لڑکے کو قاطعہ کا خیال آ گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ قبیلے کے سردار کو ضرور پہنچا دے گا۔



لڑکے کا سامنا محافظ سے ہوا جو گلستان کے قلب میں نصب نیچے کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا۔ "میں سردار سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے محافظ سے کہا۔

محافظ کوئی جواب دینے بغیر نیچے کے اندر چلا گیا اور کچھ لمحوں کے بعد سفید لباس میں ملبوس ایک نوجوان کے ساتھ باہر آیا۔ لڑکے نے اسے بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔ نوجوان باسے انتظار کرنے کا کہہ کر دوبارہ نیچے کے اندر چلا گیا۔

رات بڑھ چکی تھی اور کثیر تعداد میں تاجروں اور چنگو خیمے میں آ جا رہے تھے۔ ایک ایک کر کے آگ کے علاوہ بچھ رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد گلستان میں صحرا ایسی خاموشی چھا گئی کہ اس وقت لڑکے کے ذہن میں صرف غلط خیال تھا وہ اب تک اس کی گنگو کا آخری حصہ بھرنے سے قاصر تھا۔ آخر کئی گھنٹوں کے بعد آدھا انتظار کے بعد محافظ نے لڑکے کو اندر جانے کا حکم دیا۔ خیمے کا اندرونی منظر دیکھ کر اس کی نفس دنگ رہ گئی۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ صحرا کے پہلوں سے کئی ایسا خیمہ بھی موجود ہوگا۔

خیمے کا فرش ایسے خوبصورت قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا جو آج تک اس کی نظر سے نہیں گزرے تھے۔ درمیان میں سونے کے قالین لٹک رہے تھے جن کے امدوم بتیاں روشن تھیں۔ قبائل کے سردار نیم دائرے کی شکل میں ریشم کے کاؤنگلیوں کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ملازم چاندی کی ٹیشریوں میں خشک میوہ اور قبوہ پیش کر رہے تھے اور کچھ چلنے میں آگ کو تازہ رکھنے میں مصروف تھے۔ فضا میں دھوئیں کی بھٹیں کس بھٹک تھی۔

خیمے میں آٹھ سردار موجود تھے لیکن لڑکے نے اپنی امانت سے اندازہ لگا لیا کہ ان میں کوئی سردار سب سے زیادہ اہم ہے۔ کالک تھا وہ سفید اور سنہری لباس میں ملبوس تھا اور نیم دائرے کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا اس کے ایک پہلو میں دسی نوجوان موجود تھا جس سے اس کی ملاقات خیمے کے باہر ہوئی تھی۔

"یہ کون ہے جو نشانوں کی زبان جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ ایک سردار نے لڑکے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔" "میں لڑکے نے جواب دیا۔

اور پھر اس نے پورا واقعہ تفصیل سے بیان کر دیا۔

"میرا آخر کار اپنا آپ ایک انجمنی پر کیوں ظاہر کرنے کا جبکہ اسے معلوم ہے کہ ہم نسلوں سے اس کے پاسی ہیں۔"

ایک اور سردار بولا۔ "کیونکہ میری لگا ہے اب تک صحرا کی عادی نہیں ہوئیں۔ لڑکے نے فوراً جواب دیا۔

"میں اس چیز کو بھی محسوس کر سکتا ہوں جسے صحرائین شاید نظر انداز کر دے۔"

دوسری لڑکی نے بھی کہیں کائنات کی روح کو سمجھ سکتا ہوں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔

"گلستان ایک غیر متاثرہ علاقہ ہے اور کوئی بھی اس پر حملہ کرنے کی غلطی نہیں کر سکتا۔" تیسرا سردار بولا۔

"میں تو صرف اتنا سمجھتا ہوں جو میں نے دیکھا ہے اگر آپ اس پر یقین نہیں کرتا چاہے تو آپ کی مرضی۔" نیچے میں بحث شروع ہو گئی۔

وہ لوگ ایسے لہجے میں عربی بول رہے تھے جو لڑکے کو کچھ نہیں آ رہی تھی جب وہ جانے کے ارادے سے واپس مڑنے لگا تو محافظ نے اسے رکھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکے پر خوف طاری ہو گیا۔ اس نے اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ کچھ غلط ہونے والا ہے۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ اس نے اس واقعے کا ذکر ہمیں بان سے کیوں کیا تھا۔

پھر درمیان میں بیٹھے ہوئے سردار کے چہرے پر مسکراہٹ نظر آئی اور لڑکے کو کچھ اطمینان ہوا۔ یہ سردار اب تک کی بحث میں بالکل خاموش رہا تھا۔ لڑکے کو کیونکہ عالم گیر زبان کی سندھ بدھ تھی اس لیے اسے احساس تھا کہ خیمے کی پر سکون فضا میں اس کے آنے سے بیک وقت رعاش پیدا ہو گیا ہے۔ اب وہ درجن سے بتاتا تھا کہ یہاں آ کر اس نے کچھ فیصلہ کیا تھا۔

بحث ختم ہو چکی تھی۔ تمام سردار خاموشی سے سردار کی بات سننے کے لیے ہمدرد گوش تھے۔ سردار لڑکے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کا چہرہ بالکل سچا تھا۔ "دو ہزار سال قبل بھی ایک نوجوان ایسا گزرا ہے جو خوابوں پر یقین رکھتا تھا۔" بولے سردار نے ہلکی آواز سے کہنے کہا۔

"اس کو پہلے ایک کنوئیں میں پھینکا گیا اور پھر قہار بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ ہمارے جیسے تاجروں نے اسے خریدا اور اسے مصر لے آئے۔ اور ہمارا اعتماد ہے کہ جو کوئی بھی خوابوں پر یقین رکھتا ہے اسے اگلی آجیر بھی معلوم ہوتی ہے۔" بولے نے اپنی بات جاری رکھی۔

"جب فرعون نے خواب میں دیکھا کچھ گائیں قربانیں اور کچھ بہت کڑوے تو اس نوجوان نے مصر کو ایک ٹوٹا کھانا سے بچا لیا۔ اس نوجوان کا نام یوسف تھا۔ وہ بھی اس مرد میں تمہاری طرح انجمنی تھا۔ اور شاید تمہاری ہی عمر کا تھا۔" سردار نے کچھ دیر توقف کیا۔ اس کی نگاہوں میں ابھی تک انجمنیت تھی۔

"ہم لوگ ذرا امت کی پادشہی کرتے ہیں اور روایت نے ہی ان دنوں میں مصر کو قحط سے بچا لیا تھا۔ اور مصر والے امیر ترین لوگ بن گئے۔ روایت ہی سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اس صحرا کو کیسے عبور کرنا ہے اور ہم نے اپنے بچوں کی شادیاں کیسے کرنی ہیں۔ روایت ہی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ گلستان ایک غیر متاثرہ علاقہ ہے۔ کیونکہ دونوں اطراف میں گلستان موجود ہیں اور دونوں ہی طریقے یکساں طور پر زندگی بسر کرتے ہیں۔"

خیمے میں مکمل سکوت تھا اور تمام لوگ بڑھے سردی کی بات بغور سن رہے تھے۔ اور دواے ہی ہمیں سکھاتی ہے کہ ہم صحرا کی آواز سنیں، عمارات تمام علم اسی صحرا کی دین ہے۔

سردار نے اشارہ کیا اور تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ یہ ملاقات کے اختتام کا اعلان تھا۔ ملازموں نے جتنے بھادے اور محافظ موزوں کھڑے ہو گئے۔ لڑکا بھی ہانے کو تیار تھا کہ اس دوران سردار دو بار دولا۔

”کل ہم دو چار ہوتے تھے جس کے مطابق نکلستان میں ہتھیار اٹھانا ممنوع ہے۔ ہم تمام دن دشمن کا انتظار کریں گے۔ اور سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی تمام لوگ دوبارہ اپنے ہتھیار پھینک دیں گے۔ دشمن کی ہر دس لاشوں پر تمہیں سونے کا ایک سکہ ملے گا۔ اگر ہتھیاروں کو زیادہ دیر تک استعمال نہ کیا جائے تو انہیں ڈنگ لگ جاتا ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی ہتھیار کل استعمال نہ ہو تو وہ تم پر استعمال کیا جائے گا۔“

جب لڑکا خیمے سے باہر نکلا تو نکلستان میں صرف چاند کی روشنی تھی۔ وہ اپنے خیمے سے تیس منٹ کی مسافت پر تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے خیمے کی طرف قدم اٹھانا شروع کیے۔ وہ ابھی تک پیش آمدہ واقعات کے اثر سے نہیں نکل سکا تھا۔ وہ کائنات کی روح تک تو پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن شاید اس کو اس بات کی قیمت اپنی زندگی کی صورت میں بوا کر لی پڑی تھی۔ وہ خوفزدہ تھا۔

لیکن وہ تو تمام عمر ہی خطرناک قدم اٹھاتا آیا تھا۔ اور بھول پڑی بان کے آج کے دن مرنا کل کی موت سے بڑا نہیں تھا۔ ہر دن اس بات کا متقاضی تھا کہ اسے جیا جائے۔

تمام دنیا کا گورا ایک لفظ تھا ”کتوب“

اسے کوئی پشیمانی نہیں تھی۔ اگر کل وہ ماہی گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا کو قسمیں تھیں تھا کہ مستثنیٰ کو تبدیل کیا جاسکے۔ مرنے سے قبل کم از کم اس نے سمندر میں ڈوبا تھا۔ کرسٹل کی دکان میں کام کیا تھا۔ یہ طویل صحرا میں گیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کھلم کھلی گہری کالی آنکھوں کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ اپنا گھر چھوڑنے کے بعد اس نے ہر دن کو بھر پور راند میں جیا تھا۔ اس نے اب تک وہ کچھ دیکھا تھا جس کا دوسرے چرواہے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور اسے اس بات پر فخر تھا۔ یک دم ایک دھماکہ ہوا اور وہ زمین پر گر گیا۔ لٹھائیں دھول کی اتنی دیر چلی ہوئی تھی کہ چاند کی روشنی مدھم پڑ گئی تھی۔ اس کے سامنے ایک جیم جسم کا سفید گھوڑا کھڑا تھا۔

جب دھول کی دھکچھک ہوئی تو لڑکے نے خوفزدہ کر دینے والا منظر دیکھا۔

گھوڑے کے پہلو میں سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک طویل قامت آدمی کھڑا تھا۔ اس کے کندھے پر ہار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر گہری تھی اور اس کا منہ کانے رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ صحرا کا پیمانہ برکت تھا۔ اس کی شخصیت صحرا کے روایتی پیمانوں سے زیادہ متاثر کن تھی۔ سیاہ پوش آدمی نے گھوڑے کی زین کے ساتھ ہانڈی میان سے ایک بہت بڑی تلوار نکالی۔ تلوار چاند کی روشنی میں چمک رہی تھی۔

”کس میں اتنی ہمت ہے کہ وہ ہاروں کی پروا نہ کرے؟“ اس کی آواز کی گونج ہارے نکلستان میں سنائی دی۔
”وہ میں ہوں جس نے یہ جرأت کی ہے۔“ لڑکے نے جواب دیا۔

اس کے ذہن میں سن تھا کہ گھوڑوں کی تصویر تھی جو اپنے سفید براتی گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑے کے سم بچے پڑے ہوئے دشمن کی چھاتی پر ہیں۔ یہ آدمی بھی بالکل اسی طرح لگتا ہے۔ ہاتھ لڑکے کے برابر اب بدل چکے تھے۔
”میں نے یہ جرأت کی۔“ اس نے دہرایا اور اپنا سر بچے کر کے اپنے آپ کو گھوڑا کا دار و مدار کرنے کے لیے کھینچا کر لیا۔
”بہت ساری قیمتی جانیں صرف اس لیے فوج جانیں گی کیونکہ میں نے کائنات کی روح تک رسائی حاصل کر لی تھی۔“
تلوار اس کی گردن پر نہیں گری تھی بلکہ چھیننے نے تلوار کی نوک سے اس کی ٹھوڑی اوپر کواٹھائی۔ خون کا ایک قطرہ نکل کر ریت میں جذب ہو گیا۔

گھوڑوں سوار بالکل خاموش تھا اور یہی حال لڑکے کا تھا۔ اس کے اچھٹ میں ایک ہانڈی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اسے اندر کر بھاگ جانا چاہیے۔ اس کے دل میں ایک عجیب قسم کی ممانعت تھی۔ وہ اپنی منزل کی تلاش میں موت کے انتہائی قریب پہنچ گیا تھا اور طاقت کی تلاش میں۔

آخر کار طاقت سچ ثابت ہوئی تھی اور اب وہ اپنے دشمن کے سامنے تھا لیکن اسے موت کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ کائنات کی روح اس کی منتظر تھی اور وہ جلد ہی اس کا ایک حصہ ہو گا اور ایسا ہی اس کے دشمن کے ساتھ ہونے والا تھا۔ ابھی کی تلوار لڑکے کی ٹھوڑی کے نیچے تھی۔

”تم نے پرندوں کی پروا نہ کی تھی کی جرأت کیوں کی؟“

”میں نے صرف اس کا مشاہدہ کیا جو مجھے پرندے تانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اس نکلستان کو بھانا چاہے تھے۔ کل کا دن تم سب کے لیے موت کا پیغام لائے گا کیونکہ یہاں تم سے زیادہ تعداد میں مرد موجود ہیں۔“ تلوار اپنی جگہ پر موجود تھی۔
”تم اللہ کی مرضی بدلنے والے کون ہو رہے ہو۔“

”اللہ نے فوجوں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے پرندوں کو تخلیق کیا ہے۔ اس اللہ نے ہی مجھے پرندوں کی زبان سکھائی ہے۔ سب کچھ اسی ایک ہاتھ کا اثر ہے۔“ لڑکے نے جواب دیا۔ اس کے ذہن میں ہدی بان کی آواز گونج رہی تھی۔
گھوڑوں سوار نے تلوار پیچھے کھینچ لی اور لڑکے کو ایک دم سکون کا احساس ہوا۔

”پشیمانی گویاں کرتے ہوئے احتیاط کرو۔ جب ایک چیز کبھی گئی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ اس کو تبدیل کیا جاسکے۔“ گھوڑوں سوار بولا۔

”میں نے صرف فوج کی پلٹا دیکھی ہے۔“ لڑکے نے جواب دیا۔ ”میں نے لڑائی کا اہتمام نہیں دیکھا۔“
ابھی اس کے جواب سے مطمئن نظر آتا تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

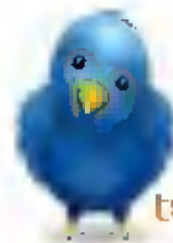
WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

زمنہ بچنے والا تھا کی اس دستے کا کمانڈر تھا۔ دوپہر کو اسے سرداروں کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ انہوں نے روایت کو کیوں توڑا تو اس نے جواب دیا کہ اس کی فوج کی روز سے لاکھ کئی کر رہی تھی اور انسان، جانور و پتھر۔ مجبوراً انہوں نے بھلہ کیا کہ گلستان پر قبضہ کریں تاکہ جنگ کو جاری رکھ سکیں۔ سردار بولا کہ اسے لوگوں کی ہلاکت کا غم ہے مگر روایت زیادہ مقدس تھی۔ اس نے غم دیا کہ کمانڈر کو دولت آمیز موت دی جائے۔ گولی یا گوار سے مارنے کی بجائے اسے ایک درخت کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔ پورے سردار نے لڑکے کو بلایا اور اسے پچاس سونے کے سکے دیے اور اس کے سامنے پروفیسر علیہ السلام کی کہانی دہرائی۔ اور اسے گلستان کا مشیر مقرر کر دیا۔



جب سورج فروغ ہو چکا تو لڑکے نے جنوب کی جانب چلنا شروع کیا۔ کچھ فاصلے پر اسے اکیلا خیمہ نظر آیا۔ قریب سے گزرنے والے لوگوں نے اسے متعجب کیا کہ یہ جگہ سحر زدہ تھی۔ اور وہاں جنوں کا سیرا تھا لیکن لڑکے پر ان کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ کسی کا انتظار کرنے لگا۔

جب چاند کافی اوپر کھڑا ہوا تو اسے کیا گیا ایک جانب سے آواز کھالی دیا۔ اس کے کندھوں پر دو مرد وہاں تھے۔
"میں تمہارا ہوں۔" لڑکا بولا۔

"تمہیں نہیں آتا چاہیے تھا۔" کیا گیا گریلا۔ "شاید تمہیں تمہاری منزل یہاں تک سمجھ لال ہے۔"

"قبائل کے درمیان لڑائی کی صورت میں صحرا کو عبور کرنا ناممکن تھا لیکن پھر بھی میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔" لڑکے نے جواب دیا۔

کیا گیا گریلا نے لڑکے سے بچے اتر آئے اور لڑکے کو پیسے کے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ یہ خیمہ گلستان میں موجود کسی دوسرے خیمے سے مشابہ تھا۔ لڑکے نے خیمے میں جھکی اور صراحت کو تلاش کیا جن کو کیا گری میں استعمال کیا جاتا تھا مگر اسے باہر ہی ہوئی۔ خیمے میں صرف چند کتابیں، کچھ برتن اور ایک تالین تھا جس پر عجیب و غریب لہزے اتر رہے تھے۔

"بیٹہ جادو، ہم قبوہ تھیں گے اور یہ باز بھون کر کھائیں گے۔" کیا گیا گریلا۔

اسے کھنگڑا کہ یہ وہی ہاڑ ہیں جو کل نندا میں ہو پر واڑتے مگر وہ خاموش رہا۔ کیا گیا گری نے چالہا روشن کیا اور نندا ایک دلربا ٹوشہو سے معطر ہوئی۔

"تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟" لڑکے نے پوچھا۔

"ایک جہی اس مرد میں پر کیا کر رہا ہے۔" گھوڑ سوار بولا۔
"میں اپنی منزل کی تلاش میں آیا ہوں مگر تم اس بات کو نہیں سمجھ سکو گے۔" گھوڑ سوار نے تلوار اٹھائی مہمان میں دکھائی۔ لڑکے نے سکھ کا سانس لیا۔

"میں لے تمہاری جرأت کا امتحان لینا تھا۔" گھوڑ سوار بولا۔
"جرأت ہی بنیادی خوبی ہے۔ کائنات کی زبان سمجھنے کے لیے۔" لڑکے کو حیرت ہوئی کہ گھوڑ سوار ایسی بات کر رہا تھا جس کا علم بہت کم لوگوں کو تھا۔
"انتظار آئے کے بعد تم کبھی ہمت نہ ہارتے۔" اس نے بات جاری رکھی۔

"صحرا سے یاد کرو لیکن اس پر اندھا اعتماد نہ کرنا۔ کیونکہ صحرا ہمیشہ مردوں کا امتحان لیتا ہے۔ یہ ہر نام پر چیلنج کرتا ہے اور جن کے قدم بہک جاتے ہیں انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔"

"اگر جنگو گلستان پر حملہ آور ہوں اور شام تک تمہارا سر تمہاری گردن پر سلامت رہے تو مجھے سزا ملے گی۔" گھوڑ سوار بولا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار کی بجائے اب کوزا تھا۔ گھوڑے نے زقند پھری اور نندا میں جھول بھر گئی۔
"تم کہاں رہتے ہو؟" لڑکے نے سوال کیا۔

گھوڑے نے نندا کی طرف اشارہ کیا۔ لڑکا سمجھ گیا کہ اس کی ملاقات کیا گیا گری سے ہوئی ہے۔



اگلے دن دو ہزار مسلح افراد اللہ علیہم میں پھیل چکے تھے۔ دوپہر سے قبل اتنی کے قریب پانچ سو کے قریب قبائلی نمودار ہوئے۔ یہ لوگ شہل کی جانب سے گلستان میں داخل ہوئے۔ بھاہر بیہوش پر اس نظر آتا تھا مگر تمام لوگوں نے کپڑوں میں ہتھیار چھپا رکھے تھے۔ جب وہ گلستان کے قلب میں سفید خیمے کے پاس پہنچے تو ایک دم انہوں نے اپنی تلواریں اور بندوقیں نکالیں اور خیمے پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن خیمہ خالی تھا۔

اہل گلستان نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور آدھے گھنٹے کے بعد ایک کے ساتھ تمام حملہ آور مردہ حالت میں گلستان کی ریت پر پڑے ہوئے تھے۔

تمام بچوں کو گلستان کی دوسری طرف کھجور کے درختوں کے پیچھے رکھا گیا تھا اور وہ کچھ بھی دیکھنے سے قاصر تھے۔ خواتین اپنے خیموں میں مردوں کی کامیابی کے لیے دعا گو تھیں۔ سوائے ریت پر پڑی لاشوں کے ہر چیز معمولی کے مطابق تھی۔

"نفتیوں کی جہ سے"۔ کیا کرنے جواب دیا۔

"ہوانے مجھے پیغام دیا کہ تم آ رہے ہو اور تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔"

"ہوانے جس کے بارے میں پیغام دیا ہے وہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک انگریز ہے۔ وہ بھی اپنی منزل کی تلاش میں

یہاں تک آیا ہے۔"

"اسے ابھی بہت دیر ہے لیکن رات کے پہلے رہا ہے اور اس نے صبراً کھنا شروع کر دیا ہے۔"

"اور میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"جب بھی کوئی انسان کچھ کرنے کا سہم ارادہ کرتا ہے تو کائنات کی ہر شے اسے ممکن بنانے میں اس کی معاونت کرتی

ہے۔" کیمیاگر کے الفاظ میں سے بڑے بادشاہ کی بات کی گونگ سائی دی۔

"ایک اور انسان میرے مدد کے لیے کمر بستہ ہے۔ لڑکے نے سوچا۔

"تو پھر آپ میری رہنمائی کریں گے؟"

"تمہیں وہ سب معلوم ہے جس کا علم تمہیں ہونا چاہیے۔ میں صرف تمہارا رخ اس سمت کی طرف کروں گا ہر تمہاری

منزل ہے۔"

"دہر تو تباہی میں لڑائی ہو رہی ہے۔ لڑکے نے باور لایا۔

"مجھے معلوم ہے کہ صحرا میں کیا اور ہے۔"

"لیکن میں تو اپنے خزانے تک پہنچ گیا ہوں۔ میرے پاس ایک اونٹ ہے اور مجھے کڑھل کی فروخت سے اچھا خاصہ

منافع ملا ہے۔ پچاس ہونے کے سکے میں نے آج حاصل کیے ہیں۔ میں پہلے ہی ایک امیر آدمی ہوں۔"

"نہن میں سے کچھ بھی تو تمہیں اہرام مصر کے قریب سے نہیں ملا۔"

"وہ چھوڑی دہر تک خاموشی سے کھانے میں مصروف رہے۔ کیمیاگر نے ایک بول کھولی اور سرخ رنگ کا مشروب لڑکے

کے کپ میں ڈالا۔ اس نے آج تک اتنی حریفہ شراب کبھی نہیں پی تھی۔

"یہاں شراب کی ممانعت نہیں ہے؟ لڑکے نے پوچھا۔

"جو چیز انسان کے حلق کے اندر جاتی ہے اس شے کی کوئی ممانعت نہیں ہے ممانعت اس شے کی ہے جو باہر نکلتی ہے۔"

کیمیاگر کی بات میں کئی تکی لیکن جیسے ہی اس نے شراب پی سکی اسے سکون محسوس ہوا کھانے سے فارغ ہو کر دونوں

خیسے سے باہر آ گئے۔ آج چاند اپنی پوری آب و تاب سے لگھلتان کی ریت کو منور کر رہا تھا۔ سفید چاندنی کی روشنی میں ستاروں

کی روشنی مدہم پڑ گئی تھی۔ دونوں ریت پر بیٹھ گئے۔

"کھاؤ ہو اور آرام کرو۔" کیمیاگر بولا۔

اس نے محسوس کیا کہ لڑکا لطف اُتو ہو رہا ہے۔ آج رات کھل آرام کر جیسا کہ جنگ میں لڑائی پر روانہ ہونے سے

پہلے کرتے ہیں۔ یاد رکھو جہاں تمہارا دل کے لڑکے وہیں ہوگا۔ تمہیں اپنا خزانہ ڈھونڈنا ہے تاکہ لب تک جو کچھ تم نے سیکھا

ہے وہ تمہارے لیے باسٹی بن سکے۔

کل اپنا اونٹ بیچ کر ایک گھوڑا خریدو۔ اونٹ کی سہل کی مسافت کے بعد بھی نہیں جھکتے اور اچانک کرتے ہیں اور مر

جاتے ہیں جبکہ گھوڑا آہستہ آہستہ جھکن سے دوچار ہوتا ہے اس لیے تمہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے کتنا کام لینا ہے اور کب

اسے آرام کی ضرورت ہے۔"

اگلی رات لڑکا اپنے گھوڑے کے ساتھ کیمیاگر کے خیسے کے اہران پہنچا۔ کیمیاگر اس کا فطر تھا وہ گھوڑے پر سوار تھا

اور بازاں کے کندھے پر بیٹھا تھا۔

"مجھے بتاؤ کہ صحرا میں زندگی کس جانب ہے؟ جو لوگ یہ جاننے کی اہلیت رکھتے ہیں صرف وہی خزانہ تلاش کر سکتے

ہیں۔" کیمیاگر لڑکے سے مخاطب ہوا۔

"دونوں جاننے کی روشنی میں ایک جانب روانہ ہوئے۔"

"مجھے نہیں یقین کہ میں صحرا میں زندگی کے آثار ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔" لڑکا سوچ میں گم تھا۔

"مجھے ابھی صحرا کے بارے میں اتنا علم نہیں ہے۔" اس نے کیمیاگر کو بتانے کا ارادہ کیا لیکن اس پر کیمیاگر کا رعب

طاری تھا وہ دونوں ایک پتھر لی جگہ پر پہنچ گئے جہاں لڑکے نے دونوں بازوں کو گھومے باز دیکھا تھا۔ مگر اس وقت وہاں کھل

سکتا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ صحرا میں زندگی کی تلاش کیسے کی جاتی ہے؟ میں جانتا ہوں کہ یہاں زندگی موجود ہے لیکن میں

لاطم ہوں کہ صحرا میں اس کی تلاش میں کس طرف رخ کروں؟ لڑکے نے کیمیاگر کو مخاطب کیا۔

"زندگی زندگی کو کھینچتی ہے۔" کیمیاگر نے جواب دیا۔ لڑکے کو جیسے سب کچھ سمجھا گیا ہو۔ اس نے اپنے گھوڑے کی

لگائی ڈھلی کیس اور گھوڑے نے پتھر لی زمین اور ریت کی طرف زبردستی لڑکے کی طرف گھٹنے تک لڑکے کے گھوڑے کا

پہچا کر تار پڑا۔

اب گھوڑے کی طرف ان کی نظروں سے اوٹ چلے ہو گئے تھے اور صرف چاند تھا جو اپنی پوری روشنی صحرا کی ریت کو کھیل کر

رہا تھا۔ چاند کی روشنی صحرا کی ریت اور اس میں سے دو جگہ نکلتا دکھائی دیا۔ اگلے پتھروں سے منکس اور ہی تھی۔ پتھر پتھر کسی

لٹا پڑی تھی۔ لڑکے کا گھوڑا آہستہ ہو گیا۔

"یہاں زندگی کے آثار مل سکتے ہیں۔" لڑکے نے کیمیاگر سے کہا۔

"میں تو صحرائی زبان سے واقف نہیں ہوں مگر میرا گھوڑا ایذا پہنچاتا ہے۔"

دونوں گھوڑوں سے نیچے اتر گئے۔ کیمیا گرا بھی تک خاموش تھا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دونوں گھوڑوں میں سے کچھ تلاش کرتے رہے تھے۔

یک دم کیمیا گروک گیا اور زمین کی طرف جھکا، یہاں گھوڑوں کے درمیان ایک سوراخ تھا۔ کیمیا گرنے اس سوراخ میں اچھوٹا دل دیا۔ ایسا لگا تھا جیسے سوراخ میں کوئی چیز چل رہی ہو۔

کیمیا گری آنکھیں کھری تھیں کہ وہ کسی چیز کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر یک دم اس نے اپنا ہاتھ سوراخ سے باہر نکالا۔

لاڑکے کی آنکھیں حیرت سے کھلی گئیں۔ کیمیا گرنے کے ہاتھ میں ایک سانپ تھا۔

لاڑکے نے ایک طرف چھٹایک لگائی۔ سانپ بے چینی سے تڑپ رہا تھا اور اس کی تڑپاہٹ کی آواز سوراخ سے نکلتی تو ڈر رہی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا سانپ تھا جس کا زہر ایک لمبے میں انسان کی جان لے سکتا تھا۔

"خبردار ہو گئیں اس نے۔" لاڑکا ہوا۔

پھر اسے احساس ہوا کہ شاید سانپ پہلے ہی کیمیا گروں کو سچا تھا جب اس نے اس کے گل میں ہاتھ ڈالا تھا۔

کیمیا گرو سکوٹ گیا۔

"کیمیا گری مرد دوسال ہے۔" اس کے ذہن میں انگریز کے الفاظ سنائی دیتے۔ اسے معلوم ہے کہ سوراخ کے زہر پلے سانپ کا تریاق کیا ہے۔

کیمیا گرا اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور گوار لے کر واپس آیا۔

اس نے گوار کی ٹوک سے ریت پر ایک دائرہ لگایا اور سانپ کو اس دائرے کے درمیان میں رکھ دیا۔ سوزی فوراً پر سکون ہو کر بیٹھ گیا۔

"بے فکر ہو اب یہاں دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔" کیمیا گرو ہوا۔

"تم سوراخ میں ذہنی تلاش کرنے میں کامیاب رہے۔ میں اسی علامت کا حلاش تھا۔"

"یہ اتنا ضروری کیوں تھا؟" لاڑکے نے پوچھا۔

"کیونکہ اہرام سوراخ میں گھرے ہوئے ہیں۔" کیمیا گرنے جواب دیا۔

لاڑکا خاموش تھا اس کا دل بوجھل تھا۔ وہ گزشتہ رات سے مطمئن تھا۔ خزانے کی تلاش کا مطلب تھا فاطمہ سے ہدوت۔

"میں سوراخ سے گزرنے میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔" کیمیا گرو ہوا۔

"لیکن میں گلستان میں رہنا چاہتا ہوں۔" لاڑکے نے جواب دیا۔ "میں نے فاطمہ کو پالیا ہے اور وہ میرے لیے دنیا کے کسی بھی خزانے سے زیادہ قیمتی ہے۔"

"فاطمہ اس سوراخ کی بیٹی ہے۔" کیمیا گرنے جواب دیا۔

"وہ جانتی ہی ہے سر وہ ہمیشہ منزل کی تلاش میں جاتے ہیں اس امید کے ساتھ کہ وہ واپس لوٹیں گے۔ اس کی بھی یہ خواہش ہے کہ تم بھی اپنی منزل تلاش کرو۔"

"لیکن اگر میں منزل کی تلاش ترک کر کے یہاں رہتا ہوں تو؟" لاڑکے نے پوچھا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ پھر کیا ہوگا۔" کیمیا گرو ہوا۔

"تم گلستان میں مشاورت کے فرائل انہما سہو گے۔ تمہارے پاس پہلے ہی کافی دولت ہے تم فاطمہ سے شادی کرو گے اور ایک سال تک خوشی زندگی گزارو گے۔ تم سوراخ سے بھی مانوس ہو جاؤ گے اور گلستان کے ہر گوشے سے بھی تم گلستان کے ایک ایک درخت سے آگاہ ہو گے۔ تم دیکھو گے اور تمہیں معلوم ہوگا کہ دنیا میں ہر شے کیسے آہستہ آہستہ بدل رہی ہے مشاہدے میں پختل کے ساتھ ہی تمہاری علامات سمجھنے کی صلاحیت بھی بڑھے گی۔ کیونکہ سوراخ اتنا خود ایک بہت بڑا گورنر ہے۔" کیمیا گرنے حرفت کیا۔

"دوسرے سال تمہیں خزانے کا خیال آئے گا۔ علامات اپنے آپ کو ظاہر کریں گی اور تم ان کو نظر انداز نہ کرو گے۔ تمہارے علم سے گلستان اور اس کے باہر مستفید ہونگے۔ سوراخ تمہارے مستعد ہونگے اور تمہارے قافلے تمہارے لیے دولت جمع کرنے کا ذریعہ ہونگے۔"

"تیسرے سال بھی علامات اپنا عبور جاری رکھیں گی اور تمہیں تمہاری منزل یاد دلائیں گی۔ تم بے چینی سے راتوں کو گلستان کی ریت پر چہل قدمی کرو گے اور یہ فاطمہ کے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔ کیونکہ وہ کہے گی کہ وہ تمہاری پریشانی کی وجہ ہے۔ تمہیں بھی چنگ آسماں ہوگا کہ اس نے تمہیں نہیں روکا تھا بلکہ یہ تمہارا واپس نہ آنے کا خوف تھا جس کی وجہ سے تم نے گلستان میں رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس وقت علامات تمہیں بتائیں گی کہ تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا ہے۔"

"پھر چوتھے سال علامات تم سے جدا ہو جائیں گی کیونکہ تم نے ان کو بھگتا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کا علم چیلے کے سردار کو بھی ہو جائے گا اور وہ تمہیں مشاورت کے مہدے سے برخاست کر دے گا۔ جب تک تم ایک مالدار تاجر بن چکے ہو گے لیکن علامات تمہارا ساتھ چھوڑ چکی ہونگی کیونکہ تم نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اور تمہیں احساس ہوگا کہ اب منزل کی تلاش کرنا ناممکن امر ہے۔"

لاڑکے کو کرشم فروش کا خیال آیا جس کی خواہش تھی کہ وہ مکہ جائے۔ اور پھر انگریز جو کیمیا گری کی تلاش میں نکلا تھا۔ اسے اس خاتون کا بھی خیال آیا جسے سوراخ کا حلاش تھا۔ پھر اس نے سوراخ کی طرف دیکھا جس کے پاس تھا جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اب لاڑکا کیمیا گرنے کے پیچھے چل رہا تھا۔ دونوں گلستان کی طرف واپس چل پڑے۔ ہوا کے دوش پر گلستان کی صدا آ رہی تھی اور لاڑکا فاطمہ کی آواز سننے کی کوشش میں تھا۔

"میں تمہارے ساتھ چالے کے لیے تیار ہوں۔ اس نے کہا مگر سے کہا کہ ایک دم اس کا دل پر سکون ہو گیا۔

"ہم کل سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے۔" کہا مگر نے جواب دیا۔

لاڑکے نے مات بے سکونی سے گزری۔ سورج نکلنے سے دو گھنٹے قبل اس نے اس لاڑکے کو ڈھونڈا جو پہلی رات اس کے ساتھ خیمے میں تھا اور اس سے کہا کہ وہ فاطمہ کا گھر ڈھونڈنے میں اس کی رہنمائی کرے۔ جب وہ لوں فاطمہ کے خیمے کے پاس پہنچے تو لاڑکے نے اپنے ساتھی کو اتنا سنا دیا کہ وہ ایک بھولے شخص کے گھر اس نے اس لاڑکے سے کہا کہ وہ اندر جا کر فاطمہ کو چکائے اور اسے لاڑکے کے آنے کی اطلاع دے۔ جب وہ واپس آیا تو لاڑکے نے عربی کو ایک اور بھولے شخص کو بتا دیا اور کہا کہ وہ چلا جائے۔

فاطمہ خیمے کے دروازے پر ظاہر ہوئی۔ دونوں چلتے ہوئے بگوروں کے پاس آ گئے۔ لاڑکے کو معلوم تھا کہ یہ بات یہاں کے دستور کے خلاف تھی لیکن اب اسے اس بات کی فکر نہیں تھی۔

"میں جا رہا ہوں۔" وہ بولا۔

"لیکن میں واپس آؤں گا۔ مجھے تم سے محبت ہے کیونکہ....."

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے..... کسی سے محبت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے محبت ہوتی ہے۔ محبت کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"میرا ایک خراب تھا اور تب میری ملاقات ایک بادشاہ سے ہوئی۔ لاڑکے نے اپنی بات جاری رکھی۔

"میں نے کمرشل شاپ میں کام کیا اور پھر میں نے صحرا کو صبر کیا۔ پھر تھا کہ کے درمیان لڑائی کی وجہ سے یہاں رکنا پڑا اور میں کیا کر کے تلاش میں تم سے ملا۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ اس لئے کائنات کی ہر شے نے معافیت کی کہ میں تم سے مل سکوں۔"

دونوں ہنسی ہو گئے اور پہلی دفعہ تھا کہ دونوں نے ایک دوسرے کو چھوا تھا۔

"میں واپس آؤں گا۔" لاڑکا بولا۔

"اس سے قبل میں صحرا کی طرف خالی نظروں سے دیکھی تھی۔" فاطمہ بولی۔

گھبراہٹ میں اسے امید ہوئی۔ میرا اب بھی صحرا کے سفر پر گیا تھا اور پھر میری ماں کے پاس واپس آیا گیا ہوش کے لیے۔

دونوں واپس ہلے اور لڑکی کے غصے کی طرف چل پڑے جب وہ غصے کے دروازے پر پہنچے تو لاڑکا بولا:

"میں بھی اسی طرح واپس آؤں گا جس طرح تمہارا باپ تمہاری ماں کے پاس واپس لوٹ آیا تھا۔"

"تم رو رہی ہو؟" اس نے فاطمہ کی ناک آنکھیں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں صحرا کی بیٹی ہوں۔" اس نے اپنی آنکھیں چمپاتے ہوئے جواب دیا۔

"بہر حال میں ایک عورت بھی تو ہوں۔" اور وہ خیمے کے اندر چلی گئی۔

صبح کے وقت وہ حسب معمول اپنے کام میں مشغول ہو گئی لیکن آج سب کچھ بدل چکا تھا۔ یہ گلستان اس لاڑکے سے لگال تھا اور اس کا محل اس کے لیے ویسا کبھی نہیں ہوگا جیسا صرف ایک دن قبل تھا۔ نہ تو اس میں پھاس بڑھ کر مجبور کے اور نہ تم کو کوئی اور نہ ہی یہ وہ گلستان ہوگا جو مسافروں کو صحرا کی کڑی دھوپ میں مایہ فراہم کرتا تھا۔

لاڑکے کے لیے یہ گلستان آج کے بعد ایک صحرا کی مانند ہوگا۔

آج کے بعد اس کے لیے اس گلستان کی نسبت صحرا زیادہ اہم ہوگا۔ کیونکہ اس صحرا میں ایک ایسا انسان تھا جو اس سے صرف اس لیے محبت کرتا تھا کہ اسے اس سے محبت تھی۔ اس محبت کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں تھی۔ آج کے بعد اس کی محبت صحرا کی طرف لگی رہے گی اور وہ اندازہ لگائے گی کہ کون سے ستارے کی سمت میں اس کا محبوب چل رہا ہے۔ اس ستارے کے حوالے سے وہ اپنے محبوب کا پتہ لگا کرے گی۔ آج کے بعد صحرا اس کے لیے امید کی علامت ہوگا۔

twitter.com\ahmadnowaz

"اس کی فکر نہ کرو مجھے تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔" سطر پر روانہ ہوتے ہوئے کہا مگر نے لاڑکے کو ہدایت دی۔

"ہر چیز بکسی ہوئی ہے اور یہ تحریر بکسب ہاں رہے گی۔"

"مرد مگر چھوڑنے کے بعد اس کی طرف لوٹ آئے کے بارے میں زیادہ سوچتے ہیں۔" لاڑکے نے جواب دیا۔

"جو آپ نے پیچھے چھوڑا ہے وہ اگر مادہ ہے تو تمہاری واپسی پر تمہیں ایسا ہی ملے گا۔ لیکن اگر وہ روشنی کا ہالہ تھا جیسا کہ ستاروں کے ٹولے پر ہوتا ہے تو واپسی پر تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔" کہا مگر نے کہا مگر کی زبان میں بول رہا تھا لیکن لاڑکا اس کا مفہوم سمجھ سکتا تھا۔

پھر بھی اس کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ فاطمہ کے بارے میں اپنے آپ کو سوچنے سے باز رکھ سکے۔ صحرا کی بکسانیت اسے خواب دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس کے چشم تصور میں بگوروں کے درخت تھے اور کتوں تھے اور اس خاتون کا چہرہ تھا جس سے اسے محبت تھی۔

وہ مگر یہ کو چشم تصور میں دیکھ سکتا تھا جو اپنے تجربے میں مشغول تھا۔ اور ہر ہی بان جو کہ ایک ایسا استاد تھا جسے خود بھی اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔

"شاید کہا مگر کو کبھی محبت کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔" لاڑکے نے سوچا۔

کہا مگر آگے آگے تھا اور اس کے کندھے پر باز تھا۔ پرندے کو صحرا کی زبان معلوم تھی۔ جب بھی کہا مگر کو رکنا تو بازو ہوا اور وہ جاتا اور واپسی پر اپنے ساتھ شکار لانا کبھی فرگوش اور کبھی کوئی پرندہ۔ رات کے وقت وہ آگ کو چمپا کر دہان کرتے

تھے۔ صحرائی راتیں سرد تھیں اور چاند کے زوال کے ساتھ ساتھ تاریک سے تاریک تر ہو رہی تھیں۔

وہ ایک ہفتہ تک چلتے رہے۔ اس دوران ان کی گفتگو کا محور زیادہ تر صحرا کے سفر کے دوران کی جانے والی اعتباری تھی۔ اور یہ کہ کس طرح سے قبائلی جنگ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ لڑائی چاہی تھی اور ہوا میں کسی پتے اور کسی خون کی پوشاں ہو جاتی تھی۔ جنگ کبھی ترس ہی ہو رہی تھی۔ اس سے لڑکے کو اس بات کا احساس ہوا کہ نشانیاں انسان کو وہ بات بتاتی ہیں جو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔

ساتویں روز کیسا کرنے لگیں از وقت پڑاؤ کا فیصلہ کیا۔ ہارنگھار کی ساحل میں روانہ ہو گیا اور کیسا نے اپنی پانی کی بوتل لڑکے کو پیش کی۔

”تم تقریباً اپنی منزل کے قریب پہنچ چکے ہو۔“ کیسا گریلا۔

”اپنی منزل کی تلاش ہائینٹائی سے جاری رکھتے ہیں تم مبارکباد کے مستحق ہو۔“

”لیکن تمہارے آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔“ لڑکے نے سوال کیا۔

”میرا خیال تھا کہ آپ مجھ بہت کچھ سمجھائیں گے۔ اس سے قبل صحرا میں سفر کے دوران میرے ساتھی کے پاس کتابیں تھیں جن میں کیسا گری کے بارے میں معلومات تھیں۔“

”یہ سب کچھ سیکھنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔“ کیسا گریلا۔

”اور وہ ہے قتل۔ تم نے جو بھی سیکھا تمہارے اپنے سفر کے دوران سیکھا اب تمہیں صرف ایک چیز اور سیکھنے کی ضرورت ہے۔“

لڑکا ہنسنے لگا کہ کیسا گری سے کیا کچھ سیکھا ہے لیکن کیسا گری خاموشی سے اپنی طرف دیکھ رہا تھا۔

”آپ کو کیا گریوں کہتے ہیں۔“ لڑکے نے سوال کیا۔

”کیونکہ میں کیسا گریوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”جن دوسرے لوگوں نے وحیات کو سونے میں بدلنے کی کوشش کی وہ ناکام کیوں رہے؟“ لڑکے نے استفسار کیا۔

”وہ لوگ صرف سونے کی تلاش میں تھے۔“ کیسا گری نے جواب دیا۔

”وہ غرنا تو پانا چاہتے تھے لیکن اس کے لیے مشقت کرنے کو تیار نہیں تھے۔“

”وہ ایک چیز کیا ہے جسے سیکھنے کی مجھے ضرورت ہے؟“ لڑکے نے پوچھا۔ کیسا گری ابھی بھی اپنی طرف دیکھ رہا تھا۔

”آخراں طرف سے بازو اسی آنا رکھائی دیا۔ انہوں نے اونٹ میں آگ جلائی تاکہ اس کی روشنی کسی کو نظر نہ آئے۔“

”میں کیسا گریوں کے لیے کہلاتا ہوں کیونکہ میں کیسا گریوں۔“ اس نے کہا اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میں نے یہ سن اپنے دادا سے سیکھا تھا اور اس نے اپنے باپ سے اور اسی طرح یہ سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔“

ان دنوں اس عظیم ہجر کی مہم پر لکھا جاسکتا تھا لیکن ہمسافروں نے ہمسافروں کی چیزوں کو دیکر شروع کر دیا اور اس کی جگہ

طیر ضروری تفصیل اور فلسفیانہ تحریروں نے لے لی۔ اور انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ ان کی رسائی ان چیزوں تک ہے جو اس سے قبل لوگوں سے چھپی ہوئی تھیں۔ اس لئے وہ مشکل پسند ہونے لگے اور غیر ضروری تفصیل سے ہر بات اور ہر تحریر طویل سے طویل تر ہوتی گئی۔ لیکن پھر بھی ہجر کی مہم کی جتنی ابھی تک سلامت ہے۔“

”آخراں مہم پر تحریر کیا ہے؟“ لڑکے نے پوچھا۔

”کیسا گری نے ریت پر کچھ لکھنا شروع کیا اور پانچ منٹ کے اندر ایک شکل بنائی۔“

”جس وقت کیسا گری ریت پر کچھ لکھنے میں مصروف تھا لڑکے کو بوڑھے بادشاہ کا خیال آیا۔“

”مہم پر یہ تحریر ہے۔“ کیسا گری نے جب لکھنا ختم کیا تو بولا۔

”لڑکے نے تحریر کو پڑھنے کی کوشش کی لیکن اسے نہ کامی ہوئی۔“

”اس طرح کی تحریر میں نے اگر بڑی کتاب میں دیکھی تھی۔ نہیں یہ اس طرح کی ہے جیسے ہندوں کی پرانا تھی۔“

”صرف منطق کے ذریعے اس کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ یہ کائنات کی روح تک رسائی کا براہ راست طریقہ ہے۔“

”وہ لوگ یہ سمجھنے میں ناکام تھے کیونکہ ان کا ایک نمونہ ہے یا اس کا عکس ہے۔ اس کا وجود اس بات کی علامت ہے کہ کبھی پر

اسکی دیا بھی ہے جو ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ خدائے یزدانی اس لیے بنائی کہ اس دنیا میں نظر آنے والی چیزوں کے واسطے سے لوگ اس کے روحانی وجود تک رسائی حاصل کر سکیں اور اس کی بحر اعمول نشانیوں کو سمجھ سکیں اور اس سے یہی کچھ مراد ہے۔“

”کیا مجھے بھی اس مہم کی تحریر کو سمجھنا چاہیے؟“ لڑکے نے سوال کیا۔

”شاید..... اگر تم کیسا گری کی تحریر بہ گاہ میں ہوتے تو یہ اس تحریر کو سمجھنے کا بہترین وقت ہوتا۔ لیکن چونکہ تم صحرا کے پھول چ

ہو اس لیے اپنے آپ کو اس میں غمگین نہ کرنا۔ صحرا تمہیں دنیا کی سمجھ دیتا ہے۔ بلکہ دنیا کی کوئی بھی چیز اس کی اہلیت رکھتی

ہے۔ تمہیں صحرا کو سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں تم اگر ریت کے ایک ڈازے پر بھی غور کرو تو تمہیں اس میں اس حقیقت کے عجیب اظہار

کارناے نظر آئیں گے۔ اور اپنے دل کی آواز سنو۔ اس کو قدرت کے نام ترانوں تک رسائی حاصل ہے کیونکہ اس کا اپنا

وجود اس کائنات کی روح سے نکلا ہے اور وہ اس سے ایک دن لوٹ کر جاتا ہے۔“



وہ دونوں صحرائیں مزید دور تک چلتے رہے۔ کیسا گری اب اور زیادہ غماض ہو گیا تھا کیونکہ وہ ایسے علاقے میں داخل ہو گئے تھے جہاں لڑائی زیادہ شدت اختیار کر چکی تھی۔ جیسے جیسے وہ صحرائیں آگے بڑھ رہے تھے لڑکا اپنے دل کی آواز سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس سے قبل اس کا دل اسے کہا تھا سنا تھا مگر اب وہ خاموش تھا۔ پہلے اس کا دل اسے گھنوں اپنی اداسی کی داستانیں سنا تھا اور کبھی مہرا میں طلوع آلاب کے منظر پر اتنا جذبہ پائی ہو جاتا کہ لڑکے کے لیے اپنے آسو چھاپا مشکل ہو جاتا۔ جب خزانے کا ذکر آتا تو اس کی دھڑکن تیز ہو جاتی تھی اور جب اس کی نظر نہ مٹنے والے مہرا پر پڑتی تو یہاں پہنے لگتے۔ لیکن وہ خاموش کبھی بھی نہ ہوتا۔ اس وقت بھی نہیں جب لڑکا اور کیمیاگر خاموش ہوتے تھے۔

"ہمیں آخر اپنے دل کی آواز سننے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے کیمیاگر سے سوال کیا جب وہ بڑا ڈال پکھے تھے۔
 "کیونکہ جہیں بھی تمہارا دل ہو گا وہیں خزانہ ملے گا" کیمیاگر نے جواب دیا۔
 "لیکن میرا دل تو بہت پریشان ہے۔" لڑکا کھلی سے بولا۔ "اس میں خواب ہیں، اس میں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہے اور یہ مجھے بہت تکلیف دیتا ہے اور مجھے راتوں کو سنبھلنے نہیں دیتا۔"

"بہت خوب پھر تو تمہارا دل زندہ ہے۔ اس کی بات پر دھیان دو۔" کیمیاگر نے کہا۔
 اگلے تین دن دونوں کا گزارا ان تباہی کے درمیان سے ہوا جو لڑائی میں مشغول تھے۔ لڑکے کا دل خوفزدہ تھا۔ وہ اسے ان لوگوں کی کہا تھا سنا تھا جو اپنی منزل کی تلاش میں نکلے لیکن کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتے۔ کبھی وہ لڑکے کو ڈراتا تھا کہ شائد وہ بھی خزانہ ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو سکے یا پھر وہ مہرا کے پھوں چھ مہرا جائے گا اور کبھی وہ لڑکے کو بتاتا کہ وہ مطمئن تھا کیونکہ اس کو بہت ملی تھی اور دولت تھی۔

"میرا دل تو تباہ ہے۔" لڑکے نے کیمیاگر کو بتایا۔ "یہ نہیں چاہتا کہ میں آگے جاؤں"
 "اس کا مطلب کچھ میں آتا ہے۔" کیمیاگر بولا۔
 "آخر یہ فطری نمل ہے۔ تمہارے دل میں یہ خوف موجزن ہے کہ تم اپنا منزل کی تلاش میں وہ کچھ بھی کھو نہ بیٹھو جو اس وقت تمہارے پاس ہے۔"

"تو پھر مجھے اس کی آواز سننے کی کیا ضرورت ہے؟"
 "کیونکہ تم اسے خاموش نہیں کرا سکتے۔ چاہے تم ظاہر کرتے رہو کہ تم اس کی آواز نہیں سن رہے یہ پھر بھی اپنی بات دہراتا رہے گا اور تمہیں بتاتا رہے گا کہ تم کیا سوچ رہے ہو، اس زندگی کے بارے میں دنیا کے بارے میں۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ میں اس کی بات سنتا رہوں چاہے ہاں والا بغاوت ہی کیوں نہ ہو؟ لڑکے نے احتیاط کیا۔
 "بغاوت وہ نمل ہے جو غیر متوقع طور پر آتا ہے۔ اگر تم اپنے دل کو سمجھتے ہو تو تم اس کے دھوکے میں کبھی نہیں آؤ گے۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کے خواب کیا ہیں؟ یہ کیا چاہتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟ تم کبھی اپنے دل سے پوچھا نہیں پھرا سکتے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی آواز سنو اس طرح تم اس کے غیر متوقع وار سے محفوظ رہ سکو گے۔"

مہرا میں سز کے دوران لڑکا مسلسل اپنے دل کی آواز سن رہا تھا۔ اسے آہستہ آہستہ اس کی چالوں کی سمجھ آنے لگی۔ اس کے دل سے خوف نکل گیا اور وہ اپنی جانے کا خیال بھی چاتا رہا۔ ایک دو پہر اس کے دل نے اس کو بتایا کہ وہ بہت خوش ہے۔
 "اگرچہ کبھی کبھار میں شکایت بھی کرتا ہوں" اس کا دل بولا۔

"اب اس لیے ہے کہ میں ایک انسان کا دل ہوں اور انسانوں کے دل اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ لوگ اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے میں خوفزدہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ اس قافلے نہیں ہیں یا پھر وہ اسے حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے۔ ہم دل اس لیے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ محبت کرنے والے ہم سے ہجرت کے لیے ہدایت ہو جائیں یا پھر کچھ لمحات جو بہتر ہو سکتے تھے مگر نہیں ہوئے۔ یا پھر کچھ خزانے جو مل سکتے تھے لیکن ہمیں ان کے لیے ریت کے ٹپے چھو بگے اور ہم اس طرح ہوتا ہے تو ہمیں بہت دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔"

"میرے دل کو خوف ہے کہ اسے تکلیف سے گزرتا پڑے گا" لڑکے نے اس وقت بتایا جب اندھیری رات میں دونوں آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اپنے دل کو بتاؤ کہ تکلیف کا ذرہ تکلیف سے بدتر ہوتا ہے اور کسی دل کو آج تک تکلیف سے نہیں گزرتا پڑا جب وہ اپنی منزل کی تلاش میں لگا ہے کیونکہ اس تلاش کا ہر لمحہ خدا سے ملاقات کی گھڑی ہوتی ہے۔"
 "تلاش کا ہر لمحہ خدا سے ملاقات کی گھڑی ہوتی ہے۔" لڑکے نے اپنے دل سے کہا۔
 "جب میں خزانے کی تلاش میں نکلا تو برآئے دن گزرنے والے دن سے زیادہ روشن ہے۔ کیونکہ ہر لمحہ پیمانہ اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ میں یہ خزانہ پالوں گا۔ جب سے میں خزانے کی تلاش میں نکلا ہوں میں نے ہر لمحہ کو نہ کہہ سیکھا ہے جو کہ میں نہیں سیکھ سکتا تھا اگر مجھ میں اتنی محبت نہ ہوتی کہ میں وہ تجربات کر سکوں جو ایک چرواہے کے لیے ناممکن تھے۔"

اس کا دل دو پہر تک خاموش رہا۔ اس رات لڑکے کو بہت سکون کی خبر آئی اور جب وہ سو گیا تو اس کا دل اس کا دل اس سے مخاطب ہوا تو اس لڑکے کو وہ باتیں بتائیں جن کا تعلق کائنات کی روح سے تھا۔
 "وہ تمام لوگ جو مطمئن ہوتے ہیں ان کے دل کے اندر اللہ ہوتا ہے" دل نے اسے بتایا۔

"خوشی ریت کے ایک ذرے سے بھی مل سکتی ہے کیونکہ ریت کا ہر ذرہ کسی تخلیق کا ایک لمحہ ہے۔ اسے تخلیق کرنے کے لیے کائنات نے لاکھوں سال صرف کیے ہیں۔ دنیا میں ہر شخص کے لیے ایک خزانہ چھپا ہے۔" اس کے دل نے اسے بتایا۔
 "ہم انسانوں کے دل انہیں خزانوں کے بارے میں زیادہ اس لیے نہیں بتاتے کہ انسان اب مزید ان کو تلاش کرنا گوارا نہیں کرتے۔ ہم بچوں کو اس بارے میں بتاتے ہیں اور پھر زندگی کو اس کی ڈگر پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسے اپنے مفروضہ کی جانب جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس لیے یہ ہے کہ ان میں سے بہت کم لوگ ان راستوں کو اختیار کرتے ہیں جو ان کے لیے صحیح کیے گئے ہوتے ہیں اور اسے جو ان کو ان کی منزل کی جانب لے جاتے ہیں اور خوشی کے طرف۔ اکثر لوگ اس دنیا کو ایک خطرناک جگہ تصور کرتے ہیں اور کیونکہ یہ ان کا اعتقاد ہوتا ہے اس لیے وہ ان کے لیے وہی ایک خطرناک جگہ بن

کیمیاگری

جانی ہے۔ اس لیے ہم ان سے بہت آہستگی سے اور بہت نرمی سے بات کرتے ہیں۔ ہم اگرچہ بات سے ترک بھی ہاڑ نہیں آتے لیکن ہم دعا کرتے ہیں کہ لوگ ہماری آواز نہ سن سکیں کیونکہ لوگ ہماری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ انہیں تکلیف ہو۔ دل آفرانسان کو اس بات پر کیوں نہیں مجبور کرتا کہ وہ اپنی منزل کی تلاش جاری رکھے؟ لڑکے نے کیمیاگری سے پوچھا۔

”کیونکہ اس طرح دل کو قابل برداشت ازیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو وہ کرنا نہیں چاہتا۔“ کیمیاگری نے جواب دیا۔ اس کے بعد لڑکے کو اپنے دل سے آگاہی حاصل ہوگئی۔

”مجھ سے بات کرنا کبھی ختم نہ کرنا۔“ اس نے اپنے دل سے کہا۔ اور جب میں اپنی منزل سے بھٹکنے لگوں اور اس بات کا خطرہ ہو کہ میں اپنی کوئی خواہش ترک کر دوں گا تو مجھے بھجورہا۔ مجھے جگا اور میں مہم کرتا ہوں کہ جب بھی کبھی مجھے تمہاری آواز سنائی دی تو میں ضرور اس پر عمل کروں گا۔“ اس رات اس نے یہ تمام بات کیمیاگری کو بتائی۔ کیمیاگری نے مسوس کیا کہ لڑکے کا دل کائنات کی روح کی طرف لوٹ آیا تھا۔

”اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟“ لڑکے نے پوچھا۔

”مہم کی جانب سفر جاری رکھو۔“ کیمیاگری نے جواب دیا۔

”اور علامات کی پہچان اور ان پر عمل کرنے پر بھی کار بند رہو۔ تمہارا دل یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ خزانے تک تمہاری رہنمائی کر سکے۔“

”کیا یہی وہ واحد چیز ہے جسے جاننے کی مجھے ضرورت تھی؟“

”نہیں؟“ کیمیاگری بولا۔

”جس چیز کو جاننے کی تمہیں ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس سے قبل کہ تمہیں اپنے خواب کی تعبیر ملے کائنات کی روح تمہارا امتحان لے گی۔ یہ کسی حیل نقطہ نظر سے نہیں ہوتا بلکہ اس لیے کہ خزانے کے ساتھ ہم اس پر بھی عبور حاصل کر لیں جو کچھ ہم نے سیکھا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں زیادہ تر لوگ ہمدرد ہند ترک کر دیتے ہیں۔ اس کو ہم صحرا کی زبان میں کہتے ہیں۔“

”مسافر نے پیاس سے اس وقت جان دے دی جب اس کی نظریں اٹھیں اور گھورے اور خون کو دیکھ سکی تھیں۔“ ہر تلاش کا آغاز زندگی کا سماں ہے اور اختتام فانی کے اختتام پر ہوتا ہے۔ لڑکے کو اپنے وطن کی ایک ضرب المثل یاد آئی۔ ”رات کے تاریک ترین لمحات تک سے تھوڑی دیر قبل آتے ہیں“

انہی لمحے خطرے کا پہلا نشان مسلح جنگجوؤں کی آمد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ انہوں نے ان دونوں کو گھیرے میں لے کر پوچھا کہ وہ ادھر کس مقصد سے آئے ہیں؟

کیمیاگری

”میں اپنے باز کے ساتھ شکر کیلئے نکلا ہوں“ کیمیاگری نے جواب دیا۔

”ہمیں آپ کی تلاش میں ہوگی تاکہ ہم نسی کر سکیں کہ آپ لوگ مسلح نہیں ہیں“ جنگجو بولے۔ وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے نچے اتر گئے۔

”تمہارے پاس اتنی رقم کیوں ہے؟“ تباہی جنگجو نے لڑکے کی تلاش لینے ہوئے سوال کیا۔

”میں اب ہر دم معرکے جانے کے لیے گھر سے نکلا ہوں۔“ لڑکے نے جواب دیا۔

ایک جنگجو کیمیاگری کے سامان کی تلاش لے رہا تھا اس نے کیمیاگری کے سامان سے ایک پوئل کالی جس میں کوئی مشروب تھا اور ایک شیشے کا پیلہ رنگ کا اٹھاجو مرغی کے اظہ سے تھوڑا سا بڑا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ جنگجو نے کیمیاگری سے سوال کیا۔

”آب حیات ہے اور سنگ فلسفہ۔ یہ کیمیاگری کا کار عظیم ہے۔ جو کوئی بھی آب حیات پیئے گا تمام امراض سے محفوظ رہے گا۔ اور اس اظہ کا ایک بھی ذرہ کسی بھی اذیت کو سونے میں بدل دے گا۔“

عرب اس پر ہنسنے لگے۔ کیمیاگری بھی مسکرایا۔ انہوں نے کیمیاگری کا بیان بہت سنجیدگی سے سنا۔ انہوں نے دلوں کو جاننے کی اہانت دے دی۔

”آپ ہوش میں تو تھے؟“ لڑکے نے بدواں کے جاننے کے بعد کیمیاگری سے پوچھا۔

”آپ نے ایسا کیوں کہا؟“

”تاکہ تم زندگی کے ایک سادہ سے سبق سے آگاہی حاصل کر سکو۔“ کیمیاگری نے جواب دیا۔

”جب تمہارے پاس کوئی خزانہ ہو اور تم لوگوں کو بتاؤ تو بہت کم لوگ تم پر اعتبار کریں گے۔“

دونوں نے صحرا میں اپنا سفر جاری رکھا۔ ہر آنے والے دن کے ساتھ لڑکے کا دل خاموش سے خاموش تر ہوتا چلا رہا تھا۔ اسے نہ تو ماضی کو جاننے میں دلچسپی تھی اور نہ مستقبل کے بارے میں پریشان تھا۔ وہ صرف صحرا پر غور کرنے میں مگن تھا اور لڑکے کے ساتھ وہ بھی کائنات کی روح میں غوطہ زن تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے اور کوئی بھی دعوہ کہہ ہی کا مرتکب ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

جب بھی اس کا دل اس سے طلب ہوتا، اس کا مقصد لڑکے کو پینے کے لیے آواز دینا تھا اور اسے طاقت پہنچانا کیونکہ صحرا کے دن بہت ہی تکلیف دہ تھے اس کے دل نے اسے بتایا کہ اس کی سب سے بڑی طاقت کیا ہے؟..... اس کی بہت۔

بھیروں کو چھوڑ کر اپنے خواب کی تعبیر کی تلاش کی بہت..... اور اس کا فرم جس کا مظاہرہ اس نے کرنل شاپ میں کام کے دوران کیا تھا۔

اس کے علاوہ اس کے دل نے لڑکے کو ایک ایسی چیز کے بارے میں بھی آگاہ کیا جس سے وہ اب تک لاعلم تھا اس نے اسے ان خطرات کے بارے میں بتایا جو لڑکے کو کبھی لاحق تھے مگر وہ ان سے بیکر لاعلم تھا۔

All is well

اس نے بتایا کہ ایک روز اس نے وہ رائفل لڑکے کی آنکھوں سے اوجھل کر دی تھی جوڑکے نے اپنے باپ سے لی تھی کہ مہاراجا کا لپٹے آپ کو نقصان پہنچا بیٹھے۔ اور پھر ایک روز جب لڑکے کو بہت زیادہ چلی آئی اور وہ ٹھہرا ہوا کر زمین پر گر گیا اور اسے غینڈا آگئی۔ اس روز وہ ڈاکو راستے میں اس لیے گھبراتا لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ جب وہ وہاں سے گزرے گا تو اسے قتل کر کے اس کی بھیڑیں چھین لیں گے لیکن جب وہ کانی دیر تک وہاں سے نہ گزرا تو وہ دونوں بچوں ہو کر چلے گئے۔

”کیا انسان کا دل ہمیشہ اس کی مدد کرتا ہے؟“ لڑکے نے کہا مگر سے پوچھا۔

”زیادہ تر تو وہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جنہیں اپنی منزل کی تلاش ہوتی ہے مگر یہ بچوں اور ضعیف انسانوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔“ کیساگری نے جواب دیا۔

ایک دوپہران کا گزر ایک قہیلے کے پڑاؤ کے پاس سے ہوا۔ پڑاؤ کے ہر کوئی پر غصہ سورت کپڑوں میں لبوں مسلح مرلی پہرہ سے رہے تھے۔ کچھ مرد حق پل رہے تھے اور جنگ کی کہانیاں سن رہے تھے۔ کوئی بھی ان دونوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

”ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ لڑکا اس وقت بولا جب وہ لوگ پڑاؤ سے گزر گئے۔

”اپنے دل پر اعتماد ضرور کرو مگر یہ نہ بھولو کہ تم صحرا میں ہو۔“ کیساگری نے لڑکا سے بولا۔ ”جب بھی لڑائی میں مشغول ہوتے ہیں تو کائنات کی روح انسانوں کی نہیں من سکتی ہے اور کوئی بھی آسمان کے نیچے ہونے والے واقعات کے رد عمل سے محفوظ نہیں رہتا۔“

”تمام چیزیں دراصل ایک ہی ہیں۔“ لڑکے نے سوچا۔

دو گھنٹہ سواران کے عقب سے ظاہر ہوئے۔ ایسے لگتا تھا کہ صحرا کیساگری کی بات سچ ثابت کرنے پر تیار کیا تھا۔

”توک جاؤ۔ ایک گھنٹہ سواران نے انہیں مخاطب کیا۔

”تم اس علاقے میں ہو جہاں قبائل کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے۔“

”لیکن ہم لوگ زیادہ دور نہیں جا رہے۔“ کیساگری نے گھوڑوں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ دونوں گھوڑوں نے کھنکھرتے ہوئے خاص طور پر سنے کے بعد دونوں گامے جانے کی اجازت دے دی۔ لڑکا دونوں کی گفتگو حیرت سے سن رہا تھا۔

”تمہارے دو بچے کس علاقے کے دونوں کو مطلوب کر دیا تھا؟“ لڑکا کیساگری سے بولا۔

”نہیں تمہارے اندر کی طاقت کا مظہر ہوتی ہیں۔“ کیساگری نے جواب دیا۔

”یقیناً! لڑکے نے سوچا۔ اسے اس بات کا اس سے نقل بھی تجربہ ہوا تھا۔

آخر کار دونوں نے ایک پہاڑی سلسلے کو عبور کیا تو کیساگری نے بتایا کہ اب وہ لوگ اہرام سے صرف دو گھنٹے کے فاصلے پر ہیں۔ اور جلد ہی انار سے راستے ہدا ہو جائیں گے۔“

”تو پھر مجھے کیساگری دکھائیے لڑکے نے اچھا کی۔

”تم تو پہلے سے ہی کیساگری جانتے ہو۔“ کیساگری نے جواب دیا۔

”اصل کیساگری ہے کائنات کی مددگار تک رسائی اور ان عزائم کی تلاش جو تمہارے لیے محفوظ کیے گئے ہیں۔“

”میں مددگار کو سونے میں بدلنے کا ن جاننا چاہتا ہوں۔“ لڑکا بولا۔

”دنیا میں موجود ہر چیز ارتقا کے عمل سے گزرتی ہے اور دانا لوگوں کے مطابق سونا اس عمل سے سب سے طویل عرصہ تک گزرا ہے۔ پتہ پوچھنا کہ ایسا کیوں ہوا ہے کیونکہ پتہ پوچھنا نہیں جانتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ روایت ہمیشہ درست ہوتی ہے۔ لوگ ہمیشہ دانا لوگوں کی بات سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس لیے سونا مثلاً ارتقا کی علامت کی بجائے اختلاف کی علامت بن گیا۔“

”ہر ایک شے کی زبانیں ہیں۔“ لڑکا بولا۔

”کبھی اونٹ کی آواز میرے لیے صرف ایک جانور کی آواز تھی لیکن پھر یہ خطرے کی گھنٹی کے مترادف ہو گئی اور اب پھر سے یہ صرف ایک جانور کی آواز ہے۔“

”میری گئی کیساگریوں سے ملاقات ہوئی ہے۔“ کیساگری بولا۔

”انہوں نے اپنی میری لیبارٹریوں میں گزراؤ میں باور دہات کو اس ارتقا کے عمل سے گزرا جس سے کہ سونا گزرا ہے۔ ان کی پہنچ تک فلسفہ تک بھی ہوئی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ جب کوئی چیز ارتقا کے عمل سے گزرتی ہے تو اس کے ارد گرد کی تمام اشیاء بھی اس عمل سے گزرتی ہیں۔ کچھ کیساگریوں کو ارتقا کا سنگ فلاسفہ تک رسائی مل گئی۔ وہ پہلے ہی بولے ہوئے لوگ تھے اور ان کی مدد اور لوگوں کی نسبت اس کے لیے پہلے سے تیز تھی۔ لیکن ان کی تعداد بہت ہی مختصر ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو صرف سونے سے دلچسپی تھی ان لوگوں کو اس راز تک کسی بھی رسائی نصیب نہیں ہو سکی۔ وہ یہ بھول گئے کہ سیدنا بابا اور وہی کی اپنی اپنی منزلیں ہیں اور جو کوئی بھی کسی اور چیز کی منزل میں مداخلت کرے گا وہ اپنی منزل تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔“

کیساگری کے الفاظ لڑکے کو مردہ لگے۔

کیساگری نے ریت سے ایک سچا اٹھائی اور بولا: ”کبھی یہ صحرا بھی سمندر رہا ہوگا۔“

”مجھے معلوم ہے لڑکے نے جواب دیا۔ کیساگری نے لڑکے کو کہا کہ وہ سچا کو اپنے کانوں کے ساتھ لگائے۔ لڑکے نے

بچپن میں کئی بار سچا اپنے کانوں کے ساتھ لگائی تھی اور اسے سمندر کی گونج سنائی دی تھی۔

”سمندر اس سچا میں اس لیے سا گیا کہ یہاں اس کی منزل ہے اور یہ اسی طرح ہی رہے گا جب تک صحرا دوبارہ سمندر میں نہیں بدل جاتا۔“

دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اہرام کی سمت میں چل پڑے۔

سورج غروب ہونے کے قریب لڑکے کو خطرے کی گھنٹی سنائی دی۔ دونوں اونچے اونچے ٹیلوں میں کھڑے لڑکے نے یکساں طرف دیکھا کہ اس نے کچھ حسوس کیا تھا یا نہیں۔ لیکن وہ کسی بھی خطرے سے بے غما تھا۔ پانچ منٹ بعد دونوں کا سامنا دو گھوڑ سواروں سے ہوا جو شاید ان کے انتظار میں تھے۔ اس سے قبل کہ لڑکا کہہ سکا کہ یہ ان گھوڑ سواروں کی تعدادیں اور پھر سو ہوگی اور پھر وہ ٹیلوں میں ہر طرف پھیلے ہوئے نظر آنے لگے۔

یہ نیلے کپڑوں میں بیوس تھائی تھے اور ان کے چہرے نیلے قابوں کے پتے جیسے ہوتے تھے اور صرف ان کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ اتنے فاصلے کے باوجود ان کی نظریں ان کی امدادی کیفیت کی مظہر تھیں۔ ان کی آنکھوں میں موت جھلک رہی تھی۔

دونوں کو ایک فری کپ میں نے جابا گیا۔ ایک محافظ دونوں کو ایک ایسے ٹیپے میں لے گیا جہاں سردار سینگ میں مصروف تھا۔

"یہ دونوں جاسوس ہیں۔" ایک محافظ بولا۔

"ہم تو صرف مسافر ہیں۔" کہتا گئے جواب دیا۔

"دونوں قبل تم دونوں دشمن کے ایک کپ کے قریب دیکھے گئے تھے اور تم لوگ دشمن کے ایک آدی سے جو گفتگو تھی۔"

ایک سردار بولا۔

"میں تو ایک صحرائی آدمی گدی کرنے والا شخص ہوں۔ مجھے قبائل کی لڑائی سے ہانکل کوئی رنجی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے ان کی حرکات کے بارے میں کوئی علم ہے۔ میں تو صرف اپنے دوست کی رہنمائی کر رہا ہوں" کہتا گئے کہا۔

"تمہارا دوست کون ہے؟" سردار نے پوچھا۔

"کہتا کہ ہے۔" کہتا گئے جواب دیا۔

"یہ قدرت کی طاقتوں کو پہچانتا ہے اور آپ کے سامنے اپنی غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔"

لڑکا خاموشی اور خوف سے سن رہا تھا۔

"ایک غیر ملکی یہاں کیا کر رہا ہے؟ آپ کو اور حرب لے پوچھا۔

"ہاں آپ کے قبیلے کو بچنے کے لیے رقم لانا ہے۔" اس سے قبل کہ لڑکا بولا۔ "کہتا گئے جواب دیا اور لڑکے کے قبیلے میں سے سونے کے نیلے کمال کر سردار کے پاس لے کر آیا۔

سردار نے خاموشی سے یہ نیلے وصول کر لیے۔ یہ بہت سارے پتھر اور پتھر کے لیے کالی تھے۔

"کہتا گئے کہ کیا ہوتا ہے؟" سردار نے سوال کیا۔

"کہتا گئے کہ یہ شخص ہوتا ہے جو ہر دن اور قدرت کو جانتا اور سارے پتھر آپ کے اس کپ کو صرف ہوائی طاقت کے ذریعے ملتا ہے۔"

خیمے میں قہقہے کو بچنے کے وہ سب لوگ جنگ کی ہلاکت خیزیوں کے مادی تھے اور انہیں یقین تھا کہ ہوا ان کا کچھ بگاڑنے سے قاصر تھی لیکن پھر بھی ان کے دلوں کی دھڑکیں تیز ہو گئی تھیں۔ وہ صحرائی تھے اور خطرناک جاہور تھے۔

"میں یہ دیکھنا چاہوں گا کہ لڑکا یہ سب کچھ کس طرح کرتا ہے؟" سردار بولا۔

"اس کام کے لیے اسے تین دن اور کار ہوں گے" کہتا گئے جواب دیا۔

"ہاں آپ کو ہوا میں قلیل کرے گا تاکہ آپ کے سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر سکتے۔ اگر یہ ایسا کرنے میں ناکام رہا تو آپ کو اپنی جان کا خزانہ پیش کرے گا۔"

"تم مجھے اس چیز کا خزانہ کیسے پیش کرو گے جو ہے ہی میری ملکیت" سردار نے غصے سے جواب دیا۔

انہیں تین دن کی مہلت دے دی۔

لڑکے کا خوف کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ کہتا گئے اسے سہارا لایا اور وہ دونوں خیمے سے باہر آ گئے۔

"انہیں یہ مت معلوم ہونے دو کہ تم ٹونزدہ ہو۔" کہتا گئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "یہ بہادر لوگ ہیں اور بڑی سے نفرت کرتے ہیں۔"

لیکن لڑکا کچھ بولنے سے قاصر تھا۔ انہیں قہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ صحرائی سواری کے بغیر انسان قیدی ہی تھا اور ان کے گھوڑے پہلے ہی ضبط ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ قدرت نے پھر اپنی کئی ذہنوں کا مظاہرہ کیا تھا، صحرائی جو صرف توڑی دم پہلے آزادی کی علامت تھا اب ایک ناقابل عبور فصیل کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

"تم نے انہیں میری جمع پونجی دے دی ہے۔" لڑکے نے کہتا گئے کہ کہا۔ "وہ سب کچھ جمع کرنے میں میں نے پوری زندگی گزار دی ہے۔"

"اس دولت کی تمہارے لیے کیا حیثیت ہوتی اگر تم زندہ ہی نہ ہوتے؟" کہتا گئے جواب دیا۔

"تمہاری دولت نے ہمیں زندگی کے تین دن مہیا کیے ہیں اور دولت انسان کو اتنا کچھ کھی نہیں دے سکتی۔"

لڑکا اتنا خوف زدہ تھا کہ اس پر ولتائی کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ہوا میں کیسے قلیل کرے گا؟ وہ آخر کہا گئے تو نہیں تھا۔



”کیا گرنے کا خطرہ ہے؟“

”ابنے باز کو کھانا کھلا رہا ہوں۔“

”میں اپنے آپ کو ہوا میں تحلیل کرنے سے قاصر ہوں اس لیے ہم دونوں مرنے والے ہیں تو پھر اس کو کھانا کھانے کا کیا مقصد ہے؟“

”تم شاید موت سے ہتکار ہو جاؤ“ کیا گرنے جواب دیا۔

”مجھے تو اپنے آپ کو ہوا میں تحلیل کرنا آتا ہے۔“

.....

”میں بنا کاشی سے غمزہ نہیں ہوں مجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو ہوا میں کیسے تحلیل کروں؟“

”تو پھر تمہیں سیکھنا پڑے گا کیونکہ وہی پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے۔“

”لیکن اگر میں ایسا نہ کر سکتا تو؟“

”تو پھر اپنی منزل کی تلاش میں تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھرتا پڑیں گے۔ لیکن بہر حال تمہاری موت ان لاکھوں لوگوں کی موت سے بہر حال بہتر ہوگی جنہیں یہی معلوم نہیں کہ ان کی منزل کیا ہے؟ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔“

”بھی کبھی موت کا خوف انسان کو زندگی سے زیادہ ترسب کر دیتا ہے۔“

.....

پہلا دن گزر گیا۔ نزدیک ہی تھاں کے درمیان خون ریز طرپ ہوئی اور کئی ڈھکی کپ میں لائے گئے اور مرنے والوں کی جگہ نئی ٹک پہنچادی گئی اور زندگی اپنی ڈگر پر دوبارہ سے رواں دواں ہو گئی۔

”موت کچھ بھی بدلنے سے قاصر ہے۔“ لڑکے نے سوچا۔

”تم کچھ عرصہ اور بھی زندہ رہ سکتے تھے۔“ ایک جنگجو اپنے ساتھی کی لاش سے مخاطب تھا۔

”لیکن بہر حال تمہیں ایک دن مرنا تھا۔ اور آج کے دن مرنا کل مرنے سے مختلف نہیں ہے۔“

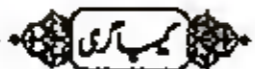
”میں نے کبھی اس کی طرف سے اپنے ہاڑ کے ساتھ آنا دکھائی دیا وہ شکار کے لیے گیا تھا۔“

”مجھے ابھی تک نہیں معلوم کہ میں اپنے آپ کو ہوا میں کیسے تحلیل کر سکتا ہوں؟“ لڑکا کیا گیا گرنے سے مخاطب ہوا۔

”یاد کرو کہ میں نے تمہیں کیا بتایا تھا کہ دنیا خدا کا دکھائی دینے والا پہلو ہے۔ اور کیا گیا گرنے روحانی کمال کو مادی وجود کے ساتھ منطقی کرنے کا نام ہے۔“ کیا گرنے جواب دیا۔

.....

.....



.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

یہ وہی سحر تھا جس تک پہنچنے اور اس کو سمجھنے کی اس میں کمی نہ رہے تھی لیکن سحر کے اس چھوٹے سے گلے سے آگاہی حاصل کرنا تھا۔ اس صے میں اس کی ملاقات انگریز سے ہوئی تھی۔ قافلے سے وقفہ تھا کہ سے نورنگستان جس میں وہاں ہزار ہجرت اور نین سو کنویں تھے۔

”آج تمہیں کیا چاہیے؟“ سحر نے اس سے پوچھا۔

”کیا تم نے مجھے دیکھنے میں کافی وقت نہیں گزارا؟“

”تمہارے بچے میں کیسی ایسا شخص ہے جس سے مجھے محبت ہے؟“ لڑکا بولا۔

”اس لیے جب میں تمہاری ریت کو دیکھتا ہوں تو دراصل میں اس کا دیدار کر رہا ہوتا ہوں۔ میں اس کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں اور مجھے تمہاری مدد درکار ہے تاکہ میں اپنے آپ کو وہاں قلیل کر سکوں“

”محبت کیا چیز ہوتی ہے؟“ سحر نے پوچھا۔

”محبت تمہاری ریت کے اوپر شاہین کی پرواز ہے۔ کیونکہ اس کے لیے تم ایک برا بھلا میدان ہو جہاں سے وہ اپنے فکار کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ اسے تمہارے نیلوں اور پہاڑیوں کا طم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس کے ساتھ بہت بہراں ہو۔“

”باز کی چوٹی میں تو دراصل میرا ہی وجود ہوتا ہے“ سحر نے جواب دیا۔ ”صدیوں تک میں نے اس کے لیے فکار کا بندوبست کیا ہے۔ میں اپنے اندر موجود پانی کے آخری قطرے سے اس کے فکار کو پانا ہوں اور پھر اس کی رہنمائی اس فکار تک کرتا ہوں اور جب میں اس بات میں فخر محسوس کر سکتا ہوں کہ اس کا فکار میرے وجود پر زندہ ہے تو وہ ایک دم آسمان کی بلندیوں میں سے زقند لگاتا ہے اور جہ میں نے تخلیق کیا تھا لے کر قابو ہو جاتا ہے۔“

”آخر تم نے فکار کو پالا بھی تو اسی مقصد کے لیے تھا۔ لڑکے نے اسے تسلیم دیتے ہوئے کہا۔

”تاکہ باز اس پر حملے سے اور ہلاک پھر انسان کی خوراک کا بندوبست کرتا ہے اور بدلے میں انسان تمہاری پرورش کرتا ہے تاکہ فکار دربار پیدا ہو سکے اور اس کی طرح تمام جانداروں کو اس سے۔“

”تمہاری بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔“ سحر نے جواب دیا۔

”آخر تم یہ بات تو کچھ کہتے ہو کہ تمہارے بچے میں ایک لنگر عورت موجود ہے جو میری اختر ہے اور اس کے لیے مجھے اپنے آپ کو وہاں قلیل کرنا ہے۔“ سحر نے کچھ دیر کے لیے خاموش رہا پھر بولا۔ ”میں اپنی ریت تو تمہیں دے سکتا ہوں کہ وہ ہوا کی مدد کر کے چلے۔ لیکن میں اکیلا کچھ نہیں کر سکتا اس کے لیے تمہیں وہاں سے کہنا ہوگا۔“

”یک دم ہوا چلنے لگی۔ قبائلی لوگ کچھ فاصلے سے لڑکے کو ہنور دیکھ رہے تھے وہ ایک ایسی زبان میں جو کنگھو تھے جو لڑکے کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

ہوا لڑکے کے پاس آئی اور اس کے چہرے کو چھوا۔ وہ اس کی سحر کے ساتھ ہونے والی کنگھو سے واقف تھی۔ کیونکہ وہ اسب کچھ جانتی ہے۔ اس کی کوئی چائے ولادت نہیں ہے اور نہ ہی اسے موت کا کوئی ڈر ہے۔ وہ بلا خوف و خطر پوری دنیا میں گھومتی ہے۔

”میری مدد کرو۔“ لڑکے نے ہوا سے اپنا کہ۔ ”جس طرح ایک دن تم نے میرے محبوب کی آواز مجھ تک پہنچانے میں میری مدد کی تھی۔“

”تمہیں سحر اور ہوا کی زبان کس نے سکھائی ہے؟“

”میرے دل نے“ لڑکے نے جواب دیا۔

”ہوا کے کئی دم ہیں زمین کے کسی گوشے میں اس کا نام ہانسیم ہے کیونکہ یہ اپنے ساتھ ٹی لاتی ہے۔ کبھی دور کسی جگہ جہاں سے یہ لڑکا آیا تھا اس کا نام لیا اتر ہے۔ اس جگہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے ساتھ سحر کی ریت اور مراکھ کے قلمج آئے تھے۔ اس طرح اس علاقے سے دور شمال میں رہنے والے لوگوں کا خیال ہوگا کہ شاید ہوا انڈس کی جانب سے آئی ہے۔ جبکہ ہوا کی کوئی منزل ہی نہیں ہے۔ شاید اس لیے وہ سحر سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ شاید ایک دن کوئی سحر اس درخت اگلے میں کامیابی حاصل کر لے گا اور پھر لڑکے کی زبان لے لیکن ہوا کو کوئی قابو نہیں کر سکتا۔

”تم ہوا نہیں بن سکتے۔“ ہوا نے جواب دیا۔

”ہم دو بالکل مختلف وجود ہیں۔“

”یہ حقیقت نہیں ہے۔“ لڑکے نے جواب دیا۔

”میں نے کیا مگری کا گرا اپنے ستر کے دوران سیکھا۔ میرے اندر ہوا، سحر، سمندر، فلک، ستارے اور غرض سب کچھ موجود ہے۔ ہم ایک ہی ہاتھ کی تخلیق ہیں اور ہمارے اندر ایک ہی روح کار فرما ہے۔ میں تمہارے ہیسا ہونا چاہتا ہوں۔ اور دنیا کے ہر گوشے میں پہنچنا چاہتا ہوں سحر عبور کرنا چاہتا ہوں جس نے میرے خزانے کو حجاب رکھا ہے اور اس عورت کی آواز تک جانا چاہتا ہوں جس سے مجھے محبت ہے۔“

”میں نے ایک دن کیا مگری کے ساتھ تمہاری کنگھو کی تھی۔“ ہوا بولی۔

”وہ کہہ رہا تھا کہ ہر ایک چیز کی اپنی منزل ہے لیکن آدمی کی منزل ہوا میں قلیل ہونا نہیں ہے۔“

”مجھے یہ ہنر صرف چند لوگوں کے لیے سکھاؤ لڑکے نے اپنا کہ۔

”تاکہ مجھے انسانوں اور ہوا کی لامحدود صلاحیتوں کا اندازہ ہو سکے۔“

”ہوا کے تجسس میں انسان ہونے کا تھا۔ یہ ایسا واقعہ تھا جو آج تک کسی نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی اس بات میں دلچسپی رکھتی تھی۔ مگر اسے نہیں معلوم تھا کہ انسان کو ہوا میں کیسے قلیل کرے۔ حالانکہ اسے بہت سی چیزوں پر عبور حاصل تھا اس نے سحر تخلیق

کیا اور جہادوں کو سمندر میں ڈبوایا۔ جنگلات کو دہرائی کیا اور سویتلی میں گونجنے والے شہروں سے اس کا گزر ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لاہور دوہے لیکن پھر مری لڑکے کا تقاضا تھا کہ ہوا کو اور بھی کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

”اس کا نام محبت ہے۔ لڑکا بولا اس کا خیال تھا کہ ہوانے اور خواست منظور کر لی ہے۔“

”جب تم محبت کرتے ہو تو تم تخلیق کا ہر عمل انجام دے سکتے ہو۔ جب تم محبت کرتے ہو تو اس بات کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ سب کچھ تمہارے اندر ہی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان اپنے آپ کو ہوا میں بھی تحلیل کر سکتا ہے اگر ہوا اس کی مدد کرے تو۔“

ہوا ہمیشہ سے مفرد رہی تھی۔ لڑکے کی بات اسے ناگوار گزر رہی تھی۔ اس نے جاہا کہ وہ شدت سے چلے۔ صراحتی رویہ کو اڑاتی ہوئی۔ لیکن اسے بھی یہ اترا کر کہ پڑا کہ دنیا کے ہر گوشے سے گزرنے کی طاقت رکھنے کے ہاد جرد وہ انسان کو ہوا میں تحلیل کرنے سے قاصر تھی کیونکہ وہ محبت سے لاعلم تھی۔

”دنیا کے سطر کے دور ان میں نے لوگوں کو محبت کا ذکر کرتے سنا ہے اور انہیں سورج کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا ہے۔“ ہوانے اپنی ناکا کی پر تھی سے کہا۔

”شاید بہتر ہوگا کہ تم سورج سے مدد مانگو۔“

”تعلیق ہے تو پھر مری مدد کرو لڑکا بولا۔“

”تمام لہذا کرہت کے طوفان سے اس طرح بھر دو کہ سورج اس میں ڈوب جائے تاکہ میں آسمان کی طرف دیکھ سکوں اور سورج سے بات کر سکوں اپنی چٹائی گوائے بغیر۔“

ہوانے اپنی تمام زخافات کے ساتھ چٹا شروع کر دیا۔ تمام لہذا کرہت سے بھرگی اور سورج ایک خمیری تھال کی مانند بن گیا۔ کیمپ میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا صراحتی لوگ ہوا کی شدت سے واقف تھے وہ لوگ اسے باز سہم کے نام سے جانتے تھے۔

اس کی شدت سمندر کے طوفان سے بھی زیادہ تھی۔ جانور تکلیف سے ہلکا رہے تھے اور ٹیپا اور تھپا ریت سے بھر چکے تھے۔

”بہتر ہوگا کہ ہم یہ سب قسم کھریں۔“ ہندی پر کھڑے ایک کماندر نے سردار سے کہا۔ انہیں لڑکا کا ہشکل نظر آ رہا تھا۔ ان کے نیچے مائوں سے نظر آنے والی آنکھوں میں خوف تھا۔

”ہاں اسے روکیں۔“ ایک اور کمانڈر بولا۔

”میں خدا کی عظمت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔“ سردار کے لہجے میں عقیدت تھی۔

”میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ایک انسان کس طرح اپنے آپ ہوا میں تحلیل کر سکتا ہے۔“

سردار نے دونوں کمانڈروں کے نام زمین لٹھیں کر لیے۔ وہ ان دونوں کو برخاست کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کے خیال میں صراحتیوں کو کبھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

”ہوانے مجھے بتایا کہ تم محبت کے بارے میں جانتے ہو۔ لڑکا سورج سے مخاطب ہوا۔“

”اگر تم محبت کے بارے میں جانتے ہو تو تمہیں کائنات کی روح سے بھی ضرور آگاہی ہوگی کیونکہ اس کی تخلیق بھی محبت سے ہوئی ہے۔“

”یہاں میں ہوں۔“ سورج نے جواب دیا۔

”میں کائنات کی روح کا آسانی سے نظارہ کر سکتا ہوں۔ یہ میری روح سے مخاطب ہوتی ہے۔ ہم دونوں مل کر زمین کو زندگی دیتے ہیں اور بھیڑوں کو سائے کی تلاش سکھاتے ہیں۔ زمین سے اتنی دوری ہے میں نے محبت کرنا سیکھا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں تھوڑا سا بھی زمین کے قریب آیا تو زمین پر موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی اور روح کائنات ختم ہو جائے گی۔ اس لیے ہم مسلسل اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ہر شے کو دوام کیسے دیں۔ جس زمین کو حرارت دیتا ہوں اس لیے کہ زمین کی جان کے ساتھ میری اپنی بھادواہستہ ہے۔“

”تو پھر تمہیں محبت کے بارے میں معلوم ہے۔ لڑکے نے سوال کیا۔“

”اور مجھے کائنات کی روح کا بھی پتہ ہے کیونکہ ہم دونوں کائنات کے نہ لٹھ ہو لیا لے ستر کے دوران ہمیشہ جو کھنگو رہے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اب تک صرف لہانات اور جہادات ہی یہ بات جانتے ہیں کہ تمام چیزوں کی اصل ایک ہے۔ نہ تو لوہے کو تاننا پننے کی ضرورت ہے اور نہ تانے کو سونا پننے کی۔ ہر ایک کا اپنا ایک کام ہے دوسرے سے بالکل منفرد۔ اور اگر وہ خالق جس نے سب تخلیق کیا ہے کائنات کی تخلیق کے پانچویں روز آرام کرنا تو کچھ بھی وجود میں نہ آتا۔“

”اور پھر تخلیق کا چھٹا روز بھی تو تھا۔“ سورج نے اپنی بات جاری رکھی۔

”تم بہت دانا ہو کیونکہ تم اس دوری سے ہر چیز کا مشاہدہ کرتے ہو جہاں سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔“ لڑکا بولا۔

”لیکن تم محبت سے بالکل ناواقف ہو۔ اگر تخلیق کا چھٹا دن نہ ہوتا تو انسان کا وجود ہی نہ ہوتا۔ چنانچہ ہمیشہ تاہا ہی رہتا اور ہمیشہ ہمیشہ سے۔ یہ سچ ہے کہ ہر چیز کی اپنی منزل ہے۔ اور اب دن ہر چیز اپنی منزل پر پہنچا جائے گی۔ اس لیے ہر شے اپنے آپ کو کسی بہتر چیز میں تحلیل کرنے میں مصروف ہے تاکہ ایک روز اپنی منزل تک پہنچا جائے۔ جس روز ہر شے کائنات کی روح میں واپس ضم ہو جائے گی۔“

سورج نے اس کے بارے میں غور کیا اور زیادہ شدت سے چپکنے کا ارادہ کیا۔ ہوا جواب تک تمام گفتگو غور سے سن رہی تھی زیادہ شدت سے چلنے لگی تاکہ سورج لڑکے کی چٹائی کو متاثر نہ کر سکے۔

”اس لیے تمہیں مری معرض وجود میں آئی۔“ لڑکے نے اپنی بات جاری رکھی۔

”تاکہ سب اپنے خزانے کو کھوج سکیں۔ اور اپنی گذشتہ زندگی سے بہتر بن سکیں۔ سب ساس وقت تک اپنا کردار ادا کرنا رہے گا جب تک دنیا کو سب سے کی ضرورت رہے گی۔ اور جب اس کی ضرورت نہیں رہے گی تو پھر سب سونے میں بدل جائے۔“

گا اور یہی کیا کرتے ہیں۔ رہیں بتاتے ہیں کہ جب ہم جو آتے ہیں اس سے بہتر بننے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمارے ارد گرد موجود ہر شے بہتر بن جاتی ہے۔

یہ تو سچ ہے لیکن تم نے یہ کیوں کہا کہ جس محبت سے ناراض ہوں؟ سورج نے لڑکے سے پوچھا۔

کیونکہ محبت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ صحرا کی طرح ساکن رہیں اور نہ ہی یہ محبت ہے کہ ہوا کی طرح آواز اور گرمی کی جائے۔ اور نہ یہ کہاد پر سے صرف دنیا کا نظارہ کرتے رہیں۔ تمہاری طرح۔ محبت تو وہ طاقت ہے جو مسلسل ارتقا کے عمل سے گزر رہی ہے۔ اور روح کائنات کو تقویت دیتی ہے۔ جب مجھے پہلی بار روح کائنات تک رسائی ہوئی تو میرا خیال تھا کہ یہ ہر لحاظ سے کمال ہے لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ بھی دوسری مخلوق کی طرح ہے۔ اس کی بھی اپنی تمنائیں اور اپنے دکھ ہیں۔ یہ ہم ہیں۔ ہم انسان جو روح کائنات کی پرورش کرتے ہیں۔ اور پیدا کیا جس میں ہم رہتے ہیں۔ یا تو بہتر ہوگی یا پھر بر ہادی سے دو چار ہوگی۔ اس کا انحصار اس پر ہے کہ ہم خود بہتر بننے میں یا زیادہ غراب۔ اور ہمیں سے محبت کا کردار شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ہم محبت کرتے ہیں تو ہم بہتر سے بہتر بننا چاہتے ہیں۔

تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ سورج نے سوال کیا۔

مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تاکہ میں ہوا میں تحلیل ہو سکوں۔ لڑکے نے جواب دیا۔

کائنات میں مجھے سب سے دانا سمجھا جاتا ہے لیکن میں بھی اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ تمہیں ہوا میں تحلیل کر سکوں۔ سورج نے جواب دیا۔

جب پھر کون میری مدد کر سکتا ہے؟ لڑکے نے پوچھا۔

تم اس قلم سے سوال کرو جس نے یہ سب تحریر کیا ہے۔ سورج نے جواب دیا۔

ہوا خوشی سے اور بھی تیز چلنے لگی۔ غیموں کے کھونٹے اکڑنے لگے اور چاندروں کی رسیاں ٹوٹنے لگیں۔ لوگ ایک دوسرے کا سہارا لینے لگے تاکہ ہوا میں اڑنے سے محفوظ رہیں۔

لڑکا قلم کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے محسوس کیا جیسے تمام کائنات خاموش ہو گئی ہو تب اس نے قلم کو مخاطب کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس کے دل میں محبت کا ایک طوفان موجزن تھا۔ اس نے دعا کرنا شروع کر دی۔ یہ وہ دعا تھی جو اس سے قبل اس نے کبھی نہیں مانگی تھی۔ کیونکہ یہ وہ دعا تھی جسے الفاظ کی ضرورت نہیں تھی۔

یہ تو بھیلروں کے رپوڑ پر تشکر کا اظہار تھا اور تھی کہ مثل کی دکان میں آمدنی بڑھانے کی خواہش کا اظہار۔ اور نہ ہی یہ اچھا کہ اس کی محبوبہ اس کی لکھڑا رہے۔ اس خاموشی میں لڑکا سمجھ سکتا تھا کہ صحرا سورج اور ہوا سب ہی اس قلم کی تحریر کو پہچانتے تھے اور اس پر دل و جان سے عمل پیرا تھے۔

اسے معلوم تھا کہ نشانیاں پوری زمین اور پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں اور بلا ہیران کے وجود کی کوئی منقطع سبوح میں نہیں آتی۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ نہ صرف انسان بلکہ صحرا، ہوا اور سورج تک اپنی تخلیق کے مقصد سے لاعلم تھے لیکن خالق کے نزدیک ہر چیز کا ایک مقصد تھا۔ صرف اس کو اس چیز پر دسترس حاصل تھی کہ اگر وہ چاہے تو سمندر کو صحرا میں بدل دے یا پھر آدمی کو ہوا میں تحلیل کر دے۔

کیونکہ یہ صرف اس کو ہی معلوم ہے کہ کس چیز کو کس وقت کس طرح سے ہونا چاہیے تو وہ ہمارے نظام کے لیے فریادیں نہیں بلکہ بہتری کا سبب ہوگی۔ اور اسے ہی معلوم ہے کہ ایک عظیم مقصد کے تحت تخلیق کے چرچہ صرف ایک نقطے میں مرکوز ہو کر کار عظیم بن گئے تھے۔

لڑکے نے روح کائنات پر غور کیا تو اسے محسوس ہوا کہ یہ خالق کی روح کا ایک پرتو تھا۔ اور وہ خود بھی اس کا پرتو تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ بھی۔۔۔ ایک لڑکا بھی محیر الحول کارنامے سرانجام دینے پر قدرت رکھتا تھا۔

ادسوم اس سے قبل کبھی اتنی شدت سے نہیں چلی تھی۔ کئی لسوں تک عرب میں ایک لڑکے کے چہرے کو شجے رہے جس نے اپنے آپ کو ہوا میں تحلیل کر لیا تھا اور ایک فوجی کیمپ کو تباہ کر دیا تھا۔

جب بادِ سوم عزم چکی تو ہر ایک نے لڑکے کو اس جگہ تلاش کیا جہاں وہ تھوڑی دیر قبل کھڑا تھا لیکن اب وہ موجود نہیں تھا۔ کیمپ کے دوسری چاروں ریت میں دبے ہوئے شجے کے قریب کھڑا تھا۔

تمام لوگوں پر ایک انجانا خوف طاری تھا۔

مگر دو آدمی مسکرا رہے تھے۔

کیسا گر۔۔۔ اس لیے کہ اسے ایک قابل شاکر دل گیا تھا۔

مردار۔۔۔ اس لیے کہ اس شاکر دل نے خدا کی عظمت کو پہچان لیا تھا۔

اگلے روز پہلے دنوں نے کہا گر اور لڑکے کو اوداع کیا۔ ان کے ساتھ ایک محافظ دستہ روانہ کیا گیا تاکہ وہ اس کی منزل تک انہیں محفوظ پہنچا دے۔



پہرادن وہ لوگ محسوس رہے۔ وہ پہرے کے بعد وہ ایک خانقاہ کے پاس پہنچے۔ کیا گر نے گھوڑے سے اترتے ہوئے محافظ دستے کو دیکھا جانے کی اجازت دے دی۔

اس سے آگے تم اکیلے جاؤ گے۔ کیا گر نے لڑکے کو مخاطب کیا۔

"تم اور ام سے صرف مٹن گھننے کی مسافت پر ہو۔"

"بہت شکر ہے لڑکا بولا۔"

"آپ نے مجھے عالمگیر زبان سکھائی۔"

"میں نے صرف اس چیز کو کر دیا ہے جو تمہارے اندر پہلے سے موجود تھی۔" کیمیا گری نے خانقاہ کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے جواب دیا۔ کالے لباس میں بلبوں ایک راہب باہر آیا۔ دونوں کچھ دیر تک غیر بالوں زبان میں محو گفتگو رہے اور پھر کیمیا گری نے لڑکے کو اندر آنے کو کہا۔

"میں نے تمہوڑی دیر کے لیے اس کا ہاورچی خانقاہ استعمال کرنے کی اجازت مانگی ہے۔" کیمیا گری سکر گیا۔

دو دونوں ہاورچی خانے میں داخل ہوئے۔ کیمیا گری نے چلہاروشن لیا جب کہ راہب سہسہ لے کر آیا۔ کیمیا گری نے یہ سہسہ چو لے لے پڑا ہے کے برتن میں رکھ دیا۔

نھوڑی دیر بعد سہسہ پھیلنے لگا۔ کیمیا گری نے اپنے حیلے سے بیٹا اظہار لالا اور اس سے پہلے برابر چمکا اتارا۔ اسے موم میں لپیٹ کر برتن میں ڈال دیا۔

مرکب لال رنگ اختیار کر گیا۔ خون سے مشابہ کیمیا گری نے برتن چو لے سے اتارا اور ٹھنڈا ہونے کے لیے ایک جانب رکھ دیا۔ اس دوران وہ راہب کے ساتھ نکلی جنگ پر گفتگو کرتا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ لڑائی طویل عرصے تک جاری رہے گی" کیمیا گری بولا۔ کیمیا گری پریشان تھا۔ نام قابلے فزہ میں رکے ہوئے تھے اور جنگ کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

"ہوا دہی ہے جو خدا کی مٹا ہے۔" راہب نے جواب دیا۔

"بالکل" کیمیا گری بولا۔

جب مرکب ٹھنڈا ہو چکا تو راہب اور لڑکے کی آنکھیں حیرت سے چمکی گئیں۔ پیسے نے برتن کی شکل اختیار کر لی تھی مگر اب وہ سہسہ نہیں تھا بلکہ سونے میں بدل چکا تھا۔

"کیا میں بھی کسی روز ایسا کر سکوں گا؟" لڑکے نے ایشیاق سے کیمیا گری سے سواہل کیا۔

"یہ میری منزل تھی تمہاری نہیں ہے۔" کیمیا گری نے جواب دیا۔

"میں صرف تمہیں یہ دکھانا چاہتا تھا کہ ایسا ممکن ہے۔"

کیمیا گری نے سونے کے چار ٹکڑے کیے۔

"تیا آپ کے لیے ہے۔" اس نے ایک ٹکڑا راہب کی طرف بوجھتے ہوئے کہا۔ "مسافروں کے لیے آپ کی میربانی کا صلہ۔"

کامل۔

لیکن یہ تو میرے لیے بہت زیادہ ہے۔" راہب نے جواب دیا۔

"دو بارہ ایسا کبھی مت کہیے گا۔ زندگی سن رہی ہے اور آئندہ کبھی آپ کو کم حصہ نہ مل جائے۔"

"یہ تمہارا حصہ ہے۔" کیمیا گری نے ایک ٹکڑا لڑکے کی طرف بوجھتے ہوئے کہا۔

لڑکے نے مٹی یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ یہ اس کے لیے بہت زیادہ ہے لیکن وہ کیمیا گری کی اس بات میں چکا تھا اس لیے خاموش رہا۔ "اور یہ میرے لیے ہے۔ سفر کے لیے تو درازا۔"

اس نے سونے کا چوتھا ٹکڑا راہب کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ لڑکے کا حصہ ہے گرا سے مٹی نہ روت پڑے تو"

"لیکن میں تو اپنے خزانے کی تلاش میں جا رہا ہوں۔" لڑکا بولا۔ "اور میں اس کے بہت قریب پہنچ چکا ہوں"

"مجھے یقین ہے کہ تم اس تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔" کیمیا گری نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ سونا کیوں؟"

"کیونکہ تم دو ٹکڑا پتا سرا یہ کوٹھکے ہو۔ ایک دفعہ ایک چور کے ہاتھوں اور دوسری دفعہ سردار کے ہاتھوں۔ میں ایک ضعیف العقیدہ عرب ہوں اور مجھے اپنی دولت پر اکتفا ہے۔ ایک روایت ہے کہ ہر وہ چیز جو ایک دفعہ خارج ہوتی ہے وہ دوبارہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر کوئی چیز دوبارہ واقع ہوتی ہے تو پھر وہ یقیناً تیسری بار بھی ضرور ہوگی۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

"میں تمہیں خرابیوں کی ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں" کیمیا گری بولا۔

لڑکا اپنا گھوڑا کیمیا گری کے قریب لے آیا۔

"قدیم روم میں شہنشاہ تھریس کے دور میں ایک نیک انسان تھا جس کے دو بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک فوج میں ملازم تھا۔ فوجی کو ملک کے دور دراز علاقے میں تعینات کیا گیا تھا۔ جبکہ دوسرا بیٹا شاعر تھا جو اپنی خوب صورت شاعری سے پورے روم کو مشہور کرتا تھا۔

ایک رات اس آدمی نے ایک خواب دیکھا۔ ایک فرشتہ اس کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ اس کے ایک بیٹے کے چہرے پر اتنی دنیا تک قائم رہیں گے۔ وہ آدمی جب خواب سے جاگا تو وہ بہت خوش تھا کہ قدرت اس پر مہربان ہے اور اسے اس بات سے آگاہ کیا تھا جس پر کسی بھی باپ کو فخر ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد وہ آدمی ایک بچے کو گاڑی کے بچے کے لیے سے بھاتے ہوئے فوت ہو گیا۔ کیونکہ وہ ایک آدمی تھا اس لیے وہ سیدھا جنت میں گیا۔ وہیں اس کی ملاقات اس فرشتے سے ہوئی جس سے وہ خواب میں ملتا تھا۔

"تم نے کیونکہ زمین کا خدا کے بتائے ہوئے طریقوں پر گزری ہے اس لیے میں تمہاری ایک خواب میں پوری کر سکتا ہوں۔" فرشتے نے کہا۔

"میری زندگی بہت پرسکون تھی۔ جب تم میرے خواب میں آئے تو مجھے احساس ہوا کہ میری کوششوں کا اجر مجھے مل گیا تھا کیونکہ میرے بیٹے کی شاعری رہتی رہتی دنیا تک چمکی جائے گی اور یہ کسی بھی باپ کے لیے فخر کا باعث ہے کہ اس کی اولاد اس کے لیے باعث عزت بنے۔ میں آنے والے وقت میں اس کا چہرہ یاد رکھنا چاہتا ہوں۔"

فرشتے نے اس آدمی کے کندھے کو چھوا اور دونوں آنے والے وقت میں پہنچ گئے۔ وہ ایسی جگہ پر موجود تھے جہاں لوگوں کا بڑا ہتاشا ہجوم تھا۔ جو کسی عجیب زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ فرط جذبات سے آدمی کے آنسو نکل آئے۔
"مجھے معلوم تھا کہ میرے بیٹے کی شاعری لازماً ملے گی۔ کیا آپ مجھے ٹھکانے ہیں کہ میرے بیٹے کی کوئی نظم اس وقت چمکی چاری ہے؟"

فرشتہ آدمی کے قریب آیا اور نرمی سے اسے ساتھ والی کرسی پر بٹھا دیا اور بولا۔

"تمہارے بیٹے کی شاعری روم میں بہت مقبول تھی لیکن تمہیں کس کے دور کے ساتھ ہی اس کی شاعری بھی معلوم ہو گئی۔ اس وقت آپ جلد کچھ رسپے ہیں وہ آپ کے بیٹے کی شاعری نہیں بلکہ آپ کے اس بیٹے کا ذکر ہے جو فوج میں تھا۔"
آدمی نے حیرت سے فرشتے کی جانب دیکھا۔

"تمہارا بیٹا دروازے کے علاقے میں تعینات تھا۔ وہ ایک دن اس علاقے کا سربراہ بنا دیا گیا۔ وہ بہت ماہر اور نیک تھا ایک دن اس کا ایک ملازم بیمار پڑ گیا۔ ایسا لگا تھا کہ مرنے کا وقت آ گیا۔ تمہارے بیٹے نے ایک حکیم کا ذکر سن رکھا تھا۔ جو ہر بیماری کا علاج کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ تمہارا بیٹا اس دن کے سفر کے بعد حکیم کے پاس پہنچا۔ سفر کے دوران اسے معلوم ہوا کہ وہ حکیم خدا کا بیٹا ہے۔ اس کی ملاقات ان لوگوں سے ہوئی جو پہلے ہی حکیم کے ہاتھوں شفا پا چکے تھے۔ وہ روم میں ہونے کے باوجود اس پر ایمان لے آیا۔ جب وہ حکیم کے پاس پہنچا تو اسے آنے کی غرض سے مطلع کیا۔ اس کی بات سن کر حکیم اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گیا۔ تمہارا بیٹا کیونکہ نفل ایمان تھا اس لیے اسے احساس تھا کہ خدا کے سامنے موجود ہے۔"

"میں اس ملامت کے قابل نہیں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں۔ آپ صرف ایک پھونک ماریں تو میرا ملازم صحت یاب ہو جائے گا۔" اس نے کہا۔

اور یہی وہ الفاظ ہیں اس وقت یہاں دہرائے جا رہے ہیں۔

"تیرے گھس کا اس دنیا میں مرکزی کردار ہے چاہے وہ کچھ بھی کرتا ہو۔" کیمیا گرنے لڑکے کو بتایا۔

لڑکا مسکرایا۔ اسے خیال ہی نہیں تھا کہ زندگی کا سوال کسی چرواہے کے لیے اتنا اہم بھی ہو سکتا ہے۔

"خدا حافظاً" کیمیا گریلا۔

"خدا حافظاً" لڑکے نے جواب دیا۔



لڑکے نے کیمیا گرنے سے رخصت ہونے بعد اپنا سفر جاری رکھا۔ اس کی توجہ مسلسل اپنے دل کی آواز پر تھی۔ اس کا دل اسے بتانے والا تھا کہ اس کا خزانہ کہاں چھپا ہے۔

"جہاں تمہارا دل ہو گا وہیں تمہارا خزانہ ہو گا۔" کیمیا گرنے کا تھا۔

لیکن اس کا دل اور باتوں میں مصروف تھا۔ وہ اسے فخر کے ساتھ اس چرواہے کی کہانی سن رہا تھا جو اپنے ریوڑ کو چھوڑ کر اس خزانے کی تلاش میں نکل گیا تھا جو اس نے دو دفعہ خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے منزل کا ذکر کیا اور پھر ان لوگوں کے بارے میں بتایا جو اپنی منزلوں کی تلاش میں مسند پر گئے تھے۔ وہ ہم جوںی کا ذکر کر رہا تھا، سفر کا اور کتابوں کا۔

لڑکے نے آہستہ آہستہ نیلے پر چڑھنا شروع کیا۔

چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ آج اسے گلستان سے چلے ہوئے پورا ایک ماہ ہو گیا تھا۔ چاند کی روشنی جب ریت کے ٹیلوں پر پڑتی تھی تو طلاطم خیر مسند کا تاثر ملتا تھا۔

جیسے ہی وہ نیلے کے اوپر پہنچا اس کا دل زبردور سے دھڑکنے لگا۔

چاند کی روشنی میں نہانے طلسماتی اہرام اس کی نظروں کے سامنے تھے۔

لڑکا اپنے قدموں پر گر گیا اور بے اختیار رونے لگا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا جس نے اسے اپنے خواب پر نہ صرف یقین عطا کیا بلکہ اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے میں اس کی راہنمائی بھی کی۔ پھر اس کی ملاقات ایک بادشاہ سے ہوئی۔ پھر وہ تاجر سے ملا۔ انگریز سے اور کیمیا گرنے سے اور سب سے بلا کر قافلہ سے... جس نے اسے بتایا کہ بہت کچھ انسان کو اپنی منزل کی تلاش سے غمگین روکتی۔

اگر وہ ہاتھ تروا نہیں گلستان میں جا سکتا تھا، قافلہ کے پاس اور اپنی ہاتی زندگی ایک چرواہے کی طرح گزار دیتا۔ آخر کیمیا گرنے اپنی منزل پالینے کے باوجود گلستان میں رہ رہا تھا۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ اپنے کلمات دنیا کو دکھائے۔

اس کو احساس تھا کہ وہ اپنی منزل کی تلاش کے وہ رات اس نے وہ سب کچھ دیکھا جس کو سیکھنے کی اسے تمنا تھی۔ اور ہر اس تجربے سے گزرا تھا جس کا کہ وہ خواب دیکھ سکتا تھا۔

اور اب وہ اپنے خزانے کے قریب تھا۔ اسے خیال آیا کہ کوئی بھی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں۔ اس نے اپنے ارد گرد ریت پر نظر ڈالی تاکہ وہ کچھ نئے کسے کس کے آنسو کہاں گرنے لگے۔ اس کی نظر اس کے آنسو پر پڑی۔ اس کو معلوم تھا کہ مہر میں آنسو خدا کی علامت کہے جاتے ہیں۔ ایک اور نیک شگون اس لیے سوچا۔

ایک عرب نے جوان کا سردار دکھائی دینا تھا اس آدمی کو حکم دیا جس نے لڑکے کو پکڑ رکھا تھا کہ اسے چھوڑ دے۔ لڑکا بے ہوشی کے عالم میں ریت پر گر گیا۔

”ہم جا رہے ہیں تم سر نہیں سکتے تم زندہ رہو گے تاکہ یہ جان سکو کہ آدمی کو اس قدر احمق نہیں ہونا چاہیے کہ خواب کی تعبیر میں پاگوں کی طرح مارا مارا بھرے۔“

”دو سال قبل لٹیک اسی جگہ میں نے کئی بار خواب دیکھا تھا۔ مجھے نظر آیا کہ مجھے پتین کی طرف سڑکنا چاہیے جہاں ایک متروک چرچ میں ایک چرواہا اور اس کا ریوڑ زہر قیام ہیں۔ اس چرچ میں انجیر ایک بہت بڑا کاردرخت ہے۔ مجھے کسی کی آواز سنائی دی کہ اگر میں اس انجیر کے درخت کی جڑوں میں کھدائی کروں تو مجھے ایک خزانہ ملے گا۔ لیکن میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ صرف اس لیے پار کروں کہ مجھے ایک خواب نظر آیا تھا۔“

اس کے ساتھ ہی حملہ آور غائب ہو گئے۔

لڑکا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ایک بار پھر ابرام پر نظر دوڑائی۔ ایسے لگتا جیسے وہ اس پر ہنس رہے ہوں۔ وہ بھی جواباً ہنسنے لگا اس کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا۔

کیونکہ اب اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا خزانہ کہاں ہے۔



لڑکا شام پڑنے سے قبل ہی متروک چرچ کے پاس پہنچ گیا۔ انجیر کا درخت ابھی تک اپنی جگہ پر قائم تھا اور چرچ کی ٹوٹی ہوئی چھت سے ستارے نظر آ رہے تھے۔ اسے وہ وقت یاد آیا جب وہ اس چرچ میں اپنی بیخیزوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس کی دھرات بہت پرسکون تھی سوائے اس خواب کے۔

اب دو بار وہ اسی جگہ موجود تھا مگر اب کی بار بیخیزوں کی بجائے بچے کے ساتھ۔

وہ کافی دیر تک بیٹھا آسمان کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے قبیلے سے پانی کی بوتل نکال اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرنے لگا۔ اس نے اس رات کو یاد کیا جب وہ صحرا میں کیمپ کر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اسے وہ تمام برائے یاد آئے جن سے وہ گزرا تھا اور وہ جب طرہ جہت جس کے ذریعے خدا نے اسے اس خزانے تک پہنچایا تھا۔

اگر وہ بار بار آنے والے خواب پر یقین نہ کرتا تو اس کی ملاقات سنانہ بدوش عورت سے نہ ہوتی نہ ہی بوزھے بادشاہ سے۔ اور یہ نہرست بہت طویل تھی۔

”یہ راستہ تو نشانہوں سے پر تھا اور کوئی وجہ ہی نہیں تھی کہ میں غلطی کرتا۔“ سوچتے سوچتے اسے نیند آگئی جب وہ جاگا تو

اس نے اس جگہ پر ریت کھودنا شروع کر دی جہاں اس کے آسو گرنے سے ریت کھودتے ہوئے اسے خیال آیا کہ کڑھل لڑوش نے کہا تھا کہ ابرام صرف پتھروں کا ایسا ڈھیر ہے جسے کوئی بھی اپنے گمن میں بنا سکتا ہے۔

”میں تو اس طرح کے ابرام اپنے گمن میں نہیں بنا سکتا تھا چاہے میں پوری زندگی پتھر جمع کرتا رہتا۔“ اس نے لپٹے آپ سے کہا۔

تمام رات وہ کھدائی کرتا رہا۔ لیکن اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ لیکن اس نے کھدائی جاری رکھی۔ اس کے ہاتھ شل ہو چکے تھے اور اس کی انگلیاں چھل گئی تھیں۔ لیکن اس کی توجہ اس کے دل کی آواز پر تھی جو اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اس جگہ پر کھدائی جاری رکھے جہاں اس کے آسو گرے تھے۔

جیسے ہی اس نے کڑھے میں سے پتھر نکالنا شروع کیے اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ پھر اس نے آنگی بولے دیکھے۔ ان کی پیٹھ چاند کی طرف ہونے کی وجہ سے وہ ان کے چہرے اور ان کی آنکھیں دیکھنے سے قاصر تھا۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ ایک بولا بولا۔

خوف کے مارے اس کے منہ سے کوئی جواب نہیں نکلا۔ اس نے وہ جگہ تلاش کر لی جہاں اس کا خزانہ دفن تھا اور اب اسے خوف تھا کہ کچھ ہونہ جائے۔

”ہم لڑائی کے علاقے سے ہجرت کر کے آئے ہیں اور ہمیں رقم کی ضرورت ہے۔ دوسرا بولا بولا۔

”تم یہاں کیا چھپا رہے ہو؟“

”میں کچھ نہیں چھپا رہا۔“ لڑکے نے جواب دیا۔

ایک بولے نے اسے کالرسے پکڑ کر گڑھے سے نکالا اور اس کی حلاشی لینے لگا۔ دوسرا بولا بولا اس کے بیک کی حلاشی لے رہا تھا اس کے ہاتھ میں سولے کانگڑا آگیا۔

”یہ سونا ہے۔“ وہ بولا۔

چاند اس آدمی کے چہرے کو نور کر رہا تھا جس نے لڑکے کو پکڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موت تھی۔

”شاید اس نے اور بھی سونا ریت میں دفن کر رکھا ہے۔“

انہوں نے لڑکے کو زمین کھودنے کا حکم دیا۔ لیکن انہیں کچھ نہیں ملا۔

جیسے ہی سورج طلوع ہوا ایک آدمی نے لڑکے پر تشدد کرنا شروع کر دیا۔ اس کے زخموں سے خون نکل رہا تھا۔ اور کپڑے پھٹ چکے تھے۔ اب اسے موت نذر ایک نظر آ رہی تھی۔

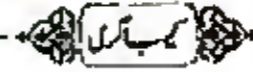
”اس دہشت کا کیا فائدہ جو تمہیں موت سے نہ بچا سکے۔“ اس کے کالوں میں کیا گر کے الفاظ گونجے۔

آخر کار اس نے آدمی کو تباہ کر دیا اور خزانے کی تلاش میں کھدائی کر رہا تھا۔ اگرچہ اس کے ہونٹ پھٹ چکے تھے لیکن اس نے تمام کہانی حملہ آوروں کو سنائی کہ وہ کس طرح سے ابرام تک پہنچا تھا۔

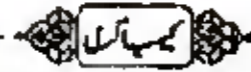
آپ نے اس کتاب سے کتنا استفادہ کیا ہے؟

- ☆ کیا آپ نے اس کتاب سے کوئی مثبت سبق سیکھا جس سے آپ اپنی عملی زندگی میں استفادہ کر سکیں؟
- ☆ اس سوال نامے کی نوٹوں کا پل کی کروا کر (اس کو کتاب سے الگ مت کریں تاکہ دوسرے کارکن بھی اس سے مستفید ہو سکیں) توڑ اس وقت تک اس سوال نامے کو مکمل کریں تاکہ آپ جان سکیں کہ آپ اس کتاب سے کس حد تک مستفید ہوئے۔
- ☆ آپ کے خیال میں پاؤ لوگ اس کتاب کے ذریعے کوئی پیغام دینا چاہتا ہے یا یہ محض ایک کہانی ہے؟
- یہ محض ایک کہانی ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔
- پاؤ لوگ کا نقطہ نظر اہمیت کا حامل ہے۔
- شائد میں یقین سے نہیں کہہ سکا۔
- ☆ کیا آپ پاؤ لوگ کے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہیں کہ انسان اور جانور کے درمیان فرق مقصد کا تعین اور اس کے حصول کی گمن ہے؟
- ہاں □ نہیں □ شائد
- ☆ مقصد کے حصول کی گمن کا سماجی کی بنیادی شرط ہے؟
- ہاں □ صرف گمن ہی کا سماجی کے لیے کافی نہیں ہے □ شائد
- ☆ مقصد کے حصول کی گمن انسان کو اس کے حصول کے لیے دیکھنا اور قابلیت حاصل کرنے کی راہ دکھاتی ہے؟
- ہاں گمن انسان کو مقصد کے حصول کی راہ اور اس کی راہ میں مائل رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت دیتی ہے۔
- نہیں ایسے لوگ شائدوں کی دنیا میں رہنے والے ہوتے ہیں
- ☆ اکثر لوگ زندگی میں کوئی مقصد تو رکھتے ہیں مگر وہ اس کے حصول میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتے آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟
- ان کے معاشرے میں مواقع کم ہیں۔
- ان میں مقصد کے حصول کی گمن نہیں ہوتی۔
- شائد ان کی قسمت میں ایسا نہیں لکھا تھا۔

- ☆ سورج کافی نکل چکا تھا اس نے کھدائی شروع کر دی۔
- ☆ "تم نے عملاً اور عرب کو بھی بتایا تھا" لڑکا سورج سے مخاطب تھا۔
- ☆ "تمہیں نامہ جاریہ معلوم تھا۔ تم نے سونے کا ایک ٹکڑا مانگا تھا میں بھی چھوڑا تھا کہ میں وہاں ہی کا سر کھل کر سکوں۔ راہب میرے اوپر نہیں رہا تھا جب اس نے مجھے دیکھا آتے ہوئے دیکھا۔ کیا تم مجھے اس تمام مشقت سے بچاؤں سکتے تھے؟"
- ☆ "نہیں" اس نے ہوا کی آواز سنی۔
- ☆ "مگر میں ایسا کرتا تو تم ابراہم دیکھنے سے محروم رہتے۔ وہ بہت خوبصورت ہیں نا"
- ☆ لڑکا مسکرائے لگا۔ اس نے کھدائی جاری رکھی۔
- ☆ آدھے گھنٹے بعد اس کا بیچہ کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ ایک کھنٹے بعد اس کے سامنے ہسپانوی سونے کے سکوں سے بھرا ایک صندوق پڑا تھا اس میں قیمتی پتھر اور پتھر کے مجسمے پڑے تھے جن میں میرے جڑے ہوئے تھے۔
- ☆ یہ ایک جنگ کا اہل بیست تھا جسے لوگ کافی عرصے سے بھلا چکے تھے۔
- ☆ لڑکے نے پوریم اور قومیم نکالے۔ اس نے ان پتھروں کو صرف ایک دلچسپ مارکیٹ میں استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد تو اس کی جدوجہد کا نامہ است نشانوں سے بھرا ہوا تھا۔
- ☆ اس نے دوڑوں پتھر صندوق میں رکھ دیے۔ یہ بھی اس کے لڑانے کا حصہ تھے کیونکہ یہ بوڑھے ہادشہ کی یادگار تھے جسے وہ دوبارہ شائد کبھی نہیں مل سکے گا۔
- ☆ یہ درست ہے کہ زندگی ہمیشہ ان پر مہربان ہوتی ہے جو اپنی منزل تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں۔
- ☆ اسے یاد آیا کہ اس نے طرفہ جانا تھا تاکہ خانہ بدوش بوڑھی عورت کو لڑکے کا دواں حصہ دے سکے۔
- ☆ "خانہ بدوش واقعی تیز ہوتے ہیں۔" اس نے سوچا۔
- ☆ "شاید اس لیے کہ وہ پوری دنیا گھومتے ہیں۔"
- ☆ ہوا دوبارہ چلتا شروع ہو گئی۔ یہ لہو اتار تھی جو افریقہ کے صحراؤں سے آئی تھی اس کے ساتھ صحرا کی بو نہیں تھی اور نہ ہی عرب قاتحین کی لینا تھی بلکہ اس میں ایک خوشبو کی بہک تھی۔
- ☆ اس بہک سے وہ اچھی طرح واقف تھا لڑکا مسکرایا۔
- ☆ "میں آ رہا ہوں قاطر۔"



- ☆ مقصد اور اور خیالی پلاؤ میں کیا فرق ہے؟
- مقصد انسان کو اس کے حصول کے لیے تڑپ پیدا کرتا ہے جبکہ خیالی پلاؤ پکانے والا خواہوں کی درجہ میں زخمی رہتا ہے اور اس کے حصول کے لیے محنت نہیں کرتا۔
- دونوں میں کوئی فرق نہیں۔
- ☆ مقصد کے حصول میں محنت اور قسمت کا کتنا عمل دخل ہے؟
- قسمت اس کا ساتھ دیتی ہے جو محنت کرتا ہے۔
- انسان کو صرف دخل ملتا ہے جو اس کے مقدر میں لکھا ہے۔
- ☆ اکثر اوقات انسان کو کوشش کے باوجود اپنا مقصد حاصل نہیں کر پاتا آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟
- انسان اس کے حصول کے لیے درکار محنت کرنے میں ناکام رہتا ہے۔
- اس کی قسمت میں کامیابی نہیں ہوتی۔
- ☆ قسمت بھی ان کا ساتھ دیتی ہے جو باعزم ہیں اور محنت سے کام کرتے ہیں۔
- بیچارے نہیں جو انسان کے مقدر میں لکھا ہو وہ مل کر رہتا ہے۔
- ☆ کیا انسان اپنی پیش بندی سے اپنے مستقبل میں آلے والے واقعات کو تبدیل کر سکتا ہے؟
- ہاں بالکل کر سکتا ہے۔
- نہیں جو خدا نے انسان کے مقدر میں لکھا ہے انسان اس کو نہیں بدل سکتا
- محنت اور دعا سے وقت کفیل نکلتی ہے۔
- ☆ کیا دنیا میں ایسا کوئی علم ہے جس سے انسان آنے والے واقعات کو قبل از وقت جان لے لے؟
- ہاں □ نہیں فیہب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔
- ☆ ہمارے معاشرے میں غربت اور بے روزگاری کی بڑھادی وجہ آپ کے خیال میں کیا ہے؟
- محنت سے کمی چاہا □ ہمارے معاشرے میں مواقع کا بہت کم ہونا
- لوگوں کو ان کی محنت کا صلہ نہ ملنا
- ☆ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہئے؟
- دولت کا حصول تاکہ وہ سکون زندگی گزار سکے۔ □ آخرت کی کامیابی ہر ایک انسان کا اصل مقصد ہونا چاہئے۔
- ☆ اکثر لوگوں کی زندگی کا کوئی مقصد نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟
- ناکامی کا خوف □ مقصد کی صداقت پر حیرانل افتقار
- مقصد کے حصول کے لیے درکار محنت سے گھبراہ
- ریسک لینے سے ڈرنا



- بی موجودہ حالت کو قسمت کا لکھا سچو کر اپنے دل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنا
- وہ ہا مقصد زندگی کا شعور نہ ہونا
- مندرجہ بالا تمام وجوہات درست ہیں۔
- تمام وجوہات غلط ہیں
- ☆ مصنف نے جو واقعات اس کہانی میں بتائے ہیں کیا وہ حقیقت میں ممکن ہیں؟ یعنی یہ کہ انسان اگر محنت کرے تو جو چاہے حاصل کر سکتا ہے؟
- یقیناً کیونکہ قسمت بھی ان کا ساتھ دیتی ہے جو کوشش کرتے ہیں۔
- نہیں! انسان کے مقدر میں جو لکھا ہو وہ مل کر رہتا ہے
- ☆ لڑکے نے تینوں سے معرتک کا سفر کرنے کے لیے صبراً مجبور کیا اور ساتے میں آنے والی کئی مشکلات کا سامنا بھی کیا جب کہ خزانہ ہی جگہ موجود تھا جہاں سے اس نے سفر کا آغاز کیا۔ کیا اس لڑکے نے نظائروں کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی؟
- نہیں قدرت نے خزانہ حاصل کرنے کے لیے یہی راستہ دکھایا تھا کہ وہ بہت کچھ بکھیرے۔
- ہاں اس نے غلطی کی۔
- ☆ مصنف کے مطابق اللہ نے جو ہمارے نصیب میں لکھا ہے اس کے لیے محنت کو شرط قرار دیا ہے۔ اور اس کے نشان ہماری زندگی میں رکھ دیے ہیں اگر ہم ان نشانات کو پہچانیں تو ہم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیا آپ مصنف کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔
- یقیناً کیونکہ قسمت بھی ان کا ساتھ دیتی ہے جو کوشش کرتے ہیں۔
- نہیں یہ بالکل انسانی بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔
- ☆ اگر ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام بھی رہیں تو بھی اس کو ناکامی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس دوران ہم اور بہت کچھ سیکھتے ہیں جو شاید قدرت ہمیں اس لیے سکھانا چاہتی ہیں کہ یہ ہماری آئندہ زندگی میں کام آئے گا۔ کیا آپ مصنف کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟
- بالکل کیونکہ جو چیز بغیر محنت کے حاصل کی جائے انسان اس کی قدر نہیں کرتا۔ اور کوشش کے دوران جو ملاحظہ انسان کر حاصل ہوتی ہے وہ اس کا اصل سرمایہ ہے۔
- نہیں ایسے لوگ خواہوں کی دنیا میں رہنے والے ہوتے ہیں۔
- ☆ کامیابی سے قبل قسمت انسان کا امتحان لیتی ہے۔ اور جو حوصلہ ہمارے دماغ کا سرمایہ ہے۔ کیا آپ کے خیال میں یہ بات درست ہے؟
- ہاں مقصد کا حصول محض نیکہ دہی کا سرمایہ ہے اس جد جہد کے دوران انسان جو سیکھتا ہے وہ آئندہ زندگی میں اس کے کام آتا ہے۔
- نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

☆ انسان جب کسی کام کا آغاز کرتا ہے یا کوئی نئی چیز سیکھنا چاہتا ہے تو ابتدا میں وہ کام بہت مشکل نظر آتا ہے، لیکن جب وہ اس کام کو انجام دے لیتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ کام کتنا آسان تھا۔ حبا سے۔ افسوس ہوتا ہے کہ اس نے اس کام کو کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں اور آپ کو کبھی ایسا تجربہ ہوا ہے؟

□ ہاں □ نہیں □ یقین سے نہیں کر سکتا۔

☆ انسان اکثر کوئی نیا کام کرنے سے ہنگاماً ہے کیونکہ اس نے اس سے قبل وہ کام نہیں کیا ہوتا۔ ہر کام کو انسان زندگی میں کبھی نہ کبھی پہلی مرتبہ کرتا ہے اس لیے انسان کو کوئی بھی کام کرنے سے گھبرانا نہیں چاہئے؟

□ ہاں □ نہیں ہر کام کے لیے بہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ مصنف نے اس کتاب میں بہت سے استعارے استعمال کیے ہیں، جیسے وہ ان باتوں کو جن کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے، جہاں سے تشبیہ دیتا ہے، جیکر ان لوگوں کو جن کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا ان کو میزوں سے۔ آپ کے خیال میں بڑھا بادشاہ کس چیز کی تشبیہ ہے؟

□

☆ جس طرح صحرائیں سڑ کرنے والے تاقے کسی رکاوٹ کو عبور کرنے کے لیے توجی طور پر اپنا راستہ تبدیل کر لیتے ہیں، لیکن اس رکاوٹ کو عبور کرنے کے بعد دوبارہ تاقے کا رخ اپنی منزل کی طرف ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر انسان توجی طور پر کسی مشکل کی وجہ سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کام رہے تو وہ امید ہونے کی بجائے اسے چاہیے کہ مشکل پر قابو پانے کے بعد دوبارہ صحرا کے ساتھ اپنی منزل کی طرف سفر کا آغاز کرے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔

□ ہاں انسان کی توجہ مشکلات کی بجائے ہر لمحہ اپنی منزل پر موزنی چاہیے۔

□ نہیں مقصد کے حصول میں منہول وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

☆ مصنف کے بقول جو لوگ مطمئن ہوتے ہیں ان کے دل میں اللہ رہتا ہے۔ قرآن میں بھی اللہ کا فرمان ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یہاں اللہ کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

□ محض زبان سے اللہ کا ذکر

□ ہر وقت اس بات کا احساس کہ اللہ انسان کے ساتھ ہے اور ہر کام میں اس بات کا خیال رکھنا کہ اللہ کا اس کام کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اور اس کام کو کرنے کا درست طریقہ کیا ہے جس سے وہ خوش ہوگا۔

☆ کچھ لوگوں کے مقاصد تو ہوتے ہیں مگر وہ سوچتے ہیں کہ پہلے یہ کام کر لیں پھر یہ کریں گے اور کام میں اس طرح الجھ جاتے ہیں کہ اپنے مقصد کا حصول بھول جاتے ہیں اور جب یاد آتا ہے تو بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، تو پھر انسان کا وہ یہ کیسا ہونا چاہئے؟

□ انسان ہر وقت اس قابل ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جس کو کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

□ جب بھی انسان کو ذمہ داری ملے مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرے۔

☆ مقصد کے تعین اور اس کے حصول کی راہ میں ایک رکاوٹ کا میا پی اور ناکامی کے بارے میں ہمارے غلط معیار بھی ہیں؟

- جی ہاں بہت درست ہے
- نہیں ایسا نہیں ہے



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریٹریوم ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

”چند ماہوں بعد ایک ایسی کتاب شائع ہوتی ہے جو پڑھنے والوں کی زندگیوں کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اس کی قیمت ایک ایسی ہی کتاب ہے۔“
 دی ایکسپریس

اس کتاب کی بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے پیغام ہے جو مصنف بالخصوص نوجوان نسل کو دیا جا رہا ہے۔ پادار کے نئے رنگ انسان اور جانور میں صرف ایک فرق ہے۔ انسان کی زندگی کا کوئی واضح مقصد ہوتا ہے جبکہ جانور کو صرف چارے اور پانی سے غرض ہوتی ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ قاری کو تذبذب کی کیفیت سے نکال کر عمل کی راہ پر گامزن کرتی ہے، شراب پینے کا شوق اور ان کو حاصل کرنے کی شہرت اور حصول دیتی ہے۔

آپ اس تحریر کی جانکاری دیکھنے کا آپ ایک کہانی کے سر میں آگے رہتے ہیں اور گھر سے وقت کے زخم کی داستان بھی سنتے جاتے ہیں۔ یہی ٹووہ شعر ہے، دو جلاوت ہے جو میری آگے والی نسل کو زندہ رکھے گا، ہاضمی سے ہوست رکھے گا اور مستقبل کے خواب پینے کی خواہش پیدا کرے گا۔
 اور پاشیوں جان

یہ انسانی گمراہی، جوش، حسرت اور بے بسی کی زمانہ کی ایک عجیب و غریب امر انسانی دلچسپ داستان ہے اور زیر نظر ترجمے میں بیان کو آسان اور موثر بنانے کی کاسیاب کوشش کی گئی ہے جو یقیناً قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرے گی۔ اس کا اصل مصنف نئی نسل کو وہ پیغام دینا ہے جو زندگی کی قیمت سے انہیں روشناس کر دیتا ہے اور مصنف کی اہمیت، اس کے حصول کی گمن اور اس کے لیے قربانی دینے کی اہمیت پر آتا ہے۔
 امجد اسلام امجد

گمراہی، پینے کے کاغذ سے مزین ہیں۔ تربیت اساتذہ اور بچوں کی تربیت ان کے خاص موضوعات ہیں۔ عمر الغزالی، قوی تھی جس اساتذہ کے کردار اور بچوں کی اخلاقی تربیت پر باقاعدگی سے لکھتے ہیں۔ تراجم کے علاوہ کئی مشہور عبادت پر ان کی ایڈیٹڈ تحریریں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے مستقل کالم بھی شائع ہوتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری اہمیت ہے۔ ”Secret of Success“ انسان کے عمل کے نتائج میں اس کی سوچ کے کردار کو بہت فروغ دیتی ہے۔ واضح کرنا ہے کہ عمر الغزالی تحریر، تقریر، نوادار و پینے کے نئے رنگ ہیں۔ خدمات انجام دے چکے ہیں، جہاں اساتذہ نے اسی مقصد کے تحت فراغت حاصل کی ہے۔ صرف تربیت اساتذہ کے علاوہ۔
 Law of Attraction, Teacher Leadership, Communication Skills
 یہ نکتہ بھی شہرت رکھتے ہیں۔



عمر الغزالی، تقریر کا بھی نام ہے۔

سینٹر فار ہیومن ریسورس

دوسری منزل، کانفرنس سنٹر، ایوان اقبال، چیمبرس، لاہور

فون: 33500-33311-60443، ای میل: chahareh@yahoo.com، ویب سائٹ: www.ohs.org.pk